سید العارفین، جنیدِ وقت
حضرت حافظ الملت حافظ محمد صدیقؒ بانی خانقاہ عالیہ
بھرچونڈی شریفؒ

کے ملفوظات کا اردو ترجمہ اور آپؒ کی دینی و ملی خدمات کا مختصر جائزہ

تالیف و ترجمہ
سید محمد فاروق القادری

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں قادری کا معاصر علماء و دانشوروں
سے علمی، دینی اور سیاسی اختلافات اور اس کے اسباب و وجوہ کا منصفانہ جائزہ

سید العارفین، جنیدِ وقت حافظ محمد صدیق ؒ بانی خانقاہ عالیہ
حضرت حافظ الملت بھرچونڈی شریف

کے ملفوظات کا اردو ترجمہ اور آپؒ کی دینی و ملی خدمات کا مختصر جائزہ

تالیف و ترجمہ

سید محمد فاروق القادری

نام کتاب	جامِ عرفان
تالیف و ترجمہ	سید محمد فاروق القادری
قیمت	300

زیر سرپرستی

پیر عبد الخالق قادری

سجادہ نشین خانقاہِ قادریہ بھرچونڈی شریف

خصوصی کاوش

صاحبزادہ سید احسان گیلانی

اسٹاکسٹ

حافظ الملت اکیڈمی خانقاہ عالیہ قادریہ بھرچونڈی شریف

پیش لفظ

شخصیت کی باطنی تعمیر اور ظاہری تکمیل کیلئے ایک ایسا راہبر درکار ہوا کرتا ہے جو انسانی خصائل و فضائل سے بخوبی واقف ہو۔ رذائل کے شریر اثرات کے دائرے کی وسعتیں بھی اس کی نگاہِ باطن سے اوجھل نہ ہوں۔ خیر و شر کی ایک مستقل جنگ ہے، جس کا میدان انسان کا قلب ہے۔ قلب کی درستی سے خیر کے غالب آنے کا یقین ہوتا چلا جاتا ہے اور قلب کی کیفیات میں انتشار و مایوسی سے شر کی قوتوں کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

اسلامی نظامِ اصلاح و اخلاق میں تصفیۂ قلب اور تزکیۂ نفس کو اولین اہمیّت حاصل ہے۔ اسلامی نظامِ تربیت میں راسخ العلم اور صالح العمل افراد ہی کو دعوت و ارشاد کا اہل قرار دیا جاتا ہے۔ رسوخ فی العلم اور عمل کی صالحیت، قیادتِ حقیقی کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔ نظامِ تربیت میں ایسے مراکز کی ضرورت ہوا کرتی ہے جہاں قیادت کی صداقت سے معمور ماہرینِ فراست شعوری اور غیر شعوری انداز سے انسانوں کی اصلاح کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔

مسلمانوں کی مساجد، مدارس اور خانقاہیں اپنے طے شدہ دائرۂ عمل میں کسی بھی مسلمان کو ایمان و تربیت کی نعمت سے بہرہ ور کرنے میں درجہ بدرجہ کردار ادا کرتی ہیں۔ مسلمانانِ عالم کی تاریخ میں نشیب و فراز کا فطری سلسلہ جاری رہا ہے لیکن صالحین امت کا مؤثر کردار مختلف انداز سے امتِ مسلمہ کو راہنمائی فراہم کرتا رہا ہے۔

کسی بھی نو مفتوحہ علاقے میں ایمانی تربیت کیلئے وہاں کے قدیم مذہبی اثرات اور سماجی

رویوں کی یکدم اور یکسر نظر انداز کرنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ وجودِ انسانی میں بالجبر تنفیذِ دین، اصولِ تربیت سے نا آشنائی کی دلیل ہے۔

فکرِ تازہ اور قوتِ عمل کے سہارے سے فراست کی روشنی میں نظامِ تربیت کے مراکز میں کشش اور دلچسپی کی قوت پیدا کرنے والے دانش برہانی اور دانشِ روحانی سے متصف شیخ خانقاہ نومسلموں اور بگڑے احوالِ مسلمانوں میں اپنے کردار اور محبت کی روشنی ایسے بکھیرتے ہیں کہ لوگ ان کے آستانِ ہدایت کو اپنے لیے منزلِ مراد سمجھتے ہیں اور ان کی قربت اور محبت کو دو جہانوں کی فلاح کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

مسلمان مبلغین اور مرشدین کا ایک سادہ طریقۂ اخذِ معلومات کا یہ رہا ہے کہ وہ نو مسلموں کے سماجی رویوں سے واقفیت رکھتے تھے اور تبدیل شدہ جدید اذہان کے حامل نو مسلموں کے ذہنی و روحانی رویوں پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔

یہ مبلغین و مرشدین چونکہ اخلاص کا سراپا تھے اور اخلاقِ مصطفوی ﷺ کے پیکر تھے، اس لیے وہ بے دینی کے جدید ماحول میں اخلاص و اخلاق کو پوری استعداد اور یقین کے ساتھ سادہ دل نومسلموں کے دلوں میں اُتار دیا کرتے تھے۔

شر کستان ہند و سندھ میں صوفیائے اسلام نے اپنی خانقاہوں کو تبلیغ و تربیت کے ایسے جاذب اور پر کشش مراکز بنا دیا تھا کہ طالبانِ حق گروہ در گروہ دینِ حق کو قبول کرتے تھے اور اپنے دلوں کی بنجر زمینوں کو **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کے نور سے معمور کرتے تھے اور پھر ان کے قلوب کی کھتیاں یوں سرسبز و شاداب ہوتی تھیں کہ ان کی برادری، احباب اور حلقۂ اثر بھی ان ایمانی ثمرات سے بہرہ ور ہوتے تھے۔

مسلمان مبلغین و مرشدین ویرانوں کو آباد کرتے تھے اور دل کے ویرانوں میں شمع توحید

و رسالت فروزاں کرنے میں اپنی زندگی صَرف کر دیتے تھے۔ سندھ میں کچھ علاقے شرکستان کے ایسے مراکز تھے جہاں سے اصنام پرستوں کو مذہبی و معاشرتی قوت ملا کرتی تھی۔ ان میں سے دو اہم مرکز ''ڈھرکی'' اور ''رھڑکی'' بھی ہیں۔ اس شرکستان میں دین حق کا علم بلند کرتے ہوئے ۱۲۰۸ھ میں سلسلہ عالیہ قادریہ سے وابستہ ایک درویش خدا مست **''حافظ محمد صدیق''** نے ڈھرکی اور رھڑکی کے درمیانی علاقے کو نورِ ایمان کی تقسیم کا مرکز بنایا تھا۔ اس صحرا نشین درویش نے ابلاغِ دین اور احیائے ملت کو اپنا خانقاہی دستور قرار دیا۔ مشرکین کو دعوتِ اسلام اور بے عمل مدعیانِ دین کو حقیقتِ اسلام سے آگاہ کرنے کا بیڑہ اُٹھایا۔ ارادے پہاڑوں کی صلابت سے بھی زیادہ قوی تھے اور عمل کے تسلسل میں دریاؤں کی روانی نے اس خانقاہ کو بہت بڑا مرکزِ ہدایت بنا دیا۔

قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا سا اندازِ معاشرت اور دین سے سچّی فکری و عملی وابستگی نے ''بھرچونڈی'' کو دارالخیر بنا دیا تھا۔ روزانہ سیکڑوں زنار توڑے جاتے اور بے حساب مخلوق ایمان کی دولت سے مالا مال ہوتی تھی۔ خانقاہ کے مردِ اعلیٰ حافظ محمد صدیق نہایت سادہ اسلوب تربیت کے سبب طالبانِ حق کے دلوں میں گھر کر گئے۔ اپنی زندگی سادہ بھی تھی۔ خدمتِ خلق میں ہمہ وقت جان کھپاتے تھے۔ غریبوں کے حقیقی مونس تھے۔ اپنے مقاصدِ بلند کے حصول میں نشیط و فرزانہ، ملت کے مفادات میں دیوانہ وار اپنی خدمات کو جاری رکھتے تھے۔ عبادات، معاملات، اخلاقیات میں ایسا توازن کہ اہل دل ان کو اکابر قدماء کے مثل بتاتے تھے۔ معاصر اہل یقین ان کو ''جنیدِ وقت'' کہتے تھے۔ ان کی ادائے دلبرانہ نے لاکھوں کو دیوانہ کیا تھا۔ ان کی تربیت کا اعجاز تھا کہ گھروں میں صدائے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** یوں گونجتی کہ ساکنانِ عرش میں تحیر و تعجب کی فضائے دلنشین پیدا ہوتی تھی۔ مسجدیں آباد، وقتِ سحر مساجد میں ذکر کے انوار ملکوتی ماحول کا نقشہ پیدا کرتے تھے۔ ہمارے

اسلامی تربیتی اداروں کی تاریخ کا تجزیہ کرتے ہوئے بہت سے تجزیہ نگار مورخین نجانے اس حقیقت کو کیوں فراموش کردیتے ہیں کہ خانقاہ اصلاح وتربیت کا ایک جزوی ادارہ نہیں ہے بلکہ انسانی تربیتی کے انفرادی اور اجتماعی تقاضوں کی تکمیل اور اساسی تربیت کیلئے فکری وعملی دستور کی فراہمی کا وہ ادارہ ہے جو تربیتِ ظاہری وباطنی کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔

خانقاہ کے نظام میں حالات کی چیرہ دستی کے سبب انحطاط ضرور آیا ہے لیکن دستورِ نظام کی برکات کے اثرات نہایت ہی پائیدار ہیں۔ سندھ کی قدیم خانقاہوں کے اعتقادی وفکری اثرات ہنوز وہاں کی عوامی ثقافت میں جھلکتے ہیں۔ البتہ یہ حقیقت ہر دور میں معاشروں کو جھنجھوڑتی ہے کہ اصلاح وتجدید کا سلسلہ جمود کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔

سلسلہ عالیہ قادریہ کی تعلیمات میں احیائے دین کا عنصر ہمیشہ ہی غالب رہا ہے۔ حالات کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے سلسلہ عالیہ مصلحین ومبلغین نے نہایت حکیمانہ اندامیں اپنی سیرت کے ذریعہ سے دین حق کی عملی اور حقیقی سربلندی کیلئے اپنی خانقاہ کے اصلاحی کام کو جاری رکھا۔ خانقاہ بھرچونڈی شریف کے موسس حضرت حافظ محمد صدیق علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے دور کے ایک نابغۂ وجود شیخ طریقت تھے۔ باطن کی پاکیزگی اور ظاہر ی اخلاق کا یہ پیکر برصغیر کے مذہبی وسیاسی بحرانی ماحول میں دعوت وتبلیغ اور اصلاحِ معاشرہ کا فریضہ نہایت دانشمندی اور صوفیانہ حکمت سے انجام دیتا رہا۔

اصلاحِ احوال کیلئے مسلمانوں کو تفرقے اور ذہنی پسماندگی سے بچاتے ہوئے بہت ہی محتاط طریقے سے انقلابی روشنی عطا کرتے رہے۔ نفس وشیطان کی خاموش ریسہ کاریوں سے ایک روشن ضمیر، مصفی قلب، روحانی مجاہد ہی واقف ہوتا ہے۔ حافظ صاحبؒ نے متوازن اور متعدل راہِ فکر کو فروغ دیا۔ اساسِ دین لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کو احیائے ملت کا حقیقی اثاثہ اور منزل کامگاری۔۔۔۔۔۔ کیلئے زادہ راہ قرار دیتے ہوئے دین کے

جملہ فکری و عملی معاملات کو سادہ دل مسلمانوں کے اذہان وقلوب میں اتارنے کی کامیاب کوشش فرمائی۔ سادہ طبیعت لوگوں میں توحید ورسالت کی روشنی اس اہتمام سے اتاری کہ ان کا تربیت یافتہ باقی مسلمانوں کیلئے ایک رہنما کا کردار ادا کرنے کے لائق ہوگیا۔

علما، مشائخ، جاگیردار، سرمایہ دار، طاقتور، کمزور سب ہی نے اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ انسانیت کی تربیت کیلئے دینِ اسلام کی برکات کے فیضان کے امین اہل دل فقرائے اسلام اور صوفیائے کرام ہیں جن کی نیتوں کی پاکیزگی عام انسانوں کے دلوں کو پاکیزہ کرتی ہے۔ حضرت حافظ صدیق ؒ کی ------ موفانہ کاوشوں نے ملتِ اسلامیہ کے وقار اور بقا کیلئے جو عملی تربیتی اہتمام فرمایا تھا وہ اس درجہ مقبول الناس تھا کہ زندگی کے تمام طبقات کے لوگ ان کے اس احسان کو ناقابلِ فراموش سمجھتے ہیں اور اعترافِ حقیقت کے طور پر ان کو **"حافظ الملت"** کے نام سے پکارتے ہیں۔ ان کا ذکرِ خیر اپنی مجالس میں کرتے ہیں ----- ان کے احسانات کو یاد کرتے ہوئے اپنی آنکھیں بھگوتے ہیں ----- حضرت حافظ صاحب کے ملی کارناموں پر انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں ----- ان کے تجدیدِ دین کے کاموں کی اپنی نسل نو کیلئے راہبر قرار دیتے ہیں، اور حضرت کی فیض رسانی کے اثرات اپنے قلوب کی گہرائیوں میں محسوس کرتے ہیں۔

اصلاح وتربیت کا یہ ماہر حکیم و دانا شخص اپنی حیاتِ بابرکات میں ہر ہر رنگ سے ایک کامیاب مربی اور مقبول سماجی راہنما تھا۔ قرونِ اولیٰ کے صوفیا کے دبستان کا مکمل ترین نمائندہ تھا۔ سندھ کی ایک نئی خانقاہ کا یہ موسس برصغیر میں انقلابی وجود تھا اور غلبہ دین کی حقیقی تحریک کا سنگِ میل تھا۔ ان کی تعلیم وتربیت اور جہد وتحریک عارضی اور وقتی نہیں تھی اور نہ ہی کسی معروضی تحریک کا ردِ عمل تھی بلکہ وہ تو پیغمبرِ آخر الزماں ﷺ کے پیغام آخری کی روشنی کے پھیلاؤ کا ایک تسلسل متصل تھا۔

وہ کیا کرتے تھے، کیسے کرتے تھے، کیوں کرتے تھے، غلبہ دین کی تمام شاخوں میں ان کے حکیمانہ فیضان کا سلسلہ کیا تھا، وہ قلوب کی کائنات میں جامِ نظر سے شرابِ توحید و رسالت کیسے انڈیلتے تھے۔ یہ ایک سوال مطلب کا تقاضہ ہے۔ اس نسل نو کی جانب سے جس نے ان کا زمانہ نہیں پایا۔ ان کی باتیں نہیں سنیں اور ان کی پاکیزہ کرداری کا مشاہدہ نہ کر سکی۔

تصوف، تزکیہ نفس، احسان ۔۔۔ کتنے ہی نام ہیں اس عنوانِ تربیت کے، جس میں موضوع مشترک، عرفانِ ذات اور عرفانِ معبُود ہی ہے۔ عرفانِ ذات اور عرفانِ معبُودِ حقیقی کیلئے جو روشنی درکار ہے اس روشنی کا مرکز سیدنا رسول اکرم حضور محمد مصطفیٰ ﷺ ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔ صوفیا کرام کے نظامِ تربیت میں مرشد کی اہمیّت اسی لیے ہوتی ہے کہ مرشد اپنے مرشد بن سلسلہ کی نیابت میں اپنے قول، عمل، احوال اور کردار کی قوت سے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ﷺ کے انوار مریدین کے قلوب میں اتارتا ہے۔ پھر اسی انوارِ ایمان و عملِ صالح کی حقیقی قوت بن کر انسان کے ظاہر و باطن کو حقیقی انسانیت سے معمور کرتے ہیں۔

حضرت حافظ صاحبؒ کی ذاتِ گرامی انہی انوار و تجلیات کا مرکز ہے۔ توحید و رسالت کے انوار کی مرکز یہ ذات انسانیت کے ماحول کو روز بروز منور و تاباں کر رہی ہے۔

جامِ عرفان نامی اس کتاب کا ہر صفحہ داستانِ نور ہے ایسے منور اور پرضیا کردار کا جس نے اپنی زندگی کو حق کی بندگی اور محبُوبِ حق ﷺ کی کامل غلامی میں بسر کیا۔ اس جامِ عرفان کا ہر قطرہ مست ولائے حق کرتا ہے اور ہر بوند عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی مستی عطا کرتی ہے۔

یہ مجموعۂ ملفوظاتِ درویش ہے جس نے تمام عمر احیائے دین میں صَرف کی ہے اور یہ تذکرہ ہے اس حکیم فرزانہ کے احوال کا جس پر آنے والے دور میں دین کو آسان ترین اندازِ عمل کیساتھ نسل نو تک منتقل کیا ہے۔ ملفوظات ہمارے دینی ادب ہی کی ایک صنف ہے، اور

صالحین کی علمی حکایاتِ دل پذیر کا مرقع ہوتے ہیں۔ یہ حکایاتِ دلنشین عمل کی قوت کو مزید عمل انگیز کرتی ہیں۔ ''جامِ عرفان'' دورِ جدید میں اخلاص و شعور سے معمور تجدید و احیائے دین کا کام کرنے والے دانشمندوں اور کارکنان کیلئے سادہ ترین اور قابل عمل نصاب ہے۔

خانقاہ بھرچونڈی شریف کے موجودہ سجادہ نشین حضرت میاں فقیر عبدالخالق ایک خاموش مگر عملاً متحرک شخصیت ہیں۔ خانقاہ کی تابناک اور لائق رشک روایات کی پاسداری کیلئے اپنے آپ کو وقف کیے ہوئے ہیں۔ علومِ دینیہ کا اعلیٰ سطحی ادارہ جو اس خانقاہ کا ذیلی ادارہ ہے، میاں صاحب کی سرپرستی میں قدیم و جدید علوم کی ترویج میں ایک قابل ستائش دارالعلوم شمار کیا جاتا ہے۔ نیز سلسلہ عالیہ قادریہ کے مرشدین کرام کی تصانیف کی طباعت و اشاعت کیلئے **حافظ الملت اکیڈمی** کا قیام اور روز بروز ترقی کے مراحل طے کرتے ہوئے دیگر معاون ادارے بھی دینی امور سرانجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ میاں صاحب کو امورِ خیر کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

سید احسان گیلانی، خانقاہ بھرچونڈی کے دینی امور میں اپنی بے لوث، مخلصانہ خدمات کو وقف کئے ہوئے ہیں۔ ان کا آبائی ذوق ہے کہ اشاعتِ دین کیلئے ہر کارِ خیر میں تمنائے ستائش و صلہ کے بغیر مجاہدانہ انداز میں خدمات سرانجام دیتے ہیں۔

سید صاحب کی خوش نیتی کے ثمرات ہیں کہ ان کو ایسے رجالِ کار بھی نصیب ہوتے ہیں جو دینی کتب کی اشاعت میں دامے درمے سخنے قدمے معاون رہتے ہیں۔ ملک فہد صاحب بھی ایک ایسے ہی دردمند ناشرِ کتب ہیں جو بلند ملی مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے مصلحین ملت کی کتب کی طباعت کا اہتمام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سیدِ کونین حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل اس کارِ خیر میں حصہ لینے والوں کے اعمال کو قبول فرمائے۔ آمین!

محمد قمر علی

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۹۳	تمیز بندہ و آقا	۲۴۹
۱۹۴	فقراء کی ملکیت	۲۵۰
۱۹۵	گدایانِ عشق	۲۵۲
۱۹۶	اسرار سے خالی نہیں یہ خاک کا پتلا	۲۵۴
۱۹۷	قبلہ کے متعلق آپؒ کی تحقیق	۲۵۶
۱۹۸	طفلی میں بھی ہم کھیل جو کھیلے تو صنم کا	۲۵۶
۱۹۹	نحوی اور محوی کا واقعہ	۲۵۷
۲۰۰	آپؒ کا علمی مرتبہ	۲۵۸
۲۰۱	صورتِ شیخ کا کرشمہ	۲۵۹
۲۰۲	جدھر دیکھتا ہوں چلا آ رہا ہے تو	۲۵۹
۲۰۳	تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی	۲۶۰
۲۰۴	شادی میں ڈھول باجے کی ممانعت	۲۶۱
۲۰۵	آپؒ کا روحانی مرتبہ	۲۶۲
۲۰۶	میں شاہوں کی شوکت کو بس ہیچ سمجھا	۲۶۳
۲۰۷	حضرت علیؓ اور بدوی	۲۶۳
۲۰۸	مباش دَرپے آزار	۲۶۴
۲۰۹	ایک عالم کا بحث و مباحثہ	۲۶۵
۲۱۰	مولوی عثمان کی علمی بحث	۲۶۵
۲۱۱	مخدوم دین محمد کی بحث	۲۶۶
۲۱۲	آخرِ ظہر کا اجراء	۲۶۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

دیباچہ طبع سوم

برِّ صغیر کی ایک منفرد، علمی، روحانی اور سیاسی تحریک
چند جھلکیاں، حقائق

بندگانِ تو کہ در عشق خدا وند انند
دو جہاں را بہ تمنائے توبفروختہ اند

برِّ صغیر پاک وہند کی تاریخ پر نظر رکھنے والے لوگ بخوبی آگاہ ہیں کہ مغل حکومت اپنے انتہائی سنہرے اور مضبوط دور میں پٹڑی سے اترنے لگی تو قدرت نے اپنی فیاضی سے مجدد الف ثانیؒ کو سدِّ سکندری بنا کر اس کے سامنے کھڑا کر دیا۔ یہی مغل حکومت عیش وعشرت اور ناؤنوش میں غرق ہو کر ہچکیاں لینے لگی تو دین کی حفاظت اور اس میں تازہ روح پھونکنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ایسی جامع الصفات شخصیت پیدا کر دی۔

یہ ایک امرِ واقعہ ہے کہ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے خود کار نظام سے آراستہ کیا ہے جو اپنے نام لیواؤں کی کوتاہیوں، خامیوں اور غلطیوں کی بروقت اصلاح کرتا رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ سقوطِ بغداد کا المناک دھچکا ہو یا خلافت عثمانیہ کا خاتمہ برصغیر سے مغلیہ حکومت کا سقوط ہو یا انگریز کا غاصبانہ تسلط، یہ سب اسلام کے تبلیغی،

اصلاحی اور تعمیری مشن کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے بلکہ اسلام اپنی صدری قوت کے ذریعے برابر پھیلتا پھولتا اور پہلے سے زیادہ طاقت کے ساتھ بڑھتا رہا ہے۔

انگریز نے جونہی سرزمین ہند پر اپنے ناپاک قدم رکھے اِس زمین کا حساس سینہ کرب سے چیخ اٹھا انگریز کو اس سرزمین سے نکالنے کے لیے جہاں قدرت نے پہاڑوں سے بڑے حوصلے اور فولاد سے زیادہ سخت جان مجاہدین کی کھیپ تھوک کے حساب سے پیدا کر دی' ٹھیک وہاں اسلامی اقدار اور ان کی روح کو بچانے کی خاطر اور معاشرے میں بدستور اسے جاری و ساری رکھنے کے لیے اُس نے ہزاروں کی تعداد میں ایسے درویش خدا مست میدان میں لا کھڑے کیے جن کے انفاس کی خوشبو' سیرت و کردار کی تابندگی' زبان کی حلاوت اور خدمت خلق کے جذبے نے اسلام کو تازہ حرارت اور تابندگی بخش دی۔

اٹھارویں صدی کے نصف آخر اور انیسویں صدی کے ابتدائی دور کا ہندوستان سیاسی وسماجی اور مذہبی اعتبار سے انتہائی پر آشوب حالات کا شکار تھا۔ انگریز وارد ہو چکا تھا اور وہ اپنے قدم جمانے کے لیے مختلف سازشوں' سیاسی رشوتوں اور دار و گیر کے ہتھکنڈوں کو پوری ہوشیاری کے ساتھ استعمال کر رہا تھا مسلمانوں کی سیاسی مرکزیت ختم ہو کر رہ گئی تھی۔

تصوّف کے مراکز عام طور پر رسوم ورواج' چلّوں' مکاشفوں' تعویذ گنڈوں اور قوّالی کی محفلوں تک محدود ہو کر رہ گئے تھے وراثت میں ملنے والی مسندوں کے بیشتر وارث لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکانے کی بجائے اِنہیں اپنی عقیدت و محبت کے شربت پلا رہے تھے۔ خانقاہی کاموں میں کتاب وسنّت اور سیرتِ رسول کی بجائے اپنے اپنے بزرگوں کے معمولات و مشاغل کو حجت اور دلیل کے طور پر پیش کرنے کا

رحجان فروغ پا رہا تھا۔

بعض مشائخ نے ہندوستان کے خاص حالات کی بناء پر بڑے فائدے یعنی تبلیغ اسلام کی خاطر نسبتاً بعض غیر اولیٰ امور انتہائی حکیمانہ انداز میں اختیار کیے تھے اور ان کی وجہ سے انہوں نے حیرت انگیز نتائج بھی حاصل کیے تھے مگر اُن کے بعض منتبین نے سارا زور انہی امور کی تقلید پر صرف کر دیا جو وقتی طور پر اور انتہائی مصلحت کی خاطر اختیار کیے گئے تھے۔

زباں پہ بارِ خدایا' یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لیے

شیخِ کبیر' مجدّدِ طریقت' مرشد ہند وسندھ
قبلہ عالم **سید محمد راشد** علیہ الرحمۃ صاحب الروضہ

کون جانتا تھا کہ ان مایوس کن اور پُر آشوب حالات میں قدرت اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھانے کے لیے سرزمین سندھ سے ایک ایسی شخصیت کو اٹھائے گی جو خواجہ معین الدین اجمیریؒ کی نگاہ سحر طراز' شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا کے زہد و تقویٰ' سید علی ہجویری داتا گنج بخشؒ کے انداز دلربائی' مجدّدِ الف ثانیؒ کے طنطنے اور مفکر اسلام شاہ ولی اللہؒ کے علم و فضل اور مرجعیت کی یاد تازہ کردے گی۔

چنانچہ قدرت نے اپنے ازلی قاعدے کے مطابق کمال مہربانی سے شاہ ولی اللہؒ کے انتقال ۱۱۷۶ھ سے پانچ برس قبل نعم البدل یا نعم الخلف لنعم السلف کے طور پر شیخ کبیر' مجدّد قادریت' امام الاحرار' منبع رشد وہدایت' مرشدِ ہند وسندھ' بطل جلیل السید محمد راشد (مورث اعلیٰ پیرانِ پاگارا) کو ۱۱۷۱ھ میں ایسی باد بہار کی شکل میں پیدا فرمایا جس نے برّصغیر کے اطراف واکناف کو ایمان وایقان کے روح پرور جھونکوں

سے معطر کر دیا۔
مشہور محقق اور عالم مولانا سید ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں کہ:

"میں نے مولانا عبیداللہ سندھی سے خود سنا ہے کہ وہ (حضرت سید محمد راشدؒ) اس دیار میں علمی اور روحانی طور پر تقریباً وہی مرتبہ اور شہرت رکھتے تھے جو ان کے معاصر حضرت شاہ ولی اللہ کا شمال مغربی ہندوستان میں تھا"۔ (پرانے چراغ، جلد اوّل صفحہ ۱۴۶)

اس میں کوئی شک نہیں کہ شاہ ولی اللہ ایک ایسا شجر طوبیٰ ہیں جس کی شاخیں پورے عالم اسلام پر سایہ فگن ہیں۔ تاہم حضرت سید محمد راشد سے قدرت نے اصلاح و تبلیغ کا جو عظیم الشان کام لیا ہے اور جس انداز میں عددی اعتبار سے برِّ صغیر کے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد آپ کے مبارک ہاتھوں سے اصلاح اخلاق، اعمالِ حسنہ اور ایقان کی دولت سے بہرہ ور ہوئی ہے اس سے آپ کے کام کی نوعیت بڑھ جاتی ہے۔
نیز حضرت سید محمد راشد اس اعزاز میں بھی منفرد ہیں کہ ان کی اولاد میں مسلسل کئی پشتوں سے علم و فضل، تقویٰ و طہارت اور خدمت خلق کی شاندار روایت برابر چلی آرہی ہے یہ ایک ایسا سلسلہ الذہب ہے جس کے تمام افراد مسند درس پر مدرس سجادہ طریقت پر شیخ شب زندہ دار، محراب و منبر پر مفتی و مصلح اور میدانِ جہاد میں غازی و شہید رہے ہیں۔

اعلیٰ حضرت سید محمد راشد روایتی مرشد نہ تھے بلکہ اسلام کا وہ گوہر یک دانہ تھے جو ایک طرف تزکیہ اور احسان کی اعلیٰ صفات سے بہرہ ور تھے تو دوسری طرف اسلام کے جذبۂ جہاد اور پیغام حریت کا پیکر تھے۔ آپ اسلام کی معذرت خواہانہ تعبیر کے نمائندہ نہیں بلکہ شان و شکوہ اور باطل کے خلاف نبرد آزما ہونے والے نظریے

کے علمبردار تھے گویا آپ نظیریؔ کے اس شعر کی تصویر تھے ؎

گریزد از صفِ ما ہر کہ مرد غوغا نیست
کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلۂ ما نیست

جاہل پیروں اور صوفیوں کی بدعات و منکرات کے برعکس آپ نے شریعت اور اقامتِ سنت کی تحریک اٹھائی تو لوگ دیوانہ وار اس کی طرف لپکے جس طرح ریگستان میں میٹھے پانی کے چشمے پر پکھی پرندے ٹوٹ پڑتے ہیں اسی طرح پروانہ وار خلق خدا نے ہجوم کیا' ہر شخص کی زبان پر یہ الفاظ تھے ؎

نہ من براں گُل عارض غزل سرائیم و بس
کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار انند

عشقِ الٰہی کی سچائی' قلب کی پاکیزگی' علم پر حاکمیت اور اخلاص وایثار نے آپ کی دعوت و تذکیر میں ایسی تاثیر پیدا کر دی کہ تھوڑے ہی عرصے میں ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں جانباز اور سر فروش حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ معروف مورّخ اور صحافی رحیم داد خان مولائی شیدائی تاریخ سکھر میں لکھتے ہیں:

''صاحب الروضہ حضرت سید محمد راشد علیہ الرحمۃ (۱۲۳۴ھ) کے فیض عام سے ضلع سکھر کے کونے کونے میں روحانیت و معرفت کے کئی چشمے پھوٹ پڑے اور یوں یہ علاقہ ظاہری و باطنی علوم کا مرکز بن گیا۔ کنگری (رہائش گاہ حضرت صاحب الروضہ) کے گلستان کی مہک نے سکھر کو زندہ جاوید بنا دیا۔ چنانچہ کنگری سے سوئی شریف اور سوئی سے بھرچونڈی شریف نے اپنا دامن بھرا اور بھرچونڈی شریف سے اِمروٹ اور دین پور فیض یاب ہوئے''۔ (تاریخ سکھر' صفحہ ۳۴۵)

گیارہ سو کے قریب بزرگ اجازت وخلافت سے نوازے گئے ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ شریعت وسنّت کا پیکر، طریقت وسلوک کا امام اور خلق خدا کا رہبر ورہنما تھا۔

اعلیٰ حضرت سیّد محمد راشد علیہ الرحمۃ کی ذات سے سلسلہ عالیہ قادریہ کو نئی زندگی مل گئی۔ آپ کے خلفاء اور ان کے اخلاف نے اصلاح اخلاق واعمال کے ساتھ ساتھ انگریزی سامراج کے خلاف جو تاریخی جدوجہد کی کم از کم برِ صغیر کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس خاندان کی ایک سو سالہ تاریخ جنگی کارناموں سے لبریز ہے۔ اس خاندان نے اپنی جماعت کو صحیح اسلامی خطوط پر چلایا۔ اس میں جذبۂ جہاد پیدا کیا۔ یہ خانقاہ ہمیشہ غیر اسلامی طاقتوں کے خلاف نبرد آزما رہی۔ یہ جماعت اسلامی اخوت اور قومی وحدت کی پاسبان ہے۔ اس کے اندر ملک کی نظریاتی اور علاقائی سرحدوں کی حفاظت کا جذبہ اور حوصلہ موجود ہے۔

حضرت سیّد محمد راشد علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے فخر المشائخ اعلیٰ حضرت سید صبغۃ اللہ شاہ اوّل رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۱ء) پیر پاگارا کا لقب اختیار کر کے سجادہ مشیخت پر بیٹھے۔ آپ اپنے جلیل القدر والد سے ظاہر و باطنی علوم کی تکمیل کے ساتھ ساتھ جذبۂ جہاد اور حریت فکر کی دولت سے بھی بہرہ ور ہوئے۔ آپ ہی کے دور میں جناب سید احمد بریلوی اور شاہ محمد اسماعیل سکھوں سے لڑائی کی خاطر عسکری امداد کے لیے آپ کے پاس آئے اس لیے کہ غاصب انگریز کو ملک سے نکال کر یہاں ایک اسلامی حکومت قائم کرنے کی خاطر آپ کی تحریکی، تنظیمی اور عسکری جدوجہد کی شہرت پورے برِ صغیر میں گونج رہی تھی۔

پیر سید صبغت اللہ شاہ اوّلؒ کے بعد ان کی علمی، روحانی اور جذبۂ جہاد کی شاندار روایت کے اخلاف بالترتیب اس طرح گدی نشین ہوئے۔

- ...... o رأس الاصفیاء پیر سید علی گوہر شاہ اوّل بنگلہ دھنیؒ (صاحبِ بنگلہ)
وصال: ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۷ء۔
- ...... o سندالواصلین پیر سید حزب اللہ شاہؒ (تخت دھنی) صاحبِ تخت، وصال :۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۰ء۔
- ...... o مجمع کمالات پیر سید علی گوہر شاہ ثانیؒ (مخفہ دھنی) وصال: ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۲ء۔
- ...... o امام المشائخ سید شاہ مردان شاہ اوّلؒ وصال: ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء۔
- ...... o بطلِ حریت مجاہد فی سبیل اللہ پیر سید صبغت اللہ شہید ثانیؒ وصال: ۱۹۴۳ء۔
- ...... o فخر سلسلہ عالیہ قادریہ سکندر مملکت فقر و عرفان پیر سید شاہ مردان شاہ ثانی، دامت برکاتہم العالیہ موجودہ سجادہ نشین پیر گوٹھ۔

ایک غلطی کی اصلاح:

میں سہل انگار محققین کی طرف سے شعوری یا غیر شعوری طور پر بار بار دہرائی جانے والی ایک غلطی کے بارے میں سندھ کے مشہور اہلِ قلم اور مورّخ حافظ خیر محمد اوحدی کے ایک طویل تحقیقی مضمون کے جستہ جستہ اقتباسات پیش کرتا ہوں۔ بعض دوسرے اہم معاملات کی طرح پریس کی شوراشوری کے ذریعے انگریزی استعمار کے خلاف ہندوستان میں اٹھنے والی ہر تحریک کو جناب سید احمد بریلوی اور شاہ محمد اسماعیل کی سکھوں کے خلاف مزاحمتی تحریک کی شاخ قرار دیا جارہا ہے گویا برِ صغیر میں مسلمانوں کی ایک ہزار سالہ حکومت کی بازیافت یا انگریزی استعمار کے خلاف جتنی تحریکیں اٹھیں وہ سید احمد بریلوی اور شاہ محمد اسماعیل کی تحریک ہی کا حصہ تھیں۔ قطع نظر اس بات کے کہ مسلمانوں کا حقیقی دشمن انگریز تھا یا خود انگریز کے قابو میں نہ آنے

والے سکھ' یہ بات سو فی صد خلاف واقعہ' غلط اور تاریخی حقائق کے خلاف ہے۔ بخدا اگر اس تاریخی شعوری غلطی میں کچھ بھی حقیقت ہوتی تو ہم خود اس کے مبلغ ہوتے۔

جناب حافظ خیر محمد اوحدی لکھتے ہیں:

''یہاں ایک تاریخی غلطی کی اصلاح بہت ضروری معلوم ہوتی ہے جس میں کافی عرصے سے اکثر تاریخ نویس مبتلا ہیں اور اسے بار بار دہرا رہے ہیں اس کا مقصد حقائق کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنا ہے اور قارئین کو کسی قطعی رائے پر پہنچنے سے باز رکھنا ہے ــــــ کہا جا رہا ہے کہ سندھ میں حریت پسندی کی بنیاد سید احمد شہید نے رکھی اور انہوں نے مجاہدِ اسلام سید صبغت اللہ شاہ اوّل کو جہاد کے لیے آمادہ کیا ــــــ اس میں اس قدر مبالغہ آمیزی اور افراط کا رنگ بھرا جا رہا ہے جو کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ یہ ایک ایسی بھیڑ چال ہے جس میں بلا سوچے سمجھے سارے لوگ مکھی پر مکھی مار رہے ہیں''۔

کاش ہمارے یہ تاریخ نویس تھوڑی سی محنت کرتے اصل واقعات کو سامنے رکھ لیتے۔ صورت حال یہ ہے کہ پیر سید صبغت اللہ شاہ اوّلؒ ۱۸۱۸ء مطابق ۱۲۳۳ھ میں سجادہ نشین ہوئے۔ جب کہ سید احمد شہید نے ۱۸۲۴ء میں لوگوں کو سکھوں کے خلاف منظم کیا۔ سید صبغت اللہ شاہ اوّلؒ کے ذہن میں جو پروگرام تھا وہ انہوں نے گدی نشین بنتے ہی یعنی سید احمد شہید کے پروگرام سے چھ سال پہلے شروع کر دیا۔ چھ سال کے فرق کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے یہ کہنا کسی طرح غلط نہیں کہ

سید صبغت اللہ شاہؒ نے ۱۸۱۸ء میں سندھ سے اپنی تحریک کا جب کہ سید احمد بریلوی نے اس کی ابتداء چھ سال بعد ۱۸۲۴ء میں کی۔

سید صبغت اللہ شاہؒ جس علاقے یعنی سندھ میں رہائش پذیر تھے، اس کو دو دشمنوں سے خطرہ تھا۔ ایک طرف انگریز مکارانہ چالوں سے برِ صغیر کو گرفت میں لے رہے تھے، دوسری طرف سکھوں کی حریصانہ نگاہیں بھی سندھ پر تھیں۔

جب کہ سید احمد شہید جس علاقے میں قیام پذیر تھے (یعنی یو۔ پی وغیرہ) اس کو تا حال صرف انگریز سے خطرہ تھا۔ کیونکہ یہ علاقہ ابھی تک سکھوں کی پیش قدمی سے محفوظ تھا۔ سکھوں کی جولانگاہ زیادہ تر پنجاب اور سرحد کے صوبے تھے یا سندھ پر ان کی حریصانہ نگاہ تھی اس علاقے کو سکھوں سے کوئی خطرہ نہ تھا۔

سید احمد بریلوی نے اپنے علاقے سے دور سکھوں سے لڑائی کو ترجیح دی جب کہ پیر سید صبغت اللہ شاہ اوّلؒ نے اپنے وطن سندھ ہی میں سکھوں سے کئی گنا بڑے دشمن کو مد مقابل بنایا، پیر صبغت اللہ شاہ اوّلؒ نے سید احمد بریلوی کو عسکری امداد دی یا نہیں یہ الگ مسئلہ ہے اس میں کوئی دو رائیں نہیں ہیں کہ وہ جہاد کے بارے میں الگ الگ رائے رکھتے تھے۔

اب یہ طے کرنا مؤرخین اور محققین کا کام ہے کہ برِ صغیر میں مسلمانوں کا بڑا دشمن انگریز تھا یا سکھ، بعد والے حالات کو سامنے رکھ لیا جائے تو ساری بات وضاحت سے سامنے آجاتی ہے۔

پیر سید صبغت اللہ شاہ اوّلؒ نے دینی اور منصبی فرض کو پورا کرتے ہوئے اپنے وطن عزیز سندھ کے تحفظ کو اوّلیت دی اور مسلمانوں کے بڑے دشمن انگریز کو نشانہ بنایا جب کہ سید احمد بریلوی نے انگریز کے قابو میں نہ آنے والے سکھوں سے سرحد جا کر لڑائی کو ترجیح دی۔
اس کے علاوہ پیر سید صبغت اللہ شاہ اوّلؒ اور سید احمد بریلوی کے نظریات و عقائد ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھے۔ سید احمد شہید، محمد بن عبدالوہاب نجدی سے متاثر تھے جب کہ پیر سید صبغت اللہ شاہ ایک روحانی پیشوا اور اہل سنت و جماعت کے رہنما تھے"۔

(وطن جي آزادي جوھير وٗ از: حافظ خیر محمد اوحدی)

تاریخ کے ساتھ ناانصافی اور اپنے پرائے کے درمیان فرق کی لَے اس قدر بڑھ چکی ہے کہ انسان حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ نامور عالم اور محقّق مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے بارے میں کون نہیں جانتا کہ تاریخ ان کا موضوع ہے مگر بات غیر کی آئی ہے تو اُن کے قلم کی ٹھوکر ملاحظہ کیجیے۔ لکھتے ہیں:

"پیر سید صبغت اللہ شاہ ثانی پیر پاگارا کے زمانے میں حُروں نے بدامنی شروع کی اور اس وجہ سے انگریزوں نے ان کو پھانسی دی"۔

(پرانے چراغ، جلد اوّل: ۱۴۷)

اب سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ ع

سخن شناس نۂ دلبرا خطا ایں جا است

بطلِ حُریت، پیکر جہاد پیر سید صبغۃ اللہ شاہ ثانیؒ نے ع

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق

کا مظاہرہ کرتے ہوئے جس بے نظیر استقامت اور افلاک سے بڑے عزم و ارادے کا مظاہرہ کیا ہے اس سے نہ صرف سندھ بلکہ اسلامیانِ برِ صغیر کا سر فخر سے بلند ہو گیا ہے اور اس سے آخری دور کی اسلامی تاریخ انگشت بدنداں ہے کہ ع

ایسی چنگاری بھی یا رب اپنی خاکستر میں تھی

مولانا ندوی کو خود اس جلیل القدر خانوادے سے نسبت ہے اس لیے کہ انہیں خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری سے اجازت و خلافت حاصل ہے اور تاریخ کا معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ سلسلہ قادریہ راشدیہ کا یہ عظیم الشان خانوادہ خلیفہ صاحب کا پردادا پیر خانہ ہے۔ مگر بات تھی اپنے خاندان کی، یہاں نسبتوں کا کیا احترام؟ آخر یہ کیا طرفہ تماشا ہے کہ سید احمد بریلوی اور شاہ محمد اسماعیل کی سکھوں سے محاذ آرائی تو عین جہاد قرار پائے وہ مجاہد، غازی اور شہید فی سبیل اللہ ٹھہرائے جائیں، اُن پر کتابیں لکھی جائیں، مگر انگریز جیسی جہاندار اور جہانگیر قوت سے سر ہتھیلی پر رکھ کر ٹکرانے والے، پھانسی کے پھندے چوم کر گلے میں ڈالنے والے، گھربار، تن من دھن، قربان کرنے والے بدامن ٹھہریں۔ ع

کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

میرا خیال ہے کہ اہل نظر ہماری مجبوری کا احساس کریں گے ؎

لگے گی چوٹ بربط پر تو نالے پھوٹ نکلیں گے
اگر یہ بھی گراں گزرے تو کوئی زخمہ زن کیوں ہو

اگر انصاف دنیا سے رخصت نہیں ہو گیا تو انگریز کے خلاف پیر صبغت اللہ شاہؒ اوّل سے پیر سید صبغۃ اللہ شاہ ثانی شہیدؒ تک حُر تحریک کی تاریخی جدوجہد، مالی و جانی قربانیوں اور سرفروشی کی حیرت ناک داستانوں کا منصفانہ اور غیر جانبدارانہ جائزہ

لے کر کوئی محقق جناب سید احمد بریلوی اور شاہ محمد اسماعیل کی تحریک سے موازنہ کر کے ہمیں بتائے کہ استعماری قوتوں کی چولیں ڈھیلی کرنے والے اور اسے ہلانے والے اصل لوگ کون ہیں؟

تو کیا جناب سید ابوالحسن علی ندوی سید احمد بریلوی اور شاہ محمد اسماعیل کی تحریک کے سوا احیائے اسلام' آزادیِ وطن' اور غاصب قوتوں کے خلاف اُٹھنے والی ہر تحریک کو یہی ٹائیٹل عطا فرمائیں گے؟

انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی پیر شہید کے خلاف انگریز کی پراپیگنڈہ مشنری والی زبان بول رہے ہیں۔ پیر صاحب کی رُوح ان سے کہہ رہی ہے کہ ؎

نہ سنتے جو تم غیروں کی زبانی
بہت دلچسپ تھی میری کہانی

اب سارا ریکارڈ منظر عام پر آ گیا ہے۔ پیر شہید کی ذاتی ڈائری بھی چھپ گئی ہے۔ پیر سید صبغت اللہ شاہ ثانی شہید' پابند صوم وصلوٰۃ' متقی' متورع' شب خیز' عالم و فاضل' صاحب مطالعہ اور انتہا درجے کے بہادر اور نڈر انسان تھے۔ پھانسی کا حکم سنایا گیا تو آپ نے فرمایا:

''حق کے راستے میں شہادت حاصل کرنا میرے آباءواجداد کی سنت ہے ہم جس بات کو حق سمجھتے ہیں اس کی خاطر پھانسی چڑھ جانا عین عبادت سمجھتے ہیں ہم غلام بننے کے لیے پیدا نہیں ہوئے بلکہ غلامی کی زنجیریں توڑنا ہماری زندگی کا مقصد ہے''۔

۲۱ مارچ ۱۹۴۳ء کو اس سزا پر عمل ہوا۔

فضا از مشہد ما خونے دام می گیرد
کزو رنگین کند ہنگامہ روز قیامت را
بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

پیر شہید کی شہادت انگریز حکومت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئی اور پانچ سال نہ گزرے تھے کہ وہ بستر بوریا لپیٹ کر اپنے ناپاک قدموں سے برِصغیر کی دھرتی کو خالی کر گیا۔

پیر صاحب کی حُر جماعت نے جس بہادری اور بے جگری سے اس غاصب قوّت کا مقابلہ کیا اس سے خیر القرون کے مجاہدین کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں حُر مجاہدین نے پھانسی کے پھندوں، مال و جائیداد کی ضبطی، اور قید و بند کی سختیاں برداشت کیں، اور تو اور عورتوں، اور ضعیف العمر حُروں کی قربانیوں کے واقعات پڑھ کر انسان حیرت زدہ ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ کس مٹی سے بنے تھے ؎

باآں گروہ کہ از ساغر وفا مستند
سلامِ ما برسانید ہر کجا ہستند

امام العارفین مرشد حافظ الملّت حضرت سید محمد حسن جیلانیؒ سوئی شریف:

اسی جماعتِ اصفیاء اور قافلۂ عشق وشوق کے حدی خوانوں میں ایک انتہائی بلند اور ممتاز نام امام العارفین، پیشوائے اہلِ یقین، مرشد حافظ الملّت حضرت سید محمد حسن شاہ جیلانی علیہ الرحمۃ بانی خانقاہ قادریہ سوئی شریف (ضلع ڈہرکی) کا ہے۔ اس مہاجر سیّد زادے نے وطن مالوف پنجاب سے طلبِ مولیٰ میں ہجرت کی اور جب انہیں گوہر مقصود حضرت سید محمد راشدؒ کی شکل میں سندھ میں ملا تو اس نے سندھ ہی کو

اپنا وطن بنالیا ادھر سندھ نے اپنی روایت کے مطابق نہ صرف اپنا دامن اس کے لیے پھیلا دیا بلکہ اس کی صلاحیتوں کے مطابق اسے اعزاز و اکرام کی وہ بلند مسند پیش کی جس کا وہ صحیح معنیٰ میں مستحق اور حق دار تھا۔

پچیس برس کی عمر میں گھر سے نکلے تو جسم پر موجود تین کپڑوں کے سوا کوئی زادِ راہ ساتھ نہ تھا نہ یہ معلوم تھا کہ کہاں جانا ہے۔ بس عشق الٰہی اور محبتِ خداوندی کی سینے میں بھٹی سلگ رہی تھی ارادہ ہوا کہ ملتان مدینۃ الاولیاء اور اوچ مرکزِ اولیاء ہے شاید انہی شہروں میں کوئی ایسا مردِ راہ مل جائے جو اک نظر میں بیڑا پار کر دے۔ چنانچہ دیوانہ وار وطن سے نکل پڑے۔ عشق ہی دینی دنیوی امور کی کنجی ہے اور اسی جذبے نے انسان کو اس امانت کا حامل بنایا ہے جسے زمین و آسمان نہ اٹھا سکے ؎

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اوّلیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دین بت کدۂ تصورات

گھر سے نکلے، خانقاہوں کی زیارت کرتے مشائخ سے ملتے سرزمین سندھ میں داخل ہوئے۔ یوں تو ملتان اور اوچ اولیاء اللہ کے مشہور مراکز اور مدینۃ الاولیاء کے نام سے موسوم تھے مگر صاحب البرکات حضرت سید محمد حسن شاہ جیلانیؒ جس ہمائے طریقت کی تلاش میں تھے وہ تا حال انہیں دستیاب نہ ہوا تھا۔ اس زمانے میں عموماً لوگ دریا کے ذریعے سفر کرتے تھے، کہیں یہ سفر کشتیوں سے ہوتا تو کہیں بذریعہ خشکی ملتان اور اوچ میں روحانی تسکین نہ ہوئی تو آپ نے باب الاسلام سندھ کی طرف قدم بڑھایا۔ کیونکہ یہ وہ مبارک سرزمین تھی جہاں پہلی صدی ہجری ہی میں مجاہدوں، غازیوں اور بے سروسامان گدڑی پوش فقراء کی مقدس جماعتوں نے قافلہ در قافلہ اپنے مبارک قدم رکھے تھے بلکہ بعض روایات کے مطابق خود کچھ صحابہ کرامؓ کے

بابرکت افراد نے بھی اس خطے کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے منور فرمایا اور ان کے انفاسِ طیبہ کی خوشبو اس علاقے میں رچی بسی ہوئی تھی ؎

کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی
ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے

باب الاسلام سندھ نے شیخ ابو معشر سندھیؒ ایسے محدث، امام اوزاعیؒ ایسے فقیہہ، بایزید بسطامیؒ کے استاد ابو علی سندھیؒ ایسے صوفی، ابو العطاءؒ اور شیخ محمد حیاتؒ ایسے فُضلاء مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھویؒ اور ملاّ معین ٹھٹھویؒ ایسے یگانہ روزگار علماء، مخدوم نوح سرورؒ سید صدرؒ، سید عثمان مروندی لعل شہباز قلندرؒ، شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ اور منبع رشد و ہدایت سید محمد راشدؒ ایسے شمس وقمر پیدا کیے جن سے اسلام کا آسمان ہدایت آج بھی درخشاں اور منوّر ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ تلاش مرشد کے اس سفر میں ڈہرکی کے قریب حضرت سید محمد حسن جیلانیؒ کا گزر ہوا تو مولوی آفتاب احمد صاحب نامی ایک عالم دین اور اہل اللہ نے آپ کو حضرت سیّد محمد راشد علیہ الرحمۃ کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیا۔ بتایا جاتا ہے کہ مولوی آفتاب احمد کو آنحضور ﷺ کی بارگاہ میں حضوری کی سعادت حاصل تھی اور وہ اپنی ہر دفعہ کی حاضری میں حضرت سید محمد راشدؒ کو بارگاہِ نبویؐ کے مقربین میں دیکھتے تھے۔

حضرت سید محمد حسن جیلانیؒ علیہ الرحمۃ نے مرشدِ ارشد سے فیوض و برکات حاصل کرنے اور راہِ سلوک کے مقامات طے کرنے میں ایسی مستعدی اور ہمّت دکھائی کہ سالوں کا فاصلہ دنوں اور دنوں کا فاصلہ گھنٹوں میں طے ہوگیا۔ آپ گیارہ سو خلفاء میں ممتاز مقام کے مالک قرار دیے گئے اور حضرت صاحب الروضہ نے فرمایا

کہ بعض حضرات کو میں نے ان کی خواہش پر خلافت عطا کی ہے، بعض کو اپنی خواہش پر دی ہے مگر اس پنجابی سیّدزادے کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ اعزاز دیا گیا ہے۔

نگاہ بلند سخن دل نواز، جاں پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

سید العارفین، جنیدِ وقت حافظ الملّت:

یوں تو حضرت سید محمد حسنؒ نے اصلاح اخلاق و اعمال، اور جذبۂ اتباعِ سنّت، سے سارے علاقے کو رنگ دیا مگر آگے چل کر آپ کے فیض یافتگان میں حافظ الملّت صدیق الامّت، سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیقؒ کی شکل میں آسمانِ طریقت پر ایک ایسی شخصیت اُبھری جو صحیح معنی میں ابرِ بہار ثابت ہوئی اور اس نے رشد و ہدایت اور ایمان و ایقان کی بارش سے برِّ صغیر اور افغانستان کے ایک بڑے حصے کو جل تھل کر دیا۔

آپ نے آخریں دور میں رشد و ہدایت اور تلقین و ارشاد کا ایسا غلغلہ برپا کیا کہ جس سے غوث صمدانی، قطبِ ربانی، سید عبدالقادر جیلانیؒ، خواجہ نظام الدین محبوبِ الٰہی اور شیخ الاسلام بہاءُ الدّین زکریاؒ کی ہمہ گیر شخصیتوں کی یاد تازہ ہوگئی۔

آپ کی نگاہِ کیمیا اثر نے ذرّوں کو ہمدوشِ ثُریّا بنا دیا۔ مولانا عبید اللہ سندھی کی انقلابی جدوجہد ہو یا سید تاج محمود امروٹی کی غاصب انگریز کے خلاف پرجوش تحریک، یہ سب حافظ الملّتؒ ہی کے نگاہ فیض کا نتیجہ تھیں۔ آپ نے بارہا اپنی زندگی کے دو مقصد بیان فرمائے۔ اتباعِ سنّت کا جذبہ اُبھارنا اور انگریز کو اس ملک سے نکالنا۔

کیا خوب کہا ہے میر حسّان الحیدری نے ؎

خاک سندھ از دم او تا بندہ شد
مردہ دلہا از قُمِ او زندہ شدہ

اعلیٰ حضرت سید محمد راشد کے فیض یافتگان کا یہ سلسلہ اسلام کے تازہ دم اور پُر جوش غازیوں اور مجاہدوں کا ایسا سلسلہ ہے جس نے آزادی، حرّیت فکر، اتباع سنّت اور سرفروشی کی زرّیں تاریخ، رقم کی ہے۔ گویا آخری آپ ہی کا دور ہے آپ بجا طور پر کہہ سکتے ہیں ؎

اُٹھائے کچھ ورق لالہ نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

مشہور انقلابی رہنما اور مفکر مولانا عبید اللہ سندھی نے آپ ہی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، بیعت سے سرفراز ہوئے مولانا سندھی کا بیان ہے کہ ''میں چند ماہ حضرت حافظ الملّت کی صحبت میں رہا، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ اسلام میری طبیعت ثانیہ بن گیا۔ مولانا سندھی نے آپؒ نے کے لیے جنیدِ وقت اور سید العارفین کے الفاظ استعمال کر کے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا، اسے حُسنِ اتفاق یا نسبت کی ہم آہنگی سمجھنا چاہیے کہ ایک پنجابی سید زادہ (حضرت جیلانیؒ) حضرت سید محمد راشد علیہ الرحمۃ کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہو کر ہمیشہ کے لیے سندھی بن جاتا ہے تو دوسرا غیر مسلم پنجابی (مولانا سندھی) صاحب الروضہ سید محمد راشد علیہ الرحمۃ کے نامور خلیفہ حافظ الملّت کی نگاہ کیمیا اثر کا شکار ہو کر نہ صرف دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے بلکہ وطنی رشتہ دینی رشتے پر قربان کر کے ہمیشہ کے لیے سندھی بن جاتا ہے۔ سچ ہے ع

رشتۂ عشق از نسب محکم تر است

مولانا عبید اللہ سندھی نے اپنی ساری انقلابی جدوجہد کو اپنے مرشد سید العارفین

ہی کے فیض صحبت کا نتیجہ قرار دیا' مولانا سندھی نے اپنے مرشد کے لیے روایتی آداب والقاب کے برعکس بالکل نئے اور مبنی بر حقیقت القاب پیش کیے ہیں اور وہ ہیں ''جنیدِ وقت'' اور ''سید العارفین''۔

انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج مولانا سندھی کے بعض نام لیوا یہ مخصوص القاب جو ایک طرح سے حضرت حافظ الملّت کے نام کا جز بن گئے ہیں۔ بعض خاص مکاتب فکر کے مکتبی مولویوں کو دینے لگے ہیں' تاریخی چیزوں کو خلط ملط کرنے کے ساتھ ساتھ یہ لوگ خود مولانا سندھی کی روح کے لیے بھی اذیت کا موجب بن رہے ہیں۔

اسی طرح بعض حضرات مولانا سندھی کے ایک برادر طریقت کو دبے لفظوں میں ان کا مرشد لکھنے لگے ہیں نیز مولانا سندھی کی تجدید بیعت کا سفید جھوٹ بھی گھڑ لیا گیا ہے۔ یہ ابتدائی طور پر جھوٹ کی بنیاد ہے اسے اتنا دہریا جائے گا کہ بالآخر سچ نظر آنے لگے گا۔ دراصل یہ مخفی سازش اعلیٰ حضرت محمد راشد علیہ الرحمۃ سے بطل جلیل سید صبغۃ اللہ شاہ شہید ثانی اور قائد حریت حافظ محمد صدیق علیہ الرحمۃ تک ساری تاریخ پر لکیر پھیر کر مولانا سندھی اور دیوبند' دیوبند اور مولانا سندھی کی خود ساختہ تاریخ بنانے کی سعی لاحاصل ہے۔ دیوبند سے حافظ الملّت کے پروردہ اور مرید مولانا سندھی اور حافظ الملّت کے خلیفہ مولانا غلام محمد دین پوری کے خلیفۂ مجاز مولانا سید حسین احمد مدنی کو الگ کر دیا جائے تو اس کے پاس بچتا کیا ہے؟ شیخ الہند مولانا محمود حسن کے بارے میں انڈیا آفس لائبریری کی مخفی رپورٹوں میں صاف بتایا گیا ہے کہ دیوبند میں سرکشی کا آغاز عبید اللہ سے ہوا اور اس نے صدر مدرس محمود حسن کو اپنا ہمنوا بنالیا۔

مشہور صحافی اور قومی کارکن مولانا دین محمد وفائی مدیر ماہنامہ ''توحید'' کراچی'

مولانا سندھی کی زندگی کے آخری چار ماہ یعنی ۲۲ اگست ۱۹۴۴ء مولانا کی وفات تک رات دن مولانا کے ساتھ رہے۔ مولانا کی وفات کے صرف دو ماہ بعد یعنی اکتوبر ۱۹۴۴ء میں انہوں نے اپنے ماہنامے ''توحید'' میں ''امام سندھی جا آخری چار مہینا'' کے عنوان سے چشم دید واقعات و مشاہدات پر تفصیلی مضمون لکھا ہے (خیال رہے کہ مولانا وفائی مسلکاً اہل حدیث تھے) اس میں مولانا سندھی کی تادم آخر اپنے مرشد کے ساتھ عشق کی حد تک محبت و عقیدت' بھرچونڈی شریف کے درودیوار سے والہانہ لگاؤ' شدید بیماری اور بڑھاپے کے باوجود اپنے مرشد کے عرس میں شرکت کے لیے بے قراری اور شرکت' ذکر جہری کے بعد مراقبہ میں تصور شیخ' اپنے آپ کو حافظ الملّت کی خانقاہ کا معمولی فقیر قرار دینا' زمین پر سونا' اصرار کے ساتھ لنگر کا دال دلیہ کھانا' ایسے واقعات ہیں جنہیں پڑھ کر بے ساختہ آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں گویا مولانا سندھی کا نظریہ یہ تھا۔

تا ز مئے خانہ و مئے نام ونشاں خواہد بود — سر ما خاک رہ پیر مغاں خواہد بود
حلقۂ پیر مغانم ز ازل در گوش است — ما ہما نیم کہ بودیم و ہماں خواہد بود
بر زمینے کہ نشان کفِ پائے تو بود — سالہا سجدہ صاحب نظران خواہد بود

ہمارے نئے اور یک رُخے محققین کو نہ مجاہدِ اسلام سید صبغۃ اللہ شاہ اوّل پیر پاگارا سے بطلِ حُریت سید صبغۃ اللہ شاہ ثانی شہید تک کی خون سے رنگین تاریخ نظر آتی ہے نہ حافظ الملّت کی افلاک سے بڑے حوصلے پیدا کرنے والی نگاہ کے پیکر سید تاج محمود امروٹی'' ' ملاّ محمد حسن دُرّانی اور خلیفہ عبدالرحمٰن کابل' کی انگریز کے خلاف مردانہ وار جدوجہد نظر آتی ہے۔ ہمیں دیوبند سے کوئی پرخاش نہیں ہے مگر کیا برِصغیر میں اور کسی تنظیم' تحریک یا جماعت کا وجود نہیں ہے؟ دیوبند سے مولانا سندھی کو

جو تعلقِ خاطر ہے ہم اس سے اچھی طرح آگاہ ہیں، دو باتیں ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہییں ایک یہ کہ مولانا سندھی جہاں دیوبند کو بطور ایک مکتب فکر کے پیش کرتے ہیں اس سے ان کی مراد دیوبند کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے سیاسی و عمرانی نظریات کا ادارہ، غاصب قوتوں سے آزادی کا مکتب فکر، اور ایک روشن خیال اور اصلاحی تحریک کی شکل دینے اور اس صورت میں اسے پیش کرنا ہے، اس سے مولانا سندھی کا مقصد اُن رجعت پسند مولویوں کا ادارہ نہیں ہے جو صرف میلاد، گیارہویں اور عرسوں وغیرہ کے خلاف اپنی ساری توانائیاں خرچ کرتے ہوئے اصل دین کا کام انہی باتوں کو سمجھ رہے ہیں، ایسا نہ ہوتا تو وہ عام رجعت پسند دیوبندی علماء کے ساتھ ساتھ دیوبند کے اربابِ بست و کشاد خود مولانا تھانوی، مولانا محمد احمد مہتمم دارالعلوم دیوبند اور بعض اوقات مولانا مدنی تک دیوبند کے اکابر کو وہ صلواتیں نہ سناتے جو انہوں نے جگہ جگہ سنائی ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ حُریت فکر اور آزادی کا جذبہ دیوبند نے مولانا سندھی میں پیدا کیا ہے؟ یا خود دیوبند میں یہ بارود مولانا سندھی کا بھرا ہوا ہے، تاریخی شواہد اور حقائق کی روشنی میں دیکھا جائے تو مولانا سندھی آزادی وطن کی اُس عدیم النظیر تحریک کے پروردہ اور رکن رکین تھے جو مجاہد اسلام پیر سید صبغۃ اللہ شاہ اوّل پیر پاگارا سے شروع ہوئی اور جانی و مالی قربانیاں دیتی ہوئی حافظ سید العارفین حافظ محمد صدیق علیہ الرحمۃ تک اپنے کمال اور نقطۂ عروج کو پہنچ گئی، اس ساری تاریخ کو اصل پس منظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے ؎

کچھ بلبلوں کو یاد ہیں کچھ قمریوں کو حفظ
عالم میں ٹکڑے ٹکڑے میری داستاں کے ہیں

مولانا عبیداللہ سندھی کے نام پر مر مٹنے اور سب کچھ قربان کرنے والے میر محمد امین خان کھوسو نے راقم سے خود بیان کیا کہ (واضح رہے کہ میر محمد امین خان پرانے علیگ، متحدہ ہندوستان میں قانون ساز اسمبلی کے ممبر، اعلیٰ تعلیم یافتہ، خاندانی فرد اور پکے کانگریسی تھے، وہ لطیف حس اور عالی دماغ انسان تھے، مجاہد اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن صاحب بھرچونڈی شریف سے بیعت اور اُن سے عشق کی حد تک لگاؤ رکھتے تھے):

''مولانا عبیداللہ سندھی آخری عمر میں وفات سے تھوڑا عرصہ قبل کراچی میں کافی بیمار تھے زندگی کی امیدیں آہستہ آہستہ ختم ہو رہی تھیں مجھے حاضری کا شرف حاصل ہوا تو مولانا سندھی نے مجھے فرمایا محمد امین تم میرے سامنے بیٹھو! میں تمہیں دیکھوں اور آخری سانس اپنے رب کے حوالے کروں اس لیے کہ تم میرے مرشد کی جماعت کے فرد ہو''۔

چونکہ میر محمد امین خان کھوسو کا تعلق بھرچونڈی شریف سے تھا ایک ہی جماعت سے تعلق کے حوالے سے مولانا سندھی کو ان کی رفاقت سے آشنائی اور دل میں فرحت محسوس ہو رہی تھی۔

یہ واقعات پڑھ کر مولانا سندھی کی اپنے مرشد سے وابستگی، صحابہ کرام کے ذوق وشوق اور محبت وارادت کو تازہ کر دیتی ہے۔

پھر تقریباً اپنی ہر کتاب میں مولانا سندھی نے اپنے شیخ کا ذکر کیا ہے، سیدالعارفین حضرت حافظ محمد صدیقؒ کے دوسرے خلفاء مولانا سید تاج محمود امروٹی اور ملا محمد حسن قندھاری کی انگریز کے خلاف مجاہدانہ جدوجہد کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ حریتِ فکر

اور جذبۂ جہاد اعلیٰ حضرت سید محمد راشد سے ورثے کے طور پر اس جماعت میں آیا تھا جو خود جہاد پر بیعت لیتے تھے' اصلاح اعمال و اخلاق' اتباعِ سنّت اور بدعات و منکرات اور استعماری قوتوں کے خلاف اس عظیم تحریک کا مرکزی نقطہ سید محمد راشد علیہ الرحمۃ ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔ ان امور کی پرکار اسی نقطے سے اُٹھ کر گھومتی رہی ہے۔

یک چراغیست دریں دہر کہ از پرتوِ آں
ہر کجا مے نگری انجمنے ساختہ اند

حافظ الملّت حضرت حافظ محمد صدیق علیہ الرحمۃ نے کسی بیرونی یا خارجی چیز کا سہارا لیے بغیر اپنی جماعت میں محبت الٰہی اور اتباعِ نبویؐ کا جذبہ اس طرح اُبھارا کہ اُن کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف رضائے الٰہی بن گیا۔ ان کے دل و دماغ پر ہر وقت یہی ایک دُھن سوار تھی گویا ؎

نیست بر لوحِ دلم جز الف قامتِ یار
چہ کنم حرف دگر یاد نہ داد استادم

کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ سید العارفین اپنے چند درویشوں کو فنا فی اللہ کے مدارج سمجھا رہے تھے آپ کھڑے تھے' ہاتھ میں عصا تھا کوئی اہم یا تاکیدی بات کرتے تو عصا زمین سے قدرے بلند کر کے پھر زمین پر سیدھا مارتے جس سے اس کی لوہے کی پتلی نوک زمین میں دھنس جاتی۔ آپ بار بار یہ عمل دُہرا رہے تھے کہ اتفاقاً ایک درویش نے اپنا ننگا پاؤں آگے بڑھایا۔ آپ نے کسی نکتے کی وضاحت میں حسب معمول عصا زور سے مارا تو عصا کی نوک درویش کے پاؤں پر آئی اور آر پار ہوگئی۔ درویش محبت الٰہی میں اس قدر غرق تھا کہ اسے تن بدن کا ہوش تک نہ تھا۔ اس نے جھر جھری تک نہ لی۔ آپ نے دوبارہ عصا اوپر اٹھانا چاہا تو دقت اور کھچاوٹ محسوس ہوئی۔

دیکھا گیا تو پتہ چلا کہ عصا کی نوک درویش کا پاؤں چیر کر پار ہوگئی ہے مگر اسے خبر تک نہیں ہوئی ع

عشق کارے است کہ بے آہ و فغاں نیز کنند

آپ نے فوراً دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اللہ! میں نے ہزاروں کی تعداد میں ایسے دیوانے کھڑے کر دیے ہیں جنہیں تیری محبت' تیرے نام کی حلاوت اور تیرے ذکر کی چاشنی میں تن بدن کی بھی خبر نہیں''۔ (حیاتِ غفاریہ' سوانح حیات حضرت پیر خواجہ عبدالغفار نقشبندی سندھ)

سچ ہے ؎

آں کس کہ تراشناخت جاں را چہ کند
فرزند و عیال و خانماں را چہ کند
دیوانہ کنی دہر دو جہانش بخشی
دیوانہ تو ہر دو جہاں را چہ کند

آپ کے نامور خلیفہ سید تاج محمود امروٹیؒ کی روایت کے مطابق سید العارفین کو بارگاہِ نبویؐ میں حضوری کی کیفیت حاصل تھی۔ ملک کے نامور ادیب' محقق' نقاد' مصنف خانوادۂ جیلانیہ کے چشم و چراغ اور میرے دیرینہ کرم فرما سید انیس شاہ صاحب جیلانی محمد آباد سنجر پور نے اپنی تازہ تصنیف ''معاصرینِ مبارک'' میں سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کے بارے میں اپنے والدِ گرامی جناب سید مبارک شاہ جیلانی کی تحریر کی شکل میں ایک واقعہ درج کیا ہے اگرچہ یہ واقعہ بھرچونڈی شریف کے معمر فقراء سے پہلے بھی سننے میں آتا رہا ہے مگر واقعے کے ایک ذمہ دار فریق کا تحریری بیان اس کی صداقت اور ثقاہت پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ

زُبدۃ العارفین حضرت پیر سید محمد شاہ صاحب جیلانی علیہ الرحمۃ خانوادۂ جیلانیہ اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے نہایت ہی بلند مرتبہ بزرگ تھے آپ نے گھوٹکی سے نقل مکانی کر کے سنجر پور تحصیل صادق آباد کے قریب سکونت اختیار فرمائی اور یہ قریہ بعد میں محمد آباد کے نام سے موسوم ہوا' حضرت پیر سید محمد شاہ جیلانیؒ نے رُشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں انہیں بہت برکت عطا فرمائی۔ عوام و خواص کے ایک بڑے طبقے نے اُن کی طرف رجوع کیا شہرت دور دور تک پہنچی تو ہزاروں لوگ اکتساب فیض کے لیے حاضری دینے لگے۔ اچانک آپ کو کوئی روحانی عقدہ پیش آ گیا جسے تصوف کی اصطلاح میں قبض کا نام دیا جاتا ہے۔ آپ نے روحانی طور پر دو تین دفعہ سرورِ عالم ﷺ کی خدمت میں اس کیفیت کی عُقدہ کشائی کے لیے عرض کیا۔ ایک دن آپ بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک آدمی نے باریابی کے لیے اجازت چاہی۔ پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میرا نام عبدالغفار ہے (سید العارفین کے نامور خلیفہ جید عالم دین مولانا عبدالغفار مہر خان گڑھ شریف ضلع گھوٹکی) میں آپ کو درپیش عُقدہ حل کرنے کی خاطر آیا ہوں۔ حضرت سید محمد شاہ صاحب جیلانی نے فرمایا مگر میں نے تو بارگاہ نبوی میں اس کے لیے عرض کیا ہے اور کسی بھی شخص سے اس سلسلے میں میری بات تک نہیں ہوئی۔ خلیفہ صاحب نے فرمایا آپ کی درخواست پر سرورِ عالم ﷺ نے میرے شیخ سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق بھرچونڈی شریف کو حکم دیا ہے کہ اپنا کوئی خاص آدمی بھجوا کر یہ مسئلہ حل کراؤ۔ مجھے سید العارفین' حضرت حافظ محمد صدیقؒ نے اسی مقصد کے لیے روانہ کیا ہے۔ چنانچہ خلیفہ صاحب خان گڑھی نے حضرت پیر سید محمد شاہ جیلانیؒ کی قبض والی کیفیت بسط میں تبدیل کی عُقدہ حل کیا اور پھر ایک تحریر لکھی جس میں سارے واقعے کی تفصیل کے بعد یہ بھی لکھا کہ میں نے کسی (مرشد)

کے حکم پر یہ خدمت انجام دی ہے۔ محبِّ گرامی سید انیس شاہ جیلانی نے لکھا ہے کہ چند سال پہلے تک یہ تحریر میرے پاس محفوظ تھی اب مبارک اردو لائبریری کے ڈھیر میں کہیں اوپر نیچے ہوگئی ہے مل نہیں رہی۔ (معاصرین مبارک از: سید انیس شاہ جیلانی)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سید العارفین حافظ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کی باطنی نسبت براہِ راست ذاتِ نبویؐ سے استوار تھی۔

آپ کے دامن عقیدت سے وابستہ ہونے والے بیشتر خلفاء کے مطابق آپ کی زندگی اسلام کا جیتا جاگتا پیکر تھی۔ ایک دفعہ آپ نے اپنی جماعت کے لوگوں سے فرمایا کہ اسلام یہی ہے جو تم لوگ اس ماحول میں مشاہدہ کر رہے ہو۔

راقم السطور کے نزدیک صاحب الروضہ حضرت سید محمد راشدؒ کی ہمہ جہت شخصیت کے مختلف اور متنوع کمالات و فیوض کو جس طرح حضرت حافظ المِلّت نے سمیٹا، جذب کیا اور آگے بڑھایا وہ صرف انہی کا حصہ ہے۔

حافظ المِلّت کے کام کی نوعیت تاریخ کا ایک مستقل باب ہے مختصراً ہم اس طرح اس کے عنوانات قائم کر سکتے ہیں۔

......> حافظ المِلّت نے طریقت کو روایتی پیری مریدی، تعویذ گنڈوں، جھاڑ پھونک، کشف و کرامات اور منکرات و بدعات سے نکال کر حُسنِ عمل، اتباعِ سنّت اور حُریتِ فکر کی تحریک میں تبدیل کیا۔

......> انگریزی تسلّط کے بعد ایک طرف اسلامی اقدار حیات، نظریہ تعلیم، اور ثقافت و تمدّن پر مغربی تہذیب کے شعوری اثرات شروع ہوئے تو دوسری طرف انگریز نے اپنے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو دبانے کے لیے اپنی ترکش کے سارے تیر بیک وقت چلانے شروع کر دیے اس دارو گیر سے بڑے بڑے لوگوں کے پاؤں

اکھڑنے لگے، بیشتر یا تو گوشہ نشین ہو گئے یا تقیہ کی آڑ لے کر مصلحت کوشی سے کام لینے لگے، ان حالات میں تصوّف کے خانوادوں میں صرف حضرت سید محمد راشد علیہ الرحمۃ اور اُن کے فیض یافتہ حافظ الملّت علیہ الرحمۃ ہی کے سرفروش خانوادے ہیں جنہوں نے یہ کہہ کر اپنی راہ سب سے الگ اختیار کی۔ ع

نرفتہ ایم براہے کہ کارواں رفتہ است

حافظ الملّت کے ایک سو پانچویں عرس پر آپ کی یاد میں منعقد ہونے والی عظیم الشان کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اس وقت کے وفاقی وزیر اور نامور ادیب مولانا کوثر نیازی نے کہا تھا کہ:

''انگریزوں کو اس ملک سے نکالنے اور اس کے خلاف جہاد کرنے میں جن مجاہدین کا بڑا کنٹری بیوشن ہے مجاہدین کے اس سلسلہ عالیہ کے سرخیل حضرت سید محمد راشدؒ (صاحب الروضہ) ہیں، آگے ان کے خلیفہ حضرت حافظ محمد صدیق قادریؒ کی گدی نے انگریزوں کے خلاف خوب جہاد کیا لیکن ساتھ ساتھ فکری تحریک، علمی تحریک اور سیاسی تحریک کو بھی معراج کمال تک پہنچایا، جہاد کے نام پر بھرچونڈی شریف سے جو تحریک اٹھی اس کی مثال ہندوستان اور پاکستان کی کوئی خانقاہ اور کوئی سلسلہ تصوف پیش نہیں کر سکتے۔

امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی کو ہر پڑھا لکھا شخص جانتا ہے وہ ایک درویش، ایک ابوذر وقت اور ایک مجذوب تھے، وہ اسی خانقاہ کے پروردہ اور تربیت یافتہ تھے''۔ (معارف حافظ الملّت: ۱۰۵، مطبوعہ حافظ الملّت اکیڈمی بھرچونڈی شریف)

......> سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق علیہ الرحمۃ نے اپنے مریدین و معتقدین میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کی ۔ آپ نے غیر مشروط اطاعت صرف اللہ تعالیٰ اور آنحضور ﷺ کے لیے خاص قرار دی مرشد کو مقصود بالذات نہیں بلکہ رضائے الٰہی اور اطاعتِ خداوندی کا ذریعہ قرار دیا' آپ نے مریدین و معتقدین میں اپنے مرشد حضرت سید محمد راشد علیہ الرحمۃ کی انقلابی تعلیمات کا رنگ بھرا۔ اعلیٰ حضرت سید محمد راشد کی جماعتِ احرار کو جن اہم امور کا پابند کیا گیا تھا مشہور محقق ڈاکٹر نبی بخش بلوچ ان کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''یہ جماعت اطیعو اللہ واطیعو ا الرسول واولی الامر منکم کے قرآنی حکم پر پوری طرح کاربند رہتی آئی ہے یہ جماعت اپنے مرشد کو اولی الامر منکم کی حیثیت میں سمجھتی ہے اور اس کے ہر ایسے حکم کو جو خلاف شریعت نہ ہو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے یہ طریقت کا ایسا اصول ہے جسے اسلامی تصوف کے ہر سلسلے میں بنیادی نکتہ سمجھا جاتا ہے اسے کسی طرح بھی غیر اسلامی نہیں کہا جا سکتا۔

اس جماعت کو صوم وصلوٰۃ پابندی سے قائم رکھنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ اسے ساز و سرود منع کیا گیا ہے اس کے افراد رنگین کپڑے نہیں پہن سکتے انہیں ننگے سر پھرنے کی ممانعت کی گئی ہے' انہیں ہر نماز عشاء کے بعد ذکر جہری کا پابند کیا گیا ہے انہیں اپنے چہرے کو سنّت رسول کے مطابق داڑھی سے آراستہ کرنے کی تاکید کی گئی ہے انہیں ہمیشہ پاکیزگی اور طہارت سے رہنے کی تاکید کی گئی ہے اس جماعت کو ہمسایوں سے بہتر روابط رکھنے' جھوٹ نہ بولنے' نشہ آور چیزوں سے پرہیز کرنے اور شرافت

بُردباری، حق گوئی اور نیک نیتی جیسی اسلامی اقدار پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی گئی ہے"۔ (وطن جی آزادی جو ہیرو)

سندالوصلین حضرت پیر سید حزب اللہ شاہ تخت دھنی (صاحبِ تخت) علیہ الرحمۃ پیر پاگارا سوم جو حافظ الملّت کے ہم عصر اور آپ کے دادا پیر کے جانشین تھے، بہت بڑے عالم فاضل، شاعر اور باکمال بزرگ تھے۔ آپ نے حافظ الملّت کے بارے میں فرمایا کہ مثنوی مولانا روم میں ولی کی جو تعریف بیان کی گئی ہے وہ سب کی سب حافظ محمد صدیق میں پائی جاتی ہے۔ ایک دفعہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حافظ محمد صدیق قرآن پڑھتے ہیں تو معلوم یوں ہوتا ہے جیسے قرآن لوح محفوظ سے ابھی اُتر رہا ہے۔

.....> آپ نے قرآن مجید کی تعلیم، ترویج اور اسے صحتِ مخارج کے ساتھ پڑھنے میں ایک نئے دبستان کا آغاز فرمایا۔ پورے سندھ اور سابق ریاست بہاول پور کی بستی بستی، قریے قریے میں قرآن مجید کے مدارس کا آپ نے جال بچھا دیا۔ آپ کی جماعت میں قرآن مجید کے ساتھ محبت اور شغف کا یہ عالم تھا کہ بعض گوٹھ اور بستیاں مکمل حفاظ قرآن کی بستیاں بن گئیں یعنی مرد، عورتیں دس بارہ سال کی عمر کے تمام بچے حفظ قرآن کی نعمت سے شاد کام ہوتے، رات کے پچھلے سمے ہر گھر سے قرآن مجید کے دور اور ترانوں کی آواز بلند ہو رہی ہوتی، گویا ان کا وظیفہ ہی اللہ کا ذکر اور اس کی یاد تھی ۔

نیست بر لوح دلم جز الف قامتِ یار
چہ کنم حرف دگر یاد نہ داد استادم

ترتیل، صحت مخارج اور الفاظ کی خوب صورت ادائیگی کی وجہ سے حافظ الملّت کی

جماعت کی قرأت ان کی پہچان بن گئی۔

......> مساجد کی تعمیر' آبادی اور مساجد کے ساتھ خصوصی لگاؤ آپ کی جماعت مریدین کا شعار قرار پا گیا۔ آپ کے حلقہ بگوش جہاں جاتے ان کا ٹھکانہ مسجد ہوتی۔ آپس میں ملتے تو تلاوت قرآن' نوافل' تہجد اور خدمت خلق کی قیل قال کرتے۔

......> اتباعِ سنت' ردِّ بدعات و منکرات کے ساتھ ساتھ توہم پرستی' غلو' بے جا خوش عقیدگی' فرضی مزارات و مکانات کی عقیدت اور مزارات کو سجدوں وغیرہ کے خلاف اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آنحضور ﷺ کے عشق سے معمور حافظ الملّت کی یہ تحریک آپ کے خلفاء کے ذریعے یوپی' پنجاب' بہاول پور' سندھ' بلوچستان' افغانستان اور عراق تک پھیل گئی۔

اس سے تصوّف و طریقت کو نئی زندگی مل گئی اور ان علاقوں میں دین کی ایک تازہ اور نئی اسپرٹ پیدا ہوگئی' حافظ الملّت نے پیری مریدی کی بجائے خانقاہ' ادارے اور مکتب فکر کی بنیاد رکھی۔

......> بھرچونڈی شریف کے مریدین و معتقدین کا سلسلہ پاکستان کے چاروں صوبوں کے علاوہ ہندوستان' افغانستان اور کئی دیگر ممالک تک پھیلا ہوا ہے یہ تعداد لاکھوں میں ہے لیکن ہر جگہ یہ لوگ اپنی اسلامی شکل وصورت' قادری ٹوپی' اتباع نبوی میں سیدھے گریبان کے کرتے' دو وقت ذکر بالجہر' نماز کے اہتمام کی وجہ سے صاف پہچانے جاتے ہیں کہ ان کا تعلق بھرچونڈی شریف سے ہے۔

......> بھرچونڈی شریف کی جماعت ہر قسم کی نشہ آور چیزوں' راگ و سرود' رنگین کپڑوں سے احتراز کرتی ہے۔

......> یہ جماعت علم کی شیدائی' علماء کی محبّ اور ہر بات میں کتاب و سنّت کو معیار

ومدار سمجھتی ہے۔ اس جماعت کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ موجودہ دور تک اس کا ہر سجادہ نشین شریعت کا پابند' اسلامی شکل وصورت کا مالک' پنج وقتہ نماز' جمعہ اور عیدین خود پڑھانے والا' مخدومیت' امتیاز اور کسی بھی قسم کی خصوصیت سے بے نیاز' انکسار اور تواضع کا پیکر رہا ہے۔

......> خانقاہ بھرچونڈی شریف سندھ میں اقلیتوں کی محافظ' مظلوموں کی پناہ گاہ اور بے سہارا و بیکس لوگوں کے لیے دارالامن اور دارالکفالت ہے۔

......> یہ خانقاہ اتحاد بین المسلمین کی نقیب اور مختلف مذاہب کے درمیان ہم آہنگی کا ایک قابل ذکر پلیٹ فارم ہے۔ یہ خانقاہ لولے لنگڑے اور معذرت خواہانہ انداز کی بجائے شان وشکوہ اور دبدبے والے اسلام کی نمائندہ ہے۔

......> اس خانقاہ میں ہر سال سینکڑوں کی تعداد میں غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہوتے ہیں خانقاہ اسلامی برادری کا ذمہ دار فرد بنانے کے لیے ان کی تعلیم' تربیت' شادی بیاہ' روزگار اور رہائش وغیرہ کا بہتر انداز میں بندوبست کرتی ہے۔

......> سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کے تربیتی اصولوں پر پوری طرح عمل کیا جاتا ہے۔ اہلِ بیت نبوت افراد کا مثالی احترام کیا جاتا ہے ہر وارد و صادر کے لیے لنگر کا انتظام ہر وقت موجود رہتا ہے۔

جامعہ صدیقہ احیاء الاسلام:

سیّد العارفین' حافظ الملّت حضرت حافظ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کے قائم کردہ مدرسے کو فخر المشائخ حضرت پیر عبدالخالق قادری بالقابہ امیر مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان وسجادہ نشین خانقاہ بھرچونڈی شریف نے جدید خطوط پر استوار کیا ہے۔ یہ ادارہ اپنی دیدہ زیب اور پُر شکوہ عمارت' جدید نصاب تعلیم' کمپیوٹر کلاسز' اور سینکڑوں کی

تعداد میں ذیلی مدارس کی وجہ سے یونیورسٹی کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔
سالانہ حافظ الملّت کانفرنس کے موقع پر حفاظ قرآن' اور فارغ التحصیل ہونے والے حفاظ اور علماء کو سند فراغت اور دستار فضیلت عطا کی جاتی ہے یہ تعداد بعض اوقات سینکڑوں تک پہنچ جاتی ہے۔

تبلیغی اجتماعات:

یوں تو مشائخ بھرچونڈی شریف کے پانچ سالانہ عرس' عیدین' محرم الحرام' عید میلاد النبیؐ' رمضان المبارک کا سارا مہینہ اور جمعہ کے اجتماعات تاریخی اور ملک کے کونے کونے سے آنے والے ہزاروں افراد پر مشتمل ہوتے ہیں مگر جو چیز انہیں روایتی اجتماعات اور عرسوں کی عام تقریبات سے امتیاز اور انفراد عطا کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ہزاروں کے اجتماع نشستند گفتند برخاستند کی بجائے اتباعِ سنّت کے تجدید عہد' احتسابِ نفس' نماز باجماعت' حلقۂ ذکر' تلاوت قرآن اور مواعظہ حسنہ' کے ساتھ ساتھ دردمندی' محبتِ الٰہی' خدمت' انکساری کا تازہ جذبہ لے کر اپنی اپنی منزلوں کو روانہ ہوتے ہیں۔ بیشتر لوگ توبہ کے آنسو سے گناہوں کے دفتر دھو کر اپنے آپ کو سبک بار محسوس کرتے ہیں یہی تزکیہ باطن' احسان اور اسلامی تصوّف کا حاصل ہے کیا خوب فرمایا ہے حضرت اقبالؒ نے

فقرِ قراں احتساب ہست و بود
نے رباب و رقص و مستی و سرود

حافظ الملّت کانفرنس:

حُریت و آزادی کے اس علمی و روحانی ادارے اور تعمیر سازی کی عظیم تحریک کے بانی سید العارفین' جنیدِ وقت حافظ الملّت' حضرت حافظ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کے

سالانہ عرس ۱۰ جمادی الاخریٰ کے موقع پر حافظ الملّت کانفرنس کے نام سے ایک بین الملکی کانفرنس منعقد ہوتی ہے جس میں بلا مبالغہ لاکھوں افراد شامل ہوتے ہیں۔ ملک بھر کے دانشور، محقق، سکالرز، پروفیسرز، علماء فضلاء اور شعراء اپنے اپنے مقالات پیش کرتے ہیں۔ تقاریر ہوتی ہیں، منظوم خراج عقیدت پیش کیے جاتے ہیں۔ تمام شرکاء اور معزز مہمانوں کے لیے اعلیٰ قسم کے وسیع لنگر کا اہتمام ہوتا ہے۔ مہمانوں کو زادِ راہ، تحفے تحائف کے علاوہ ہر قسم کی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔ یہ سارے اخراجات حضرت پیر عبدالخالق صاحب سجادہ نشین خود برداشت کرتے ہیں اور سارے پروگرام کی براہِ راست نگرانی کرتے ہیں اس وقت خادم و مخدوم اور مرید و مرشد کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا ع

تمیز بندہ و آقا فسادِ آدمیت ہے

مجلسِ شوریٰ:

حافظ الملّت سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کی اس تحریک یعنی جماعت کے تنظیمی معاملات، ان کے باہمی چھوٹے بڑے مسائل، جامعہ احیاء الاسلام اور اس کی ذیلی شاخوں کی نگرانی، لنگر کے انتظامات، حافظ الملّت اکیڈمی اور رفاہی ادارہ جات کے علاوہ لاکھوں پر مشتمل جماعت کے علمی و روحانی پروگراموں اور رہنمائی کے لیے حضرت پیر عبدالخالق صاحب سجادہ نشین بھرچونڈی شریف نے وشاورھم فی الامر اور امرھم شوری بینھم کی تعمیل میں جماعت کے صاحبِ علم، اربابِ فکر و دانش اور صاحبِ الرائے حضرت پر مشتمل ایک مجلسِ شوریٰ ترتیب دی ہے اس میں جماعت کے ہر حصے کو نمائندگی دی گئی ہے اور تمام فیصلے بحث و تمحیص کے بعد کثرتِ رائے سے ہوتے ہیں۔ پیر صاحب کو کسی قسم کے خصوصی اختیارات حاصل

نہیں ہیں بلکہ وہ بھی صرف اپنے ووٹ کے مالک ہیں۔

اس اسلامی، جمہوری اور روشن انداز فکر کی وجہ سے حضرت حافظ الملّت کی یہ تحریک تیزی سے ترقی کی جانب رواں دواں ہے۔

حافظ الملّت اکیڈمی:

اس ادارے نے ۱۹۹۰ء کی دہائی کے آغاز میں اپنا سفر شروع کیا۔ اس ادارے کا مقصد اسلام کی صحیح اور حقیقی تعبیر و توضیح، اتباعِ سنت اور پیغام سیرت کا جذبہ ابھارنا، مجدّدِ قادریت، بطلِ جلیل شیخ کبیر حضرت سید محمد راشد علیہ الرحمۃ سے حافظ الملّت سید العارفین حافظ محمد صدیق علیہ الرحمۃ تک کی اسلامی روحانی اور انقلابی تاریخ کے حقائق منظر عام پر لا کر اسے صحیح رُخ دینا اس آخری دور کی تاریخ سے گرد و غبار صاف کر کے اسے صحیح پس منظر میں پیش کرنا ہے۔

اکیڈمی اس وقت تک درجن سے زائد کتابیں شائع کر چکی ہے۔ ملک کے نامور پروفیسر، دانشور، علماء، اہل قلم اور محققین، اکیڈمی کے ممبر، معاون اور سرپرست ہیں۔

حافظ الملّت کانفرنس کے موقع پر ہر سال پڑھے جانے والے مقالات اور مضامین کا مجموعہ اگلی کانفرنس پر ''معارف حافظ الملّت'' کے نام سے چھپ کر تقسیم ہوتا ہے۔ ''معارف حافظ الملّت'' کی متعدد جلدوں میں یہ تمام علمی خزانہ محفوظ ہو کر شائقین کے ہاتھوں میں پہنچ گیا ہے۔

مستقبل میں ایک ''پندرہ روزہ'' یا ماہنامہ پرچہ نکالنے کی تجویز بھی اصولاً مجلسِ شوریٰ نے منظور کر لی ہے۔ اس سے بھرچونڈی شریف کی جماعت کے علاوہ علم و معرفت کے متلاشی حضرات نئی تحقیقات، حقائق اور خانقاہ کی علمی و روحانی سرگرمیوں اور پیش رفت سے تازہ آگاہی حاصل کرتے رہیں گے۔

حافظ الملّت، سیّد العارفین حضرت حافظ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کی اس عظیم علمی، روحانی، سیاسی، مذہبی اور معاشرتی تحریک کے احیاء اور اسے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کا سارا سہرا فخر المشائخ، صاحبِ بصیرت و معرفت حضرت پیر عبدالخالق صاحب سجادہ نشین بھرچونڈی شریف اور ان کی جان نثار، زندہ اور جذبۂ ایثار سے سرشار جماعت کے سر ہے۔ ابھی سفر کا آغاز ہے بقول علامہ اقبال بہت کچھ کرنا باقی ہے ؎

گماں مبر کہ بپایاں رسید کارِ مُغاں
ہزار بادۂ ناخوردہ در رگِ تاک است

پیر سیّد محمد فاروق القادری
خانقاہ شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خان
ضلع رحیم یار خان
۳۰ جولائی ۲۰۰۵ء

دیباچہ طبع اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مت سہل ہمیں سمجھو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

سید العارفین، جنیدِ زمانہ، مالکِ مقامِ تحقیق، حافظ الملۃ **حضرت حافظ محمد صدیق** رحمۃ اللہ علیہ
(بانی خانقاہ بھرچونڈی شریف ۱۲۳۴ھ، ۱۳۰۸ھ)

یوں تو وادئ مہران کا چپہ چپہ عارفوں، کاملوں، شریعت و حقیقت کے علمبرداروں اور عرفان و سلوک شہسواروں سے تابندہ و روشن نظر آتا ہے لیکن باب الاسلام سندھ کے بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں بلا مبالغہ آسمان عرفان و حقیقت کے شمس و قمرتہِ خاک مدفون ہیں۔ ہالا کے مخدوم نوح سرورؒ، سہوان کے سید لال شہباز قلندرؒ اور بکھر کے سید محمد مکیؒ، نصر پور کے شاہ عنایت رضویؒ اور بھٹ کے شاہ لطیفؒ کے بعد راشدیہ خاندان (جو بعد میں پیر پگارا کے نام سے مشہور ہوئے) کے فیض یافتہ اور گلِ سر سبد سید العارفین، جنیدِ وقت، حافظ الملت حضرت حافظ محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی سب سے نمایاں اور ممتا نظر آتی ہے۔

آپؒ کی ذاتِ گرامی اپنے دور میں علم و ادب کا بحرِ محیط، شریعت و طریقت

کا منبع اور آزادی و حریت کا ستون تھی۔ حضرت حافظ الملت نے اگر ایک طرف صوفیانِ مُو دراز اور خرقہ پوشانِ مکر و ریاء کو چیلنج کیا تو دوسری طرف قال اقول کے علمبردار خشک ملاؤں کو ایک ہی نگاہ میں رام کر کے مسندِ رشد و ہدایت کا علمبردار بنادیا۔

حضرت حافظ الملتؒ جس دور میں پیدا ہوئے وہ مسلمانوں کے لیے ہر اعتبار سے زوال اور انحطاط کا دور تھا۔ اگر ایک طرف خرقہ پوشانِ مکر و ریاء نے خانقاہی نظام کو بدنام کر رکھا تھا تو دوسری طرف مسواک و استنجا پر لڑنے والے علماء نے شریعت کو مضحکہ خیز اور عجوبہ بنادیا تھا۔ اگر ایک طرف انگریز کے تسلط سے مغربی افکار و تہذیب کا مسلمانوں میں نفوذ جاری تھا تو دوسری طرف برادرانِ وطن کی کڑی گرفت نے تساہل پسند مسلمانوں کے اقتصادی اور معاشی ڈھانچے کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ غرض ملتِ اسلامیہ اسلامی تہذیبی، علمی اور اقتصادی طور پر رُو بہ زوال اور بے جان ہو کر رہ گئی تھی، اسی مایوس کن ماحول میں ۱۲۳۴ھ کے لگ بھگ حضرت حافظ الملت منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔ یوں تو آپؒ کا فیض ہندوستان کے کونے کونے میں پہنچا لیکن شمالی ہندوستان بالخصوص سندھ، بلوچستان اور پنجاب کے شمال مغربی علاقے میں آپؒ کی بدولت زبردست دینی انقلاب آیا۔

برِ صغیر کے مخصوص کلچر اور سماجی رسوم کا سہارا لے کر یہاں بہت بڑے بڑے بزرگ تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے چکے تھے مگر کسی بیرونی چیز کی آمیزش کے بغیر خالص عربی اسلام کو جس طنطنے کے ساتھ آپؒ نے پیش کیا اور جس طرح اس پیغام کی پذیرائی ہوئی، کم از کم برِ صغیر میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپؒ کا وجودِ مسعود اس دھرتی پر آنحضور ﷺ کی سیرت اور سنتِ مبارکہ کا پیکر تھا۔ آپؒ نے احیائے سنت اور ردِّ

بدعت کے سلسلے میں مثالی کام کیا۔ آپؒ روایتی خانقاہ نشین نہیں بلکہ تجدیدی شان کے حامل بزرگ تھے۔ آپؒ نے اپنی خانقاہ میں جو لوگ پیدا کیے اور ان میں جو روح پھونکی تاریخِ آزادیٔ وطن کی تاریخ اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

آپؒ کے بارہ معروف خلفاء میں مولانا سید تاج محمود امروٹی، خلیفہ غلام محمد دین پوری، مولانا عبدالغفور صاحب خان گڑھی ایسے مجاہد اور آپؒ کے مریدوں میں سے مولانا عبیداللہ سندھی اور مولانا محمد شریف بلوچستانی ایسے نامور افراد ہیں۔ الغرض

ایں سلسلہ از طلائے ناب است
ایں خانہ تمام آفتاب است

ابتدائی حالات:

خاندانی روایات سے معلوم ہوتا ہے آپؒ کا تعلق سندھ کی مشہور قوم سمّہ سے ہے۔ سمّہ قوم کا یہ قبیلہ انتہائی مغربی علاقے سے نقل مکانی کر کے اس علاقے میں آیا۔ آپؒ کی ولادت ۱۲۳۴ھ میں ہوئی۔ ابھی عالمِ طفولیت ہی میں تھے کہ والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ والدہ نے تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی اور قرآن مجید کی تعلیم کے لیے آپؒ کو اپنے علاقے کی مشہور درس گاہ ماڑی جندو (نزد احمد پور لمّہ سابق ریاست بہاول پور) میں داخل کیا۔ یہاں اس گوہرِ نایاب پر سیاحت کے دوران حضرت مخدوم صاحب السیر کی مردم شناس نگاہ پڑی جس پر آپؒ نے فرمایا تخرلہ الجبابر ساجدینا (ایک وقت ایسا آئے گا کہ اِس دُرِ یتیم کے آستان پر بڑے بڑے قہرمانِ وقت اپنی گردنیں جھکائیں گے) مخدوم صاحب نے اس وقت حضرت حافظ الملّت کو ایک چادر عنایت فرمائی جو اب تک خاندانی تبرکات میں موجود ہے۔ اس واقعہ کو پڑھتے ہی بے ساختہ علامہ اقبال کا یہ مصرعہ زبان پر آجاتا ہے کہ

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی

انہی ایام میں خاندانِ راشدیہ قادریہ (درگاہ پیر پاگارا) کے نامور اور باکمال خلیفہ حضرت سید السادات محمد حسن جیلانیؒ اپنے مرشد قبلۂ عالم مجمع الکمال حضرت سید محمد راشدؒ کے حکم سے بھرچونڈی شریف (ڈہرکی تحصیل اوباڑو ضلع سکھر) کے قریب ایک گمنام بستی ''سوئی'' میں آکر خیمہ زن ہوئے۔ آپؒ کی شہرت قرب و جوار میں پہنچی تو حضرت حافظ الملّت کی والدہ بھی اپنے لختِ جگر کو آپؒ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے لے گئیں۔ آپؒ کی نگاہ کیمیا اثر جب اس دُرِّ یتیم پر پڑی تو بے ساختہ پکار اٹھے ۔

آمد آں یارے کہ ما می خواستیم

اس ملاقات کے وقت حضرت حافظ الملّت کی عمر گیارہ سال تھی۔ مرشد نے سب سے پہلے حفظِ قرآن کی طرف آپؒ کو رغبت دلائی تا کہ یہ نائب رسول کان خلقه القرآن کا عملی پیکر بن کر ظلمت کدۂ سندھ کو بقعۂ نور بنا سکے۔

خرقۂ خلافت:

سید السادات صاحب الروضہ قبلۂ عالم سید محمد راشدؒ (پیر پاگارا) کے گیارہ سو خلفاء میں سے حضرت سید محمد حسن جیلانیؒ نمایاں مقام کے مالک تھے۔ آپؒ نے سندھ اور پنجاب میں شمعِ ہدایت روشن کی۔ اپنے اس ہونہار شاگرد کو دنوں میں طریقت کی منزلیں طے کرا کر آپؒ نے خلافت کے اعزاز سے نوازا۔ حضرتِ جیلانیؒ نے ۱۲۵۴ھ میں جامِ وصل نوش فرمایا۔ اس وقت حضرت حافظ الملّت کی عمر بیس سال تھی۔ آپؒ مرشدِ طریقت کے وصال کے بعد بھی ان کے صاحبِ سجادہ میاں محمد حسین صاحبؒ کی خدمت میں سلوک و عرفان کی منازل طے کرتے رہے۔ حضرت

شیخ محمد حسین صاحبؒ نے وفات سے پہلے تمام خلفاء و مریدین کو وصیت فرمائی کہ حضرت جیلانیؒ کی مسندِ رُشد و ہدایت کے صحیح جانشین وارث حافظ الملّت ہیں۔اس لیے انہیں اپنے بعد سجادہ نشین نامزد کرتا ہوں مگر آپؒ نے اپنے مرشدِ طریقت کے سجادہ پر متمکن ہونا کسی صورت بھی منظور نہ کیا کیونکہ وہ اسے بے ادبی شمار کرتے تھے۔ چنانچہ آپؒ نے جماعت کے ایک درویش خدا مست حضرت میاں ابوبکر عرف سانول سائیںؒ کو حضرتِ جیلانیؒ کے سجادۂ مشیخت پر بٹھا دیا۔ادب کا یہ عالم کہ صاحبِ ارشاد ہونے کے باوجود انہی سانول سائیں کی جوتیاں سیدھی کرنا اور انہیں پنکھا کرنا باعثِ سعادت سمجھتے تھے۔حضرت جیلانیؒ کی خانقاہ کا انتظامِ رشد و ہدایت مکمل ہو گیا اور حضرت حافظ الملّت کی تسلی ہو گئی کہ مرشدِ طریقت کا روشن کیا ہوا چراغ بجھنے کا نہیں تو اپنے گاؤں ''بھر چونڈی شریف'' واپس تشریف لائے اور اس کو رده قصبہ میں علم و معرفت کی جوت جگائی۔آپؒ کی آمد سے وادئ مہران کا یہ گمنام قصبہ سندھ و ہند کے طالبانِ حق کا مرکز بن گیا اور تشنگانِ ہدایت دور دراز کی مسافت طے کر کے اس چشمۂ عرفان سے اپنی پیاس بجھانے کے لیے آنے لگے۔ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً تین لاکھ آدمیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی جن میں اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء' نامور مفتی' سجادگانِ طریقت اور عوام شامل تھے' بارہ بزرگ اجازت و خلافت سے نوازے گئے[1]۔یہ بزرگ روایتی انداز کے خلفاء نہیں تھے بلکہ برصغیر کی دینی و سیاسی تاریخ پر اِن سرفروشانِ اسلام اور مجاہدین ملت نے جو گہرے اثرات ڈالے' وہ ہماری ملّی تاریخ کا سنہرا باب ہیں' ٹھیک وہاں وہ حافظ الملّت کی تربیت اور نگاہِ فیض اثر کا ثمرہ اور نتیجہ بھی ہیں۔

آپؒ نے سنتِ نبویؐ کے مطابق مسجد کی بنیاد رکھی تا کہ حلقہ ہائے ذکر و فکر اور

درسِ قرآن وسنت کا صحیح معنوں میں اہتمام کیا جاسکے۔ چنانچہ عقیدت مندوں کے ساتھ مل کر اپنے ہاتھوں سے مسجد کی تعمیر کو اٹھایا۔

تحریکِ آزادی کے علمبردار:

برّصغیر ہندوپاکستان کم وبیش ایک ہزار برس تک اسلامی تہذیب وتمدن کا گہوارہ رہا۔ محمد بن قاسم کی فتح سے لے کر آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کے اندوہناک حادثات تک اس طویل وعریض خطۂ ارضی پر پرستارانِ توحید کا پرچم لہراتا رہا مگر جب غدّارانِ فرنگ نے اپنی مکارانہ چالوں سے اس ملک پر فرنگی راج قائم کیا تو آزادی کے متوالے بھی کفن بردوش میدانوں میں نکل آئے۔ آزادی وطن کی لگن میں مشائخ خانقاہوں سے، علمائے حق مساجد ومدارس سے اور نوابین وخوانین رنگین محلات سے نکل کر میدانِ جہاد میں آگئے۔ ان آزادی کے متوالوں کی تاریخ کسی سے پوشیدہ نہیں مگر وہ جو مولائے روم نے کہا ہے۔

چوں قلم دردستِ غدّارے بود
لاجرم منصور بردارے بود

چنانچہ کئی لوگوں نے موسیٰ کی پگڑی عیسیٰ کے سر باندھی، تاریخ برصغیر کا یہ ایک المیہ ہے کہ بہت سے اکابرین ملت چند سیاسی وجوہ کی بنا پر پس منظر میں ڈال دیے گئے اور ان کی جگہ زبردستی ان لوگوں کو بٹھادیا گیا جو کسی صورت بھی اس مسند کے قابل نہ تھے۔ حضرتِ حافظ الملّت بھی انہی کشتگانِ تاریخ میں سے ہیں۔

دوسرے مرحلے پر انگریز کے خلاف برصغیر میں جو تحریک اٹھی اس کا سارا مسالہ حضرت حافظ الملّت کی بھٹی میں تیار ہوا۔ سندھ کے طول وعرض میں آپؒ کے نامور خلیفہ سید تاج محمود امروٹیؒ نے انگریز کے خلاف جو تحریک چلائی اور جس طرح

اس مردِ قلندر نے انگریز بہادر کو زِچ کیا' تاریخِ آزادی کا کوئی مؤرّخ اسے نظر انداز نہیں کر سکتا۔

آپؒ کے ایک اور باکمال خلیفہ مولانا غلام محمد دین پوری نے جس طرح انگریزی استعمار کو للکارا اور اپنے وقت کی اس سب سے بڑی جہانگیر قوت کے خلاف ''ریشمی رومال'' ایسی تحریک چلائی' اس کی سرپرستی کی اور اس سلسلے میں مردانہ وار قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں' اس کے ذکر کے بغیر آزادی کی تاریخ ہرگز مکمل نہیں ہو سکتی۔ انگریزی استعمار کے خلاف آپؒ کے خلفاء اور جماعت میں یہ نفرت کوئی اتفاقی معاملہ نہیں بلکہ حضرت حافظ الملّت نے بطور درسِ طریقت یہ چیز ان کی گھٹی میں ڈالی تھی۔

تصوّف صلح کلی کے لیے یوں بھی بدنام ہے مگر اس بات کا اعتراف نہ کرنا تاریخی بد دیانتی ہو گی کہ جس وقت حضرت حافظ الملّت کے خلفاء' مریدین اور جماعت اپنی بساط کے مطابق انگریز سے برسرِ پیکار تھی بیشتر روحانی خانوادے خوابِ خرگوش میں پڑے تھے اور ان کے سالار انہیں لوریاں دے کر سلا رہے تھے۔

حضرت حافظ الملّتؒ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ آپؒ کو انگریز سے شدید نفرت تھی' اپنی زندگی مبارک کے دو مقصد بارہا آپؒ نے جماعت کے سامنے بیان فرمائے' سنت نبویؐ کی اتباع اور انگریز سے نفرت۔ آپؒ کے خلیفہ سید تاج محمود امروٹیؒ کا بیان ہے کہ:

> ''عبدالمجید اپنے والد کے انتقال کے بعد درگاہ شریف گیا اور پگڑی باندھ کر واپس آیا تو اس کا لباس بھی بدلا ہوا تھا' کوٹ' ٹوپی اور بوٹ وغیرہ یعنی انگریزی وضع کا لباس زیبِ تن تھا حضرتِ والاؒ نے اس

حالت میں دیکھا تو فرمایا عبدالمجید! اگر بدلنا ہے تو اپنے افعال کو شراب اور زنا کاری وغیرہ سے بدلو، اپنے سلسلے کے لباس بدلنے کا کیا فائدہ؟ عبدالمجید نے کم فہمی کی بناء پر جواباً کہا کہ یہ ذکر وفکر اور جماعت آخر کیا ہے؟ حضرت والاؒ جلال میں آ گئے اور فرمایا لڑکے تو مجھ سے کیا پوچھتا ہے، تیرا باپ مجھ سے پوچھے تو اسے بتاؤں۔ اسی وقت آپؒ نے غصے کے عالم میں فرمایا کہ یہ انگریز ہمارے سامنے ہے کیا چیز مگر ہم تو رضا پر راضی ہیں"۔(۲)

انگریز دشمنی کے سلسلے میں مولانا عبیداللہ سندھی کی جو شہرت ہے وہ محتاجِ بیان نہیں، مولانا عبیداللہ سندھی ایسے مہاجر، نو مسلم اور مالی اعتبار سے انتہائی کمزور شخص میں یہ جذبہ کس نے پیدا کیا، خود مولانا کی زبانی سنیے:

"اللہ کی رحمت سے جس طرح ابتدائی عمر میں اسلام کی سمجھ آسان ہو گئی تھی اسی طرح کی خاص رحمت کا اثر یہ بھی ہے کہ سندھ میں حضرت حافظ محمد صدیق صاحبؒ (بھرچونڈی والے) کی خدمت میں پہنچ گیا جو اپنے وقت کے جنید اور سید العارفین تھے۔ چند ماہ ان کی صحبت میں رہا، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ اسلامی معاشرت میرے لیے اس طرح طبیعتِ ثانیہ بن گئی جس طرح ایک پیدائشی مسلمان کی ہوتی ہے۔

حضرت والاؒ نے ایک روز میرے سامنے لوگوں کو مخاطب ہو کر فرمایا (غالباً مولانا ابوالحسن تاج محمود امروٹی بھی موجود تھے) کہ عبیداللہ نے ہم کو اپنا ماں باپ بنایا ہے، اس کلمہ پاک کی تاثیر خاص طور پر میرے دل میں محفوظ ہے، میں انہیں اپنا دینی باپ سمجھتا ہوں اس لیے

سندھ کو میں نے اپنا مستقل وطن بنایا، میں نے قادری راشدی طریقہ میں حضرت سے بیعت کرلی تھی، اس کا نتیجہ یہ محسوس ہوا کہ بڑے سے بڑے انسان سے بہت کم مرعوب ہوتا ہوں"۔ (۳)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

"میں جب بیعت کے لیے حضرت والاؒ کی خدمت میں پہنچا تو آپؒ نے بیعت کے بعد حضرت سچل سرمست فاروقیؒ کی کافی کا یہ مقطع پڑھا ع

شملہ چا بدھ شاہی دا چھوڑ گمان گدائی والا

یہی وجہ ہے کہ میں کابل میں رہا، روس گیا، ترکی میں کام کیا مگر کسی طاقت سے مرعوب نہیں ہوا۔ پیر مغاں کا یہی فقرہ میرے شامل حال رہا، اللہ تعالیٰ کا یہ فضل و کرم ہے کہ میں اسلام جیسی نعمت سے سرفراز ہوا تو مرشد ایسا ملا کہ جو پیکر عمل اور مجسمۂ جہاد تھا جس نے ایک فقرہ کہہ کر گدا کو شاہانِ عالم جیسی تمکنت دے دی اور ذرّے کو آفتاب بنا دیا، غیر مسلموں کو گود میں پل کر اسلام کی آغوش میں آیا تو تربیت کے لیے ایسا سایۂ عاطفت نصیب ہوا جو بہت کم لوگوں کے حصے میں آیا"۔

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
سگ را ولی کنند و مگس را ہُما کنند (۴)

ہندوستان کے معروف علمی مرکز دارالعلوم دیوبند کی انگریزی استعمار کے خلاف ایک مضبوط گڑھ کی حیثیت سے جو شہرت ہے وہ کسی سے مخفی نہیں مگر آپ کو

حیرت ہوگی کہ دارالعلوم کو یہ ساری شہرت تنہا حضرت حافظ الملت کے پروردہ اور مرید مولانا عبیداللہ سندھی کی وجہ سے ملی ورنہ دارالعلوم دیوبند کے اربابِ بست وکشاد کا عمومی رویہّ انگریز سے ٹکراؤ کی پالیسی کے حق میں ہرگز نہ تھا۔ مولانا عبیداللہ سندھی کا بیان ہے:

"دارالعلوم دیوبند اور علی گڑھ ہر دو میں انگریز دشمنی کے باغیانہ جذبات ابھر رہے تھے لیکن دونوں درس گاہوں کے اربابِ اہتمام اور اصحابِ اختیار، سرکار پرست تھے اب یہ کتنا بڑا المیہ تھا کہ مولانا محمد قاسم جو انگریزوں کے خلاف ۱۸۵۷ء میں لڑے، اُن کے صاحبزادے حافظ محمد احمد جو دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے، شمس العلماء کا خطاب قبول کرتے ہیں اور انگریزی حکومت کی طرف سے اڑھائی سو روپیہ ماہانہ بطور وظیفہ مقرر ہوتا ہے، اسی سلسلہ میں گورنر یوپی دارالعلوم میں گیا"۔ (۵)

اسی کے ساتھ لگے ہاتھوں دارالعلوم دیوبند کے سرکاری ترجمان ماہنامہ "القاسم" ۱۳۲۸ھ سے دارالعلوم کے سالانہ جلسہ کی رپورٹ بھی ملاحظہ فرمالیجیے:

"مسلمانوں کو ان کے مذہب میں وفاداری کی تعلیم دی گئی ہے ادھر گورنمنٹ کے لیے بے حد احسانات اس کو مقتضی ہیں کہ مسلمان جان ودل سے اُن کا شکریہ ادا کریں اور ایک ایسے کثیر التعداد مجمع میں جس میں ملک کے اعلیٰ وادنیٰ طبقات کے مسلمان موجود ہوں، علماء کی جانب سے جن کی تعلیم کو ہر فرد مسلمان مانتا ہے وفاداری وشکر گزاری گورنمنٹ کا اعتراف واعلان ضرور امر تھا، اوّل مہتمم صاحب نے اپنی مطبوعہ تقریر میں نہایت خوبی سے سامعین کے ذہن نشین کیا اور

پھر اس کی تائید میں مولانا احمد حسن صاحب' مولانا عبدالحق صاحب'
مولوی ظہور احمد صاحب نے مدلّل وپُر مغز تقریریں کیں اور باتفاق
رائے حضور وائسرائے بہادر اور لیفٹینینٹ گورنر بہادر کی خدمت میں
تار دیے گئے''۔ (٦)

مولانا عبیداللہ سندھی اپنے مرشد و مربی حافظ الملّت حضرت حافظ محمد صدیقؒ سے انگریز دشمنی کا جو درس لے کر گئے تھے' اسے دارالعلوم دیوبند میں مولانا سندھی نے پھیلانے کی پُرزور کوشش کی' ادھر دارالعلوم کے اربابِ بست وکشاد قطعاً اس کے حق میں نہ تھے چنانچہ مولانا سندھی کو انگریز دشمنی بڑی مہنگی پڑی' ان کے خلاف فتوے جاری کیے گئے' ہلڑ بازی کی گئی اور بالآخر انہیں انتہائی قابلِ رحم حالت میں دارالعلوم سے نکال دیا گیا' اپنے مرشد حافظ الملّت کے اس سچے عاشق نے یہ سب کچھ گوارا کیا مگر انگریز دشمنی نہ چھوڑی' کاش تاریخ کو یوں مسخ نہ کیا جاتا یا کم از کم جس شخص (مولانا سندھی) کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند کو تحریکِ آزادئ وطن کا کریڈٹ ملا' اسے اس کا صحیح مقام دیا جاتا۔ حضرت مولانا سندھی کے ساتھ انگریز دشمنی کے نتیجے میں دارالعلوم دیوبند میں جو بیتی وہ مولانا مناظر احسن گیلانی کی زبانی سنیے:

''میری رائے یہ ہے کہ اربابِ دارالعلوم اس تحریک (آزادئ وطن)
کو سب سے زیادہ ناپسند کرتے تھے' اسی وجہ سے انہوں نے حضرت
مولانا سندھی (مولانا عبیداللہ) کو دارالعلوم سے نکالنے کے لیے
بہانے تلاش کیے تھے''۔ (٧)

آگے چل کر لکھتے ہیں:

''دارالعلوم دیوبند مدرسہ کے کارکنان مولانا سندھی سے خوش نہ تھے

کیونکہ یہ انگریزوں کا دشمن، حضرت شیخ الہند کا صحیح تابعدار اور پیروکار تھا، ان کے خیال میں مولانا شیخ الہند کو اس نے بگاڑ دیا تھا"۔

مولانا سندھی کو دار العلوم کی چار دیواری سے نکالنے کے لیے مولانا عزیز الرحمٰن کے الفاظ میں یہ چال چلی گئی۔ چنانچہ ارباب اہتمام نے چند مسائل کھڑے کیے، مولانا کشمیری اور علامہ عثمانی کی ٹکر علامہ سندھی سے کرادی۔ دیوبند میں ان سہ حضرات کے درمیان مناظرہ ہوا جو حقیقت میں مولانا سندھی کے نکالنے کے لیے ایک بہانہ تھا۔ چنانچہ علامہ سندھی کے خلاف ایک ہلڑ بازی کھڑی کردی گئی اور ان کی پوزیشن ملک میں مجروح کرنے کی کوشش کی گئی"۔ (٨)

ان قطعی دلائل اور گھر کی شہادتوں کے بعد یہ بات مشتبہ نہیں رہی کہ دار العلوم دیوبند کو تحریکِ آزادیٔ وطن یا انگریز دشمنی کے سلسلے میں جو عزت اور شہرت نصیب ہوئی ہے وہ زیادہ تر حافظ الملّت حضرت حافظ محمد صدیقؒ کی نگاہِ کرم کا نتیجہ ہے۔

ممکن ہے کہ یہاں بعض حضرات روایتی عقیدت مندی یا شخصیتوں کے بارے میں خود ساختہ تصورات اپنا لینے کی بنا پر یہ بات ماننے کے لیے آمادہ نہ ہوں کہ دیوبند میں انگریز دشمنی کی یہ پُر زور تحریک مولانا عبید اللہ سندھی نے چلائی تو انہیں رولٹ کمیٹی کی یہ رپورٹ بغور پڑھ لینی چاہیے:

"مدرسہ دار العلوم دیوبند میں سرکشی کا آغاز عبید اللہ سے ہوتا ہے، یہ شخص نو مسلم سکھ ہے، اس نے ٨٩-١٨٨١ء کے درمیان مدرسہ میں تعلیم پائی، ١٩٠٩ء میں استاذ بن کر مدرسہ میں غداری پیدا کرنے کے ارادہ سے شامل ہوا۔ ١٩٠٣ء میں غیر ملکی مال کا بائیکاٹ کرنے کی تلقین پر اس کو برطرف کردیا گیا لیکن اس دوران اس نے صدر مدرس

محمود حسن کو اپنا ہم عقیدہ بنا لیا۔"(۹)

دار العلوم دیو بند کے وابستگان میں انگریزی استعمار سے آزادی کی حد تک مولانا حسین احمد مدنی کی بھی قابل ذکر خدمات ہیں، گو یہ خدمات صرف یہیں تک محدود ہیں۔ برصغیر میں ایک اسلامی ریاست کے قیام یا ایک ہزار سالہ مسلمانوں کی حکومت کے دوبارہ احیاء کا اس کے ساتھ ہرگز کوئی تعلق نہیں ہے مگر مولانا مدنی کی اس انگریز دشمنی کا منبع اور سرچشمہ بھی وہی ہے جو مولانا عبید اللہ سندھی، سید تاج محمود امروٹی اور خلیفہ غلام محمد دین پوری کی انگریز دشمنی کا ہے۔ مولانا مدنی کے بارے میں خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ کی سوانح حیات "یدِ بیضا" میں تحریر ہے کہ:

> "حضرت (خلیفہ صاحب) نے دونوں وقت اپنے ساتھ کھانا کھلایا اور اسی موقع پر آپ (مولانا مدنی) کو طریقہ قادری نقشبندی کی اجازت بھی مرحمت فرمائی"۔(۱۰)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اسی کی تائید کرتے ہوئے اپنی کتاب "پرانے چراغ" میں رقم طراز ہیں:-

> "مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نے خود مجھ سے فرمایا کہ ان کو بھی حضرت خلیفہ صاحب (دین پوری) سے اجازت حاصل ہے"۔(۱۱)

اب یہ بات سمجھنا کچھ مشکل نہیں رہا کہ مولانا مدنی میں انگریز دشمنی کے یہ شرارے کہاں سے آئے تھے۔

چونکہ یہاں تفصیل کا موقع نہیں ہے، اس مختصر توضیح سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت حافظ الملّت کا مسلک تھپک تھپک کر سلانا اور صرف ذکر و فکر پر قناعت کرنا نہیں تھا بلکہ آپ کا مسلک اتباعِ نبوی میں طاغوتی طاقتوں سے ٹکرا

جاتا تھا گویا آپ کے نزدیک ؎

بدریا غلط و باموجش درآویز
حیاتِ جاوداں اندر ستیز است

شکوۂ سنجر وفقرِ جنید و بسطامی :

حضرت حافظ الملّت معذرت خواہانہ انداز کے روایتی مبلغ نہ تھے بلکہ آپؒ کے مسلک و مشرب میں جہاد کو تمام عبادات پر فضیلت حاصل تھی، گویا آپؒ کے ہاں پہلا سبق ہی جہاد کا دیا جاتا تھا۔ آپؒ نے اپنے شیخ حضرت سید محمد حسن جیلانیؒ سے بیعتِ جہاد فرمائی تھی، پھر آپ اپنے تمام مریدین سے جہاد کی بیعت لیتے تھے، اس میں حالات، وسائل اور محل و موقع کی خوب صورت اصطلاحوں کا قطعاً دخل نہیں تھا۔ اس جماعت میں جو شخص داخل ہوتا وہ ہر وقت جانی و مالی قربانی کے لیے تیار رہتا۔ اس جماعت کے بانی (حافظ الملّت) نے اپنی جماعت کو منشور ہی یہ دیا تھا ؎

گریزد از صفِ ما ہر کہ مردِ غوغا نیست
کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلۂ ما نیست
(نظیریؔ)

اور آپ علامہ اقبال کے اس شعر کی تصویر تھے ؎

شریکِ حلقۂ رندانِ بادہ پیما باش
حذر ز بیعتِ پیرے کہ مردِ غوغا نیست

چنانچہ ابھی آپؒ حضرتِ جیلانیؒ کی خدمت میں منازلِ سلوک و عرفان طے کر رہے تھے کہ پاکستان کی قدیم الایام بستی ''پتن منارا'' (واضح رہے کہ پتن منارہ پاکستان کے ان نادرِ روزگار آثار قدیمہ میں سے ہے جن کے تہذیبی و ثقافتی ڈانڈے

سے موہنجوداڑو اور ہڑپہ سے ملتے ہیں) کے کچھ مظلوم مسلمانوں نے حضرتِ جیلانیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یہاں کے ایک مندر کے پروہت نے جو بدھ مذہب کا زبردست مبلغ بھی ہے، نہایت مکاری وعیاری سے بے خبر مسلمانوں، جاہل عوام اور گرفتارانِ اوہام کو اپنا شکار بنا رکھا ہے، لوگ آہستہ آہستہ غیر شعوری طور پر اسلام سے بیگانے ہوتے جا رہے ہیں اور رسوماتِ مشرکانہ کے اسیر بن رہے ہیں اور ایسے وقت میں ضرورت ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ نہ صرف یہ کہ زورِ بیاں سے بلکہ زورِ شمشیر سے بھی اس بدھ بھکشو کا زور توڑے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں یہ تحریک مسلمانوں کو شدھی کرنے کے لیے بڑی مہارت سے تیار کی گئی تھی۔ حضرتِ جیلانیؒ نے محسوس کیا کہ اس موقع پر فلیغیرہ بلسانہٖ کے ساتھ ساتھ فلیغیرہ بیدہ کا سہارا بھی لینا پڑے گا۔ چنانچہ آپ نے مجاہدین کا ایک دستہ ترتیب دیا جس کا سپہ سالار حضرت حافظ الملتؒ کو نامزد کیا گیا۔

آپؒ فقراء اور درویشوں کے اس لشکرِ بے تیغ کو لے کر انفروا خفافا و ثقالا کا نعرہ لگاتے ہوئے منزل بہ منزل پتن منارا جا پہنچے۔ جب اس مندر کے چالاک اور مکّار بدھ راہب نے فقراء کے عزائم و تیور دیکھے تو بغیر کسی مقابلہ کے راتوں رات اپنے بھکشوؤں سمیت بھاگ گیا اور یہ قافلہ بغیر کسی مزاحمت کے مندر پر قابض ہو گیا اور اس طرح کفر وضلالت کی سرزمین نعرہ ہائے تکبیر ورسالت سے گونج اٹھی۔

اس واقعہ کو تاریخی زاویۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو سندھ کی جماعت احرار کے اس مجاہد نے برصغیر پاک وہند کے شمال مغرب میں تحریکِ آزادی وحریت کے نئے باب کا آغاز کیا تھا۔ [۱۲]

آپؒ کے جہاد کی یہ داستان صرف اسی واقعے تک محدود نہیں ہے بلکہ عزم و

استقلال کا یہ کوہِ گراں اور شریعت و سنت کا پیکر ہر محاذ پر اسی ولولے کے ساتھ تازہ دم نظر آتا ہے، شرکیہ رسوم اور بدعات کے خلاف اس مردِ مجاہد کے عملی کارنامے ایک کتاب کا موضوع ہیں، ہم آپؒ کے ملفوظات سے ایک واقعہ پیش کرر ہے ہیں:

''حضرت حافظ الملت بلوچستان کے سفر پر تشریف لے گئے تو راستے میں پیر سُہری کی قبر سے گزر ہوا۔ پیر سُہری کی قبر بعض بلوچ قبائل کا مرجع عقیدت ہے۔ ان قبائل کی عورتیں پیر سُہری کی قبر پر جا کر سوال کرتی اور منت مانتی ہیں، اگر قدرتِ الٰہی سے انہیں فرزند پیدا ہو جائے یا ان کا مطلوبہ کام ہو جائے تو یہ عورتیں اپنے بال لٹ کی صورت میں گوندھ کر پیر سُہری کی قبر پر جاتی ہیں اور قبر کے مجاوروں سے لٹ کے یہ بال کٹوا کر پیر کی قبر کے نزدیک لٹکا دیتی ہیں۔ آپؒ قبر پر تشریف لے گئے اور ختم کے لیے ہاتھ اٹھائے ہی تھے کہ آپؒ کو (بذریعہ کشف) معلوم ہوا کہ یہ قبر فرضی ہے اس میں کوئی میت دفن ہی نہیں ہے۔ چنانچہ آپؒ نے ہاتھ نیچے گرا لیے اور لاحول ولا قوۃ پڑھتے ہوئے باہر نکل آئے۔

فقیر عبدالرحیم جو حضرت کے ساتھ موجود تھا، نے باقی جماعت کو صورتِ حال سے آگاہ کیا تو فقراء نے لاٹھیاں مار مار کر قبر کو زمین کے برابر کر دیا۔ حضرت والا یہاں سے کچھ آگے سواریوں سے اتر پڑے اور آپؒ نے حکم دیا کہ کوہر (اُبلے ہوئے چنے) پکاؤ، ہم رات یہاں بسر کریں گے۔

ادھر پیر سُہری کے مجاوروں نے ان کے معتقدین کو سارے واقعے کی

اطلاع دی۔ تھوڑی دیر میں سو سے زیادہ بلوچ گھوڑوں پر سوار ہو کر پہنچ گئے۔ جماعت کے ظاہر بین حضرات نے یہ حالت دیکھی تو کہنے لگے کہ حضرت نے ہمیں مروایا تو سہی مگر بے گور و کفن بھی کیا۔ حضرت والا نے یہ بات سنی تو آپؒ نے فرمایا کہ تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ بلوچوں نے حضرت سے پوچھا کہ پیر سُہری کی قبر آپ نے توڑی ہے؟ آپؒ نے فرمایا کہ سُہری' گاجی اور پنجو مجھے جہاں بھی ملے میں انہیں ہرگز نہ چھوڑوں گا اس لیے کہ انہوں نے تم بلوچوں کی بے عزتی کی ہے' انہوں نے کہا تو آپ ہمارا بدلہ لینے آئے ہیں۔ حضرت والاؒ نے فرمایا انشاء اللہ میں ان سے بدلہ لے کر رہوں گا۔ تھوڑی گفتگو کے بعد آپؒ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے پاس مال مویشی کون سے ہیں؟ انہوں نے کہا بھیڑ بکریاں اور اونٹ' آپؒ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے جانور گلے میں سے کس طرح شناخت کر لیتے ہو' انہوں نے کہا ہم نشانی کے طور پر اپنے جانوروں کے جسم کے کسی حصے کو کاٹ (داغ) دیتے ہیں۔

حضرت والاؒ نے ان کی بڑھی ہوئی مونچھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ قیامت کے روز ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی اُمت کو اسی علامت (مونچھوں کی سنت) سے شناخت فرما کر دوسری امتوں سے الگ کریں گے۔ بلوچوں نے کہا ہم حضرتِ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے حُر ہیں۔ بالآخر معمولی بحث و تمحیص کے بعد یہ لوگ راضی ہو گئے اور انہوں نے عرض کیا حضور ہماری مونچھیں

سنتِ نبویؐ کے مطابق بنا دیجیے مگر ہمیں راستہ وہی دکھایئے جو آپؒ نے کھوسوں (بلوچ قبائل کی ایک اور شاخ) کو دکھلایا ہے۔ حضرت والاؒ نے سب کو بیعت فرمایا' بعد میں ان بلوچوں نے عرض کیا کہ حضور ہماری دعوت قبول فرمائیں۔ چنانچہ ان کے ہاں تشریف لے گئے اور وہاں اُن لوگوں کے تمام اہل وعیال بیعت سے سرفراز ہوئے"۔

اسی طرح جیکب آباد (سندھ) کے علاقے میں لوڑی کنڈہ کے نام سے ایک درخت تھا جہاں جاہل عوام منتیں مانتے' مرادیں طلب کرتے اور کئی شرکیہ امور کا ارتکاب کرتے' آپؒ نے اس فتنے کا استیصال کرنے کی خاطر جماعت سمیت اس علاقے کا سفر اختیار فرمایا۔ آپؒ پختہ ارادہ کر کے چلے تھے کہ اگر افہام وتفہیم سے بات نہ بنی تو بزور اس درخت کو کاٹ دیا جائے گا۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر آپؒ نے مقامی سرداروں سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تا کہ نبوی طریق کے مطابق پہلے بذریعہ تبلیغ انہیں سمجھایا جائے۔ یہ لوگ آئے' آپؒ کی باتیں سنیں مگر عرصہ دراز کی جاہلانہ رسموں کو چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے مگر فقراء کے مجاہدانہ عزم دیکھ کر انہوں نے قرعہ اندازی کی تجویز پیش کی جو آپؒ نے قبول فرمالی۔ چنانچہ بلوچوں کے مطابق قرعے بنائے گئے' ایک اللہ تعالیٰ کا (جو بلوچوں کا حلیف ہوگا) دوسرا بلوچوں کا اور تیسرا حضرتؒ کا۔ تین بار قرعہ اندازی ہوئی اور ہر بار حضرت کا قرعہ غالب رہا۔ تمام بلوچوں میں افواہ پھیل گئی کہ فقیرِ صاحب (نعوذ باللہ منہا) خدا سے بھی جیت گیا ہے اس لیے بلوچوں کی تمام سرکش جمعیت حضرت کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اور شرک وبدعت سے تائب ہوکر درخت کاٹ ڈالا۔[١٣]

آپؒ کا علمی مقام اور ایک غلط فہمی کا ازالہ:

علم کی فضیلت، علم کا مقام اور علم کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے، مذاہب عالم میں اسلام نے علم کی جو حوصلہ افزائی کی ہے اور جس طرح مختلف علوم وفنون کی اس نے آبیاری کی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اسلام میں علم کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگانا چاہیے کہ پہلی وحی اقرء (پڑھو) کے لفظ سے نازل ہوئی بایں ہمہ علم چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے۔ علم دماغ ونظر کو تو لطافت، باریک بینی اور نکتہ شناسی عطا کر سکتا ہے مگر بے چین روحوں، پریشان دلوں اور گمراہ ذہنوں کو اطمینان، یقین اور ہدایت کی روشنی عطا کرنا اس کے بس کی بات نہیں۔ دنیا کے ہزاروں سکالر اور علماء اہل دنیا کے لیے وبال اور عذاب ثابت ہوئے ہیں اور دنیا کے لاکھوں اُمّی (آج کی خود ساختہ اصطلاح میں ناخواندہ) دنیا کے لیے باعثِ رحمت، وجہ عزت اور سرمایہ افتخار ثابت ہوئے ہیں۔ کیا خوب فرمایا ہے علامہ اقبال نے ؎

علم کا مقصود ہے پاکی عقل و خرد — فقر کا مقصود ہے عفّتِ قلب و نگاہ
علم فقیہ و حکیم فقر مسیحؑ و کلیم — علم ہے جویائے راہ فقر ہے دانائے راہ
فقر مقام نظر علم مقامِ خبر — فقر میں مستی ثواب علم میں مستی گناہ
علم کا موجود اور فقر کا موجود اور — اشہد ان لا الٰہ اشہد ان لا الٰہ

ایک اور جگہ فرماتے ہیں ؎

شیخ مکتب کے طریقوں سے کشادِ دل کہاں
کس طرح کبریت سے روشن ہو بجلی کا چراغ

علم سے انسان بو علی سینا، فارابی اور ابن رشد تو بن سکتا ہے مگر ضروری نہیں کہ وہ جنید و بایزید بھی بنے، بایں ہمہ ہمارے تمام اکابر وصوفیاء کتاب وسنت کے عالم، مختلف فنون

کے ماہر اور نامور کتابوں کے مصنف ہو گذرے ہیں۔

حافظ الملّت، جنید وقت حضرت حافظ محمد صدیقؒ کے بارے میں ایک بڑی غلط فہمی یہ پیدا کر دی گئی ہے کہ آپؒ نے ظاہری علوم حاصل نہیں کیے تھے صرف قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی تھی۔ بھرچونڈی شریف کے کتب خانے میں مختلف درسی کتابوں پر آپؒ کے دستخط اور نشانِ مطالعہ آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ کنز (فارسی ترجمہ) شرح وقایہ اور ہدایہ پر آپؒ کی مہریں ثبت ہیں، آپؒ کی مہر کا نقش یہ ہے "خاک راہِ دردمندانِ طریق فقیر محمد صدیق"۔

ایک ایسی شخصیت جو اپنے دور کے بیشتر جیّد اور نامور علماءِ کرام کی مرجع و ماویٰ کی حیثیت رکھتی ہو علومِ ظاہری سے بے بہرہ کیسے ہو سکتی ہے۔ جس شخص نے شریعت و سنت کو اس کے روح و جسم سمیت ایک تازہ زندگی عطا کی، جو پنجاب سے لے کر ایران کی سرحدوں اور افغانستان سے لے کر یوپی تک کے جیّد فضلاء اور انتہائی کڑے معیار پر پرکھنے والے علماء کا پیر بنا وہ خود عالم نہیں تھا، عقل یہ بات پہلے ہی تسلیم نہیں کرتی تھی، بحمد للہ کہ ملفوظات نے یہ مسئلہ حل کر دیا۔ ملفوظات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حافظ الملّت جیّد عالمِ دین، صاحبِ نظر و مطالعہ فاضل اور کتاب و سنت اور تاریخِ اسلام پر انتہائی گہری نظر رکھنے والے بزرگ تھے۔ ذیل کے واقعات پر غور کیجیے، کیا یہ ظاہری علم سے بے بہرہ شخص کی باتیں ہیں۔

"خلیفہ سید تاج محمود امروٹیؒ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرتِ والا نے عشاء کی نماز میں سورۃ بنی اسرائیل پڑھی، نماز کے بعد میں (خلیفہ صاحب) نے عرض کیا اس آیت کا مفہوم کیا ہے **یوم ندعوا کل اناس بامامهم** (جس دن ہم بلائیں گے ہر فرقہ کو ان کے امام کے

ساتھ) یہاں امام سے کیا مراد ہے؟ آپؒ نے فرمایا کہ امام سے مراد نفس ہے یعنی اگر اس کا نفس آنحضرت ﷺ کے تابع ہے تو وہ شخص آپؐ کے پیچھے ہوگا یعنی آپ کی جماعت میں شامل ہوگا۔ اگر اس کا نفس شیطان کے تابع ہے تو اس کا امام شیطان ہوگا اور وہ شخص شیطان کی جماعت میں شامل ہوگا''۔

بستی مولویاں کے علماء کی جماعت کے ساتھ حضرت کی یہ گفتگو آپؒ کے علمی مرتبے سمجھنے کے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

''پہلی بار حضرت والاؒ بستی مولویاں تشریف لائے (مفہوماً) تو اس وقت وہاں مولوی جان محمد اور مولوی سید محمد ایسے صاحبِ علم وفضل بزرگ موجود تھے' ان حضرات نے مولوی میاں نور محمد کے ہمراہ حاضر ہو کر دعوت پیش کی' مولوی نور محمد اس سے پہلے بیعت اور توجہ کا شرف حاصل کر چکے تھے۔ آپؒ جب یہاں پہنچے تو حسبِ رواج آپ کو مہمان خانے میں بٹھایا گیا۔ اس وقت تک یہ مولوی صاحبان فقراء کے طور طریقوں سے کسی قدر بے خبر اور متوحش تھے' آپ کی آمد پر حاضر ہوئے اور محفلِ مبارک میں بیٹھ گئے۔ اتفاق سے نمازِ جمعہ کی بات چل پڑی کہ نماز جمعہ بستیوں میں جائز ہے یا نہ۔ مولوی صاحبان کے نزدیک جمعہ کے وجوب کی شرائط یہاں نہیں پائی جاتی تھیں اس لیے یہ حضرات جمعہ کی بجائے ظہر پڑھا کرتے تھے۔ ان مولوی صاحبان نے دیکھا کہ حضرت نمازِ جمعہ کے حق میں ہیں تو انہوں نے علماء کی عام روش کے مطابق (لم ولا نسلم' کیوں اور

کیسے) کے انداز میں گفتگو شروع کردی اور اس بارے میں مختلف تاویلات کتابوں اور فقہاء کے اختلافی حوالوں کی بھر مار شروع کر دی۔ جب ان کی یہ بے فائدہ گفتگو ختم ہوئی تو حضرت نے نمازِ جمعہ کی مطلق فرضیت پر بات شروع کی۔ اگر چہ اس کے شرائط موجود ہوں یا نہ' آپؒ کے پُر تاثیر اندازِ بیاں' واضح اور شافی دلائل اور براہِ راست قرآن وسنت کو معیار ومدار بنانے پر تھوڑی دیر میں یہ حضرات مطمئن ہو گئے اور انہوں نے آپؒ کے مؤقف کو درست تسلیم کرلیا۔ اپنے بحث مباحثے اور طویل گفتگو پر پشیمان ہو کر تائب ہوئے اور سب نے آپؒ کی اقتداء میں نمازِ جمعہ ادا کی۔ کچھ دیر بعد حضرتِ والا کو اپنی حویلیوں میں لے گئے جہاں ان کی تمام مستورات اور بچوں نے شرفِ بیعت حاصل کیا اور اس طرح یہ حضرات طالبانِ مولیٰ اور ذاکرانِ حق کے پاک گروہ میں شامل ہو گئے''۔

اس واقعے کے ساتھ ذیل کا علمی مکالمہ بھی ملا لیجیے اور پھر فیصلہ کیجیے:

''ایک دفعہ مولوی محمد اسحٰق وملا عیسیٰ ساکن تعلقہ میر علی مراد دو تین آزاد خیال ہمراہیوں کے ساتھ حضرتِ والا کی خدمت میں زیارت کی خاطر حاضر ہوئے ثم استوىٰ علی العرش پر بات چل پڑی۔ مولوی صاحب نے حضرتِ والاؒ سے اس بارے میں کچھ پوچھا تو آپؒ نے فرمایا کہ یہ فقیر تو ناخواندہ ہے' آپ ہی کچھ فرمائیے مولوی صاحب نے کہا کہ اس بارے میں بڑی طویل بحث ہے۔ جس کا بیان کرنا اس وقت ممکن نہیں البتہ ہمارے نزدیک مکان ثابت ہے' اس

ساتھ) یہاں امام سے کیا مراد ہے؟ آپؒ نے فرمایا کہ امام سے مراد نفس ہے یعنی اگر اس کا نفس آنحضرت ﷺ کے تابع ہے تو وہ شخص آپؐ کے پیچھے ہوگا یعنی آپ کی جماعت میں شامل ہوگا۔ اگر اس کا نفس شیطان کے تابع ہے تو اس کا امام شیطان ہوگا اور وہ شخص شیطان کی جماعت میں شامل ہوگا"۔

بستی مولویاں کے علماء کی جماعت کے ساتھ حضرت کی یہ گفتگو آپؒ کے علمی مر[تبے کو] سمجھنے کے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

"پہلی بار حضرت والاؒ بستی مولویاں تشریف لائے (مفہوماً) تو اس وقت وہاں مولوی جان محمد اور مولوی سید محمد ایسے صاحبِ علم و فضل بزرگ موجود تھے' ان حضرات نے مولوی میاں نور محمد کے ہمراہ حاضر ہو کر دعوت پیش کی' مولوی نور محمد اس سے پہلے بیعت اور توجہ کا شرف حاصل کر چکے تھے۔ آپؒ جب یہاں پہنچے تو حسبِ رواج آپ کو مہمان خانے میں بٹھایا گیا۔ اس وقت تک یہ مولوی صاحبان فقراء کے طور طریقوں سے کسی قدر بے خبر اور متوحش تھے' آپ کی آمد پر حاضر ہوئے اور محفلِ مبارک میں بیٹھ گئے۔ اتفاق سے نمازِ جمعہ کی بات چل پڑی کہ نماز جمعہ بستیوں میں جائز ہے یا نہ۔ مولوی صاحبان کے نزدیک جمعہ کے وجوب کی شرائط یہاں نہیں پائی جاتی تھیں اس لیے یہ حضرات جمعہ کی بجائے ظہر پڑھا کرتے تھے۔ ان مولوی صاحبان نے دیکھا کہ حضرت نمازِ جمعہ کے حق میں ہیں تو انہوں نے علماء کی عام روش کے مطابق (لم ولا نسلم' کیوں اور

کیسے) کے انداز میں گفتگو شروع کر دی اور اس بارے میں مختلف تاویلات کتابوں اور فقہاء کے اختلافی حوالوں کی بھرمار شروع کر دی۔ جب ان کی یہ بے فائدہ گفتگو ختم ہوئی تو حضرت نے نمازِ جمعہ کی مطلق فرضیت پر بات شروع کی۔ اگرچہ اس کے شرائط موجود ہوں یا نہ' آپؒ کے پُر تاثیر اندازِ بیاں' واضح اور شافی دلائل اور براہِ راست قرآن وسنت کو معیار ومدار بنانے پر تھوڑی دیر میں یہ حضرات مطمئن ہو گئے اور انہوں نے آپؒ کے مؤقف کو درست تسلیم کرلیا۔ اپنے بحث مباحثہ اور طویل گفتگو پر پشیمان ہو کر تائب ہوئے اور سب نے آپؒ کی اقتداء میں نمازِ جمعہ ادا کی۔ کچھ دیر بعد حضرتِ والا کو اپنی حویلیوں میں لے گئے جہاں ان کی تمام مستورات اور بچوں نے شرفِ بیعت حاصل کیا اور اس طرح یہ حضرات طالبانِ مولیٰ اور ذاکرانِ حق کے پاک گروہ میں شامل ہو گئے''۔

اس واقعے کے ساتھ ذیل کا علمی مکالمہ بھی ملا لیجیے اور پھر فیصلہ کیجیے:

''ایک دفعہ مولوی محمد اسحٰق وملا عیسیٰ ساکن تعلقہ میر علی مراد دو تین آزاد خیال ہمراہیوں کے ساتھ حضرتِ والا کی خدمت میں زیارت کی خاطر حاضر ہوئے ثم استویٰ علی العرش پر بات چل پڑی۔ مولوی صاحب نے حضرتِ والاؒ سے اس بارے میں کچھ پوچھا تو آپؒ نے فرمایا کہ یہ فقیر تو ناخواندہ ہے' آپ ہی کچھ فرمایئے مولوی صاحب نے کہا کہ اس بارے میں بڑی طویل بحث ہے۔ جس کا بیان کرنا اس وقت ممکن نہیں البتہ ہمارے نزدیک مکان ثابت ہے' اس

کے جواب میں آپؒ نے فرمایا کہ ذاتِ خداوندی قدیم ہے یا حادث' مولوی صاحب نے فرمایا کہ قدیم۔ آپؒ نے فرمایا عرش قدیم ہے یا حادث' مولوی صاحب نے کہا عرش حادث ہے۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ پھر مسئلہ حل ہو گیا۔ مولوی صاحب کے ذہن میں جونہی یہ باریک نکتہ آیا بیعت کے لیے دوزانو ہو گئے'۔

سندھ کے نامور عالمِ دین اور معروف علمی خانوادے کے ایک فرد مخدوم دین محمد کی آپ بیتی اس مسئلے میں فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے:

''مخدوم دین محمد کا بیان ہے کہ پہلی بار میں حاضرِ خدمت ہوا تو جوانی کا نشہ اور علم کا غرور مجھ پر سوار تھا' میں نے آتے ہی حضرتِ والاؒ کے ساتھ جمعہ کے بعد احتیاطی ظہر کی بحث شروع کر دی' میرا موقف یہ تھا کہ جمعہ اور آخر ظہر دونوں پڑھی جائیں تا کہ یقین کی کیفیت حاصل ہو' وجہ یہ ہے کہ تمام علماء وفضلاء اور فقہ کی کتابیں اس پر متفق ہیں کہ جب شرائط (شرائطِ جمعہ) ختم ہو جائیں تو مشروط خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ کافی بحث مباحثے کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ مخدوم صاحب اپنی ضد چھوڑیں گے یا نہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ میں نے فوراً مخدوم محمد ہاشم' مخدوم عبدالواحد سیوستانی اور مخدوم عبدالخالق رحمہم اللہ کی اس بارے میں تمام تحریریں کھول کر حضرت کے سامنے پیش کیں۔ یہ تحریریں میرے پاس موجود تھیں اور عرض کیا قبلہ دیکھئے یہ تمام علماء ایک ہی بات (آخر ظہر) پر متفق ہیں۔ آپؒ نے دوسری دفعہ ارشاد فرمایا کہ مخدوم صاحب آپ اپنی ضد چھوڑیں گے بھی سہی یا نہ؟ میں نے کہا

نہیں، اس لیے کہ میرے آباءاجداد کا اس پر اتفاق رہا ہے اور وہ جمعہ اور آخر ظہر دونوں پڑھتے رہے ہیں، ہماری چودہ پشتیں گزر گئی ہیں اور میں پندرھویں پشت میں ہوں، اپنے اجداد کا طریقہ کیسے چھوڑ دوں؟ آپؒ نے تیسری بار فرمایا مخدوم صاحب آپ اپنی ضد سے باز آئیں گے یا نہیں؟ میں نے کہا حضور ہرگز نہیں۔ آپؒ نے اسی وقت شفیع محمد کو فرمایا کہ کتابوں کے قبے (کتب خانے) سے فلاں بستہ اٹھا لاؤ، شفیع محمد لے آیا تو آپؒ نے اس بستے سے تین کتابیں نکالیں، یہ تینوں کتابیں چھوٹی اور عربی رسم الخط میں تھیں۔ یہ کتابیں مکہ معظّمہ سے کسی نے حضرت کی خدمت میں بطور ہدیہ بھجوائی تھیں۔ تینوں کتابوں کے متعلقہ مقامات نکال کر آپؒ نے میرے ہاتھ میں دے دیے اور فرمایا مخدوم صاحب دیکھیے دو صحیح حدیثیں اور مشائخ کی نقل میری نظر سے گزری، میں نے غور سے انہیں دیکھا اور سر اٹھا کر عرض کیا حضور! میں توبہ کرتا ہوں، میں پھر آخر ظہر نہیں پڑھوں گا''۔

بھر چونڈی شریف کے کتب خانے میں کئی ایسی نادر قلمی کتابیں موجود ہیں جو آپؒ نے اہتمام کے ساتھ دوسرے کتب خانوں سے نقل کرائیں۔ ایسی کتابوں پر اس قسم کے اندراج موجود ہیں۔ اس سے بھی آپؒ کے علمی ذوق اور شغف مطالعے کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

آپ کے مسلک کی امتیازی خصوصیات اور معمولات:

حضرت حافظ الملّت کی اتباعِ سنت، دینی ذوق وشوق، محبتِ الٰہی اور دین سے عشق کی حد تک لگاؤ کو دیکھ کر یہ کہنا کچھ مبالغہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ قافلۂ صحابہ

کے بچھڑے ہوئے فرد تھے جو پیچھے رہ گئے تھے اور اس دور کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ اس نے آپؒ کے قدموں کی چاپ سنی اور قرنِ صحابہ کا ذوق و شوق' دینی ولولہ اور سنت میں ڈھلا ہوا مجسم وجود پھر اس دھرتی پر دیکھا۔ آپؒ کا انداز نہ تو ایک کٹھ ملا کا انداز تھا کہ ذرا ذرا سی بات پر کفر و بدعت کے فتوے جاری کر دیتے اور نہ رندِ مشرب صوفی کا جہاں عموماً شریعت و سنت کی تعبیریں ہی اپنی ہوتی ہیں۔ آپؒ کے پیغام اور انداز تربیت میں ایسی ہمہ گیری اور آفاقیت تھی جس نے بلا امتیاز لاکھوں کو اپنی طرف کھینچا۔

آپؒ کے مسلک کی امتیازی خصوصیت کسی بیرونی چیز کی آمیزش کے بغیر تلاوتِ قرآن' ذکر' مراقبے اور نماز پنج وقتہ کے ذریعے طالبِ راہ کے اندر ایسا ذوق و شوق اور جذب و درد پیدا کر دینا ہے جہاں شریعت و سنت طالبِ راہ کی طبیعتِ ثانیہ' خدمت و ایثار اس کا خمیر' جہاد و قربانی اس کا سرمایہ اور عشق نبویؐ اس کی متاعِ حیات اور ہر وقت یادِ الٰہی اس کا اوڑھنا بچھونا بن جاتا ہے۔

آپؒ کے ہاں ڈھول باجے' مروجہ سماع (قوالی) کی سختی سے ممانعت تھی' جس شادی میں ڈھول باجے یا تماشے ہوتے اس میں شرکت تو کجا ایسی جگہ کھانا بھی نہ کھاتے' ایسی شادی میں جماعت کو بھی شریک ہونے سے منع فرماتے۔ کئی لوگوں نے اپنی رشتہ داریاں شیخ کے اس حکم پر قربان کر دیں۔ تمباکو نوشی اور نسوار وغیرہ سے جماعت کو سختی سے روک دیا گیا تھا' جس کنوئیں پر تمباکو کی کاشت ہوتی اس پر وضو بھی نہ فرماتے۔ ''عباد الرحمٰن'' کے مصنف لکھتے ہیں:

> ''آپؒ کو اسمِ ذات سے عشق تھا من احب شیئا اکثر ذکرہ (جس کو کسی شے سے محبت ہوتی ہے وہ ہر وقت اسی کا ذکر کرتا ہے) کے مطابق لیل و نہار ذکرِ الٰہی میں بسر ہونے لگے۔ ندی کے

کنارے واقع جنگل بقعۂ نور بن گیا۔ سالک دور دور سے آ کر اپنی جھولیاں ذکرِ الٰہی سے بھرنے لگے۔ ذکرِ الٰہی طلباء و سالکین کا طرۂ امتیاز بن گیا۔ جانے والے کو بلانا یا ٹھہرانا ہوتو ذکرِ الٰہی لا الٰہ الا اللہ کی نداء سے اسے ٹھہرایا جاتا' کسی کو اندر سے بلانا مقصود ہوتا تو بھی یہ آواز سامعہ نواز ہوتی ع

جز نغمۂ محبت سازم نوا نہ دارد

عورت آٹا گوندھ رہی ہے' دودھ بلو رہی ہے یا گھر کا کوئی اور کام کر رہی ہے لیکن زبان ذکرِ الٰہی سے نغمہ سنج ہے' مرد کسی کام میں مصروف ہے مگر زبان اسی کے نام کے چٹخارے لے رہی ہے ؎

ذکرِ او سرمایۂ ایماں بود
ہر گدا از یادِ او سلطاں بود

کسی کو بلانے اور ٹھہرانے کے لیے بھی جب ذکر اللہ کے نعرے گونج اٹھے تو علماءِ ظاہر بیں کو بحث و نزاع کا موقع مل گیا۔ موضوع بحث کا یہ قرار پایا کہ مقصود اس ذکر سے نداء غیر اللہ ہے اور نداء غیر اللہ حرام ہے۔ اس زمانے کے چند علماء مولانا عبدالرحمٰن سکھر والے' مخدوم محمد سیوہن والے اور مولوی صاحب پہنواری والے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے صورتِ مسئلہ پیش کی اور عرض کیا کہ یہ نداء غیر اللہ کی صورت ہے جو حرام ہے' اتنے میں ایک فقیر کا نعرۂ مستانہ میں گونجا' آپؒ نے علماء سے فرمایا کہ اس فقیر کو بلا کر شرعی مسئلہ سمجھائیں فقیر کو بلایا گیا۔ وفد کے ایک عالم نے اس سے پوچھا کہ تم نے کسی کو بلانے کی خاطر یہ نعرہ (لا الٰہ الا اللہ) کیوں لگایا؟ فقیر نے

جواب دیا اگر میں اپنی زوجہ کا نام (اس کا نام صحت تھا) پکارتا تو کراماً کاتبین صحت صحت لکھتے رہتے۔ میں نے ذکرِ الٰہی کیا کہ نامۂ اعمال میں یہی درج ہو۔ مولوی صاحب نے آپؒ سے عرض کیا کہ آپؒ اس کو روک دیں۔ آپؒ نے فرمایا ع

کاٹوں زبان اس کی جو کہے سجن تو جا

مخدوم محمد سیوہن والے نے کہا آپؒ لوگ حج کر آئے ہیں وہاں سائلوں کو دروازوں پر یا اللہ یا کریم کہتے نہیں سنا حالانکہ وہ بھی نداء غیر اللہ کی صورت ہے؟ حضور نے فرمایا کہ آپ اس فقیر کو روک دیں کہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہے۔ مخدوم محمد سیوہن والے نے کہا کہ ہم لا الٰہ الا اللہ سے روکنے والے بنیں' آپ ہم کو کافر بنانا چاہتے ہیں؟''[۱۴]

طریق ارشاد و بیعت:

نیست بر لوحِ دلم جز الفِ قامتِ یار
چہ کنم حرفِ دگر یاد نداد استادم

آپؒ کا طریق بیعت اپنی صورت کی طرف طالب کو متوجہ کرنا کہ ہماری صورت کو دیکھ کر آنکھیں بند کرو' قدرے توقف کے بعد آنکھیں کھولو ''لا الٰہ الا اللہ'' ایک ہزار بار ''الا اللہ'' ہزار بار ''اللہ'' ہزار بار ''ھُو'' ہزار بار''۔ بعد اختتامِ ذکر قدرے مراقبہ جس میں قلبِ سلیم میں اسمِ ذات کا تصور قائم رکھے' ذکرِ الٰہی کے یہ چاروں ہزار بعد از مغرب یا عشاء بالجہر یعنی بلند آواز سے پڑھے اگر موقع نہ مل سکے تو سحر کے وقت پڑھے' دونوں وقت پڑھنا زیادہ مفید ہے' پھر قیام وقعود ہر حرکت وسکون میں قلب کا دھیان اسمِ ذات کی طرف رکھے' کسی وقت بھی اپنے آپؒ کو اس خیال سے فارغ نہ رکھے۔ طالب کو یہ باتیں ذہن نشین کرانے کے بعد دل میں صورتِ شیخ کا خیال قائم رکھنے کی تلقین کہ اگر تو نے تصورِ صورتِ شیخ دل میں قائم کر لیا تو یادِ خدا میں

تمہاری معاونت کرے گا۔ اختتامی مراقبہ کے بعد میں دعا جس میں رضائے خداوندی طلب کی جائے۔ الغرض آپؒ نے اپنے سلسلے کی بنیاد تلاوتِ قرآن، نماز اور ذکرِ خدا، ان تین باتوں پر رکھی۔

آپؒ کے لیل ونہار:

قرآن مجید کی تلاوت ناغہ نہ فرماتے۔ دلائل الخیرات کی تلاوت بھی اکثر معمول رہا ہے۔ رات کو عشاء سے پہلے حلقۂ ذکرِ الٰہی میں خود شامل ہوتے۔ ذکر کا اختتام اذان عشاء پر فرماتے، اگر کوئی باطنی شغل پوچھنے آجاتا تو دوران ذکر قبلہ رو ہو کر اسے سمجھاتے، پھر ذکر میں شامل ہو جاتے، تہجد فرائض کی طرح باقاعدگی سے پڑھتے، بعد تہجد ذکر بالجہر فرماتے، طلباء و سالکین کو وقتِ سحر ذکر کرنے کی تاکید فرماتے۔ کبھی کبھی ذکرِ نیم شبی میں ان شاعروں کا کلام بھی سنتے جنہوں نے وارداتِ قلبی کو نظم میں ادا کیا ہے، اس بارے میں احتیاط فرماتے کہ کلام شاعر عارف باللہ کا ہو۔ چنانچہ حضرت سچل سرمست فاروقیؒ، بلھے شاہؒ، شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ اور فقیر عبداللہ کا کلام زیادہ پڑھا جاتا، معرفت سے گرا ہوا کلام کبھی نہ سنتے۔

جمعہ سے پہلے سورۃ کہف ضرور پڑھتے، نماز جمعہ کے بعد غلافِ کعبہ اور غلافِ روضۂ انور کی زیارت ضرور فرماتے۔ غلافوں کو آنکھوں سے لگا کر چومتے، اس دوران نعت خوانی بھی جاری رہتی۔ اس کے بعد ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر آنحضور ﷺ کا جبہ مبارک کتب خانہ سے خود اٹھا کر لے آتے اور تر آنکھوں کے ساتھ جماعت کو اس کی زیارت کراتے، اس وقت کی کیفیت اور ذوق و شوق اور محبتِ الٰہی کا منظر الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا، یہ طریقہ من وعن آج تک چلا آرہا ہے۔ اس کے بعد بیعت ہونے والوں کو سلسلۂ عالیہ قادریہ نقشبندیہ میں بیعت فرماتے البتہ نسبت قادریہ غالب تھی۔

کسی مسلمان کا جنازہ آجاتا تو نہایت اہتمام سے جنازہ پڑھتے' عمومی طور پر تمام ہمسائیگان کے ہاں مرگ کی صورت میں کفن دفن وغیرہ کے اخراجات' لنگر برداشت کرتا' میت کے منہ کے قریب سمتِ کعبہ قرآن مجید رکھواتے' بعد نماز جنازہ دعا مانگنے کو مستحسن سمجھتے اور اس پر عمل فرماتے۔ چہل قدمی مسنون طریقہ پر فرماتے' قرآن کریم بخشنے کا وہ طریقہ جو فقہاء متاخرین کا معمول رہا ہے اس پر عمل کرتے' نہایت احتیاط سے عمر کا حساب لگا کر خود بخشواتے۔ اس بارے میں مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی کی تحقیق کو کافی سمجھتے۔ بعد عشاء سورۃ ملک خود پڑھتے اور ساری جماعت سے پڑھواتے۔ میت کے کفن پر حضرتِ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی یہ رباعی لکھواتے ؎

وفدت الی الکریم بغیر زادٍ　　من الحسنات والقلب السلیم

فحمل الزاد اقبح کل شیٔ　　اذا کان الوفود الی الکریم

علم اور علماء کا بے حد احترام فرماتے' کسی کتاب کو نیچے زمین پر رکھنا گوارا نہ فرماتے۔ علماء کرام کی جوتی کی بھی تحقیر نہ فرماتے۔ علماء کے وجود کو مغتنمات میں سے تصور فرماتے۔ خاندان نبوت کے افراد کے سامنے جھک جاتے اور اپنے آپؒ کو ہمیشہ ان کے در کا معمولی گدا اور غلام قرار دیتے۔ کوئی عالم یا سید خانقاہ میں آتا تو خود چل کر اسے اس کی قیام گاہ پر ملتے۔

میت کی قل خوانی اور سات جمعہ تک خیرات وصدقات کو باعث اجر عظیم سمجھتے اور اس پر عمل فرماتے' تعیین یوم کو خیرات کرنے والے کی آسانی اور سہولت پر محمول فرماتے۔ دس ہزار سنگریزوں کی بالٹیاں مسجد کے گوشے میں موجود رہتیں۔ مصیبت اور تکلیف کے وقت فقراء اور عاکفین ان پر درود قدسی پڑھتے۔(۱۵) آپؒ کا پسندیدہ طریقہ آج تک بھرچونڈی شریف کی خانقاہ میں جاری وساری ہے۔

آپؒ کے مسلک میں یہ بات نمایاں حیثیت رکھتی ہے کہ زندگی بھر آپؒ نے اپنے لیے کوئی نمایاں حیثیت پسند نہ فرمائی۔ اپنے آپ کو راہِ طریقت کا ایک فقیر اور جماعت کے ہر درویش کو اپنا بھائی اور عزیز سمجھتے رہے۔ جماعت کے فقراء کے ساتھ باہر رہتے۔ ہمیشہ سادہ غذا کھاتے' جھوٹا موٹا جو مل جاتا پہن لیتے۔ لنگر کے تمام کام فقراء کے ساتھ مل کر خود بھی کرتے' کھجوروں کے پودے جو اپنے ہاتھ سے لگائے تھے' روزانہ ان میں تھوڑا بہت کام ضرور کرتے۔ زندگی بھر درسِ قرآن مجید خود دیتے رہے۔ مدرسہ حفظ القرآن میں ایک سے ایک جیّد حافظ القرآن استاد موجود تھا مگر بیشتر طلباء کے اسباق سننا' انہیں سبق پڑھانا آپؒ کا برابر معمول رہا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ کوئی کام کر رہے ہیں' ادھر طلباء سے منزلیں سن رہے ہیں' دست بہ کار دِل بایار کا نقشہ قائم ہوتا' قرآن مجید کی قرأت میں خاص مقام کے مالک تھے' الفاظ کو اپنے مخارج میں صحیح اور صاف پڑھنا آپؒ کا امتیازی وصف تھا اسی وجہ سے پورے سندھ میں آپؒ کی قرأت مشہور ہوگئی بلکہ قرأت کا انداز آپؒ کی جماعت کے لیے ایک علامت اور شناخت بن گیا۔ بحمد للہ کہ یہ نعمت اب بھی آپؒ کے اخلاف میں موجود ہے۔

صوفیاء کے اجتماعی معاشرے کی جھلک:

آج دنیا کے کئی جدید نظام معاشی واقتصادی مساوات یا اجتماعی معاشرے کا تصور پیش کر رہے ہیں اور لوگ اسے ایک نئے نظام کی حیثیت سے خوش آمدید کہنے کے لیے لپک رہے ہیں مگر اے کاش پیچھے مڑ کر نہ دیکھنے والی اور سراب کے پیچھے بھاگنے والی یہ قوم اپنی تاریخ میں صوفیاء کے عظیم الشان ادارے کو بغور ایک نظر دیکھ لے تو اسے پتہ چلے کہ اپنے مقتداء اور ہادی ﷺ کی پیروی میں اشتراک محنت اور اجتماعی معاشرے کی جو بنیاد صوفیائے کرام نے رکھی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ روزانہ

لاکھوں کی آمدنی کے باوجود ایک ایک کوڑی کے لیے محتاجی کی تاریخ اسی پاک گروہ نے قائم کی ہے۔ اگر زندگی میں یہ لوگ لاکھوں بندگانِ خدا کی دینی و دنیوی کفالت کی ذمہ داریوں سے عہدِ برآء ہوتے رہے ہیں تو آج بھی ان کے مزار صدیاں گزرنے کے باوجود غریب' مفلوک الحال اور نانِ شبینہ کے محتاج لوگوں کے لیے طعام کے وہ ہمہ وقتی ڈپو ہیں جہاں ماو شما کی تمیز کے بغیر لوگ سیراب ہو رہے ہیں۔ مجھے یہ کہنے میں کچھ بھی تامل نہیں کہ مسائل کے شکار اور پریشانِ خاطر لوگوں اور بھوک وافلاس کے ستائے ہوئے نادار افراد کی جائے پناہ اس وقت بھی نہ علماء کے مدارس ہیں اور نہ حکومتوں کے رفاہی ادارے بلکہ ان کے لیے سکون وطمانیت کی جگہ انھی باخدا حضرات کے آستانے ہیں جنھوں نے انسانیت کی تعمیر' ترقی' خوشحالی اور اسے سکون واطمینان کی دولت دینے کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ لوگوں کے دکھ درد بانٹنے اور اس دھرتی پر ایک عام آدمی کی زندگی بسر کی۔

حضرت حافظ الملّت نے اپنی خانقاہ میں جو معاشرہ تیار کیا اس میں پیر و مرشد' آقا و بندہ اور خادم و مخدوم کی قطعاً کوئی تفریق نہ تھی۔ سارے لوگ ایک ہی خاندان کے فرد اور ایک ہی راستے کے راہی تھے۔ سب لوگ مل کر کام کرتے' جو آمدنی ہوتی وہ پیر کی جیب میں نہیں بلکہ بیت المال میں جمع ہوتی جہاں انتہائی دیانت داری اور متقی افراد اس کی نگرانی کرتے۔ یہ بیت المال صرف اپنی جماعت کے لوگوں کی ضروریات کی کفالت تک محدود نہ تھا بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے وسیع تر مفاد کے لیے ہر وقت وقف اور مستعد رہتا تھا۔ جس طرح ایک عام آدمی یا جماعت کا فقیر اپنی کسی جائز ضرورت کے لیے لنگر (بیت المال) سے رجوع کرتا' حضرت حافظ الملّت بھی اسی طریق سے لنگر کے سامنے اپنی ضرورت رکھتے' آپؒ کے لیے کوئی دوسرا

ضابطہ نہ تھا' ملفوظات میں ہے:

''ایک دفعہ آپؒ نے حافظ الملّت) طالب نامی فقیر سے فرمایا کہ اے درویش! بعض اوقات مجھے بھوک ستاتی ہے' سب کچھ آپؒ لوگوں (فقراء یا لنگر) کی ملکیت ہے' میری ذاتی ملکیت تو کوئی چیز نہیں ہے' اگر میرے پاس کچھ ہوتو کچھ چنے لے کر کسی برتن میں رکھ دوں تاکہ بھوک کے وقت خود بھی اس میں سے کھالوں اور سفر پر جانے والے کو بھی اس میں سے کچھ دے دیا کروں تاکہ راستے میں اس کے کام آئے۔ اتفاق سے فقیر موصوف کی جیب میں اس وقت پانچ آنے رقم موجود تھی جو اس نے کہیں سے مزدوری کر کے کمائی تھی۔ اس نے یہ پانچ آنے نکال کر پیش کیے اور آپؒ نے قبول فرمالیے''۔

حضرت حافظ الملّت اپنے ہاتھ سے رزقِ حلال کی کمائی پر بہت زور دیتے تھے' یہی وجہ ہے کہ آپؒ کی جماعت بے عمل اور مفت خوروں کا گروہ نہیں بلکہ محنت ومشقت اور ہاتھ سے کمانے والے مجاہدین کی جماعت تھی۔ آپؒ نے بیت المال (لنگر) مطبخ کا سارا انتظام فقراء کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ لنگر میں صبح وشام سینکڑوں لوگوں کے لیے کھانا پکتا' کھانے میں تکلف نام کو نہ ہوتا' جو میسر آتا وہ پکتا' مٹی کے صاف برتنوں میں مہمانوں' زائرین اور فقراء کو پیش کیا جاتا' لنگر میں نقد اور اجناس کے علاوہ ضروریات زندگی کی تقریباً اکثر چیزیں موجود رہتیں۔ مسافروں' ناداروں' بیواؤں اور یتیموں کا بطورِ خاص خیال رکھا جاتا۔ کسی دینی خدمت پر معاوضہ لینے سے سختی کے ساتھ ممانعت تھی' یہی وجہ ہے کہ بھرچونڈی شریف میں آج تک امام مسجد' حافظ' مدرس

یا مفتی وغیرہ کو تنخواہ دار غلام کی حیثیت حاصل نہیں ہو سکی۔ رمضان المبارک میں بھی حافظ القرآن کو معاوضہ نہ لینے کی تاکید فرماتے۔ حفظ القرآن کا شاندار مدرسہ قائم تھا جس میں تقریباً دو سو کے قریب مسافر طالب علم قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے، دو نامور اور جیّد حافظ قرآن کی تعلیم پر مامور تھے جب کہ خود بھی تعلیم دیتے۔ بھرچونڈی شریف کے در و دیوار رات دن قرآنِ کریم کی روح پرور آواز سے گونجتے رہتے۔

حضرت حافظ الملّت علومِ دینیہ کی اہمیت اور ضرورت سے بخوبی آگاہ تھے۔ چنانچہ مختلف علوم وفنون پر مشتمل ہزاروں نایاب اور قیمتی کتابیں جمع کر کے آپؒ نے کتب خانے کی بنیاد رکھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ دو خوشنویس ہر وقت کتابیں نقل کرتے رہتے تھے، یہ کتابیں سندھ کے معروف کتب خانوں سے عاریۃً منگوائی جاتی تھیں، اسی طرح ایک جلد ساز ہمیشہ جلد سازی کے کام میں مصروف رہتا۔ سندھ و بلوچستان کے کونے کونے سے رات دن علماء حاضر ہوتے اور مختلف مسائل کی تحقیق تدقیق جاری رہتی، الغرض خانقاہ میں ہر وقت علمی چرچا رہتا، ہر بات اور ہر مسئلے کو شریعت وسنت کے کڑے معیار پر پرکھا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ کی جماعت کے فقراء معمولی مسائل سے لے کر باریک مسائل تک کے بارے میں بیشتر علماء سے زیادہ علم رکھتے تھے اور اس بارے میں جماعت کے فقراء کی دور دور تک شہرت تھی۔

مردِ غوغا:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپؒ کو جو مقبولیت اور شہرت عطا ہوئی تھی، اس کا نتیجہ تھا کہ آپؒ سفر کے لیے نکلتے تو آپؒ کے ساتھ چلنے والے فقراء کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہوتی۔ صاحبِ دعوت پر کوئی بوجھ نہ ڈالا جاتا، جماعت کو ہدایت تھی کہ جو ملے

اس پر گزارہ کیا جائے۔ بعض ایسے مقامات پر جہاں تبلیغی نقطۂ نگاہ سے جانا ضروری ہوتا سفر کے تمام اخراجات لنگر خود برداشت کرتا۔ یونہی مالی اعتبار سے کمزور یا نادار لوگوں کی دعوت پر بھی سارے مصارف لنگر اٹھاتا' دوران سفر لوگوں کو تنگ کرنے' ان سے ضرورت کی چیزیں مانگنے اور گھروں میں گھسنے کی سختی سے ممانعت تھی۔ جماعتِ فقراء میں ہر فرد کے لیے مسواک' لوٹا اور لاٹھی رکھنا ضروری ہوتا۔ آپؒ کا سفر خالص تبلیغی انداز کا ہوتا' لوگ جونہی ہزاروں پر مشتمل متشرع فقراء کی اس بے طمع جماعت کو دیکھتے' اس کے داخلی نظام نماز و ذکر کی پابندی' سادگی' درویشی اور شریعت وسنت کی حد درجہ پاسداری کے مناظر ان کی آنکھوں کے سامنے آتے تو انہیں عہدِ صحابہؓ کی تصویر نظر آ جاتی۔

جونہی کسی گاؤں' قصبے یا شہر کے نزدیک فقراء کی یہ جماعت پہنچتی تو قادری راشدی فقراء کے طریقے کے مطابق لا الہٰ الا اللہ کا فلک شگاف نعرہ لگاتی' یہ نعرہ فضا میں ارتعاش پیدا کرتا' دلوں کو جھنجوڑتا اور غافل روحوں کے لیے تازیانہ ثابت ہوتا' ایسے معلوم ہوتا کہ آسمان سے فرشتے اتر آئے ہیں۔ اس سفر میں سینکڑوں غیر مسلم دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے' بے شمار لوگ فسق و فجور سے تائب ہوتے اور کئی دنیا پرست محبتِ خداوندی کی نعمت سے شادکام ہوتے۔ آپؒ نے اپنے حسنِ عمل اور اعلیٰ اخلاق کی بدولت اپنے اردگرد جانثاروں اور پروانوں کی ایسی جماعت جمع کر لی جو آپؒ کے اشارۂ ابرو کی منتظر رہتی' پاسِ ادب کا یہ عالم کہ فقراء آپؒ کے حضور بولنا تو درکنار بلند آواز سے کھنگارنا بھی سوءِ ادب سمجھتے۔ آپؒ کی رضا اور خواہش پر اپنی ہر چیز یہاں تک کہ جان تک قربان کر دینے کا جوجذبہ آپؒ کی جماعت میں دیکھا

گیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپؒ کی محفل ادب اور وقار کا ایسا مرقع ہوتی جہاں ہر بات ظاہری زبان سے نہیں، دل سے کی جاتی، گویا ؎

یہ دستورِ زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

حضرت حافظ الملّت کے خلفاءِ مجاز

اللہ تعالیٰ نے آپؒ کی نگاہ میں ایسی تاثیر پیدا کی تھی کہ جو نتائج بیشتر مشائخ نے سخت ریاضتوں' پابندیوں اور طالبوں کو عرصۂ دراز تک مسلسل محنت کرانے کے بعد حاصل کیے۔ آپؒ نے وہ ثمرات اپنی معمولی صحبت اور نگاہ سے پیدا کر لیے۔ آپؒ کی جماعت کے معمولی فقیر فقہ کے باریک سے باریک مسائل کے بارے میں بعض اوقات کئی علماء سے بھی زیادہ علم رکھتے تھے۔ بظاہر ناخواندہ درویش آپؒ کی صحبتِ کیمیا اثر کی بدولت وراثت جیسے اہم مسائل انگلیوں پر گن کر حل کر دیتے۔ متشرع نورانی چہرے' سیدھے گریبان کے لمبے کرتے' سر پر چوگوشیہ قادری ٹوپی' اُجلا لباس' ظاہر و باطن سنوارا ہوا' خدمت و محبت کے جذبات سے معمور' سفر ہو یا حضر' صبح و شام ذکر بالجہر کی چار تسبیحیں' شب بیداری' نماز پنج وقتہ کا اہتمام' یہ تھیں آپؒ کے عام مریدین کی وہ علامات جن سے لوگ دور ہی سے اندازہ کر لیتے کہ یہ حضرت حافظ الملّت کے حلقہ بگوش ہیں۔ آپؒ کی تربیت اور نگاہِ کیمیا اثر کا نتیجہ تھا کہ آپؒ کی جماعت کا ادنیٰ فقیر لوگوں کو خود اپنے وقت کا کوئی شیخ یا مرشد معلوم ہوتا۔ ہزاروں لوگ آپؒ کے فقراء کو دیکھ کر آپ سے منسلک ہو گئے کہ جس بزرگ کے عام درویش اس جلالتِ شان کے حامل ہیں ان کا شیخ کیسا ہوگا۔

حافظ کا کا، فقیر عبدالرحمٰن سنگھڑ، فقیر پیر محمد لانگری، فقیر ولی محمد اور میاں علی محمد مٹھن کوٹی رحمہم اللہ ایسے سینکڑوں درویش خیر القرون کے مبارک قافلے کے بچھڑے ہوئے فرد تھے کہ جنہیں دوبارہ دیکھنے کے لیے شاید زمانہ ہمیشہ ترستا رہے گا ؎

بہ آں گروہ کہ از ساغر وفا مستند
سلامِ ما برسانید ہر کجا ہستند

حضرت حافظ الملّتؒ کے خلفائے صحبت کی تعداد کا کچھ اندازہ نہیں البتہ آپؒ کے باقاعدہ خلفائے مجاز کی تعداد جو ہمیں معلوم ہو سکی ہے، بارہ سے زیادہ ہے۔ یہ خلفاء روایتی انداز کے ایسے خانقاہی لوگ نہ تھے جو صرف ذکر و فکر پر قانع رہنے کو سب کچھ سمجھتے ہیں بلکہ یہ وہ جماعت ہے جس نے اس آخری دور میں ایک دفعہ پھر پورے طنطنے کے ساتھ اسلام کے غلبے اور شوکت کا جھنڈا اٹھایا، انگریزی استعمار کے خلاف مجاہدانہ جدوجہد کی، لاکھوں کی زندگیاں سنواریں، دنیا کو محبت، امن آشتی، اور بھائی چارے کا درس دیا، غریبوں اور مظلوموں کے دکھ درد بانٹے، تکلیفیں اٹھائیں، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں مگر کنارِ دریا پر بیٹھ کر عافیت پسندی کے غیر اسلامی نظریے پر آمادہ نہ ہوئے۔

حضرت حافظ الملّتؒ کے مبارک مشن کے یہ سپہ سالار کسی امتیازی مقام کے طلب گار نہیں بلکہ موٹا جھوٹا پہن اور روکھی سوکھی کھا کر عملاً اسلامی مساوات اور اخوت کا درس دیتے رہے۔ ان حضرات کی للّٰہیت، اخلاص اور دردمندی نے تاریخ کے صفحات کے ساتھ لوگوں کے دلوں میں انہیں عقیدت و محبت کا لافانی مقام عطا کیا ہے۔

کیمیائے ست عجب بندگیٔ پیر مغاں
خاک روگشتم و چندیں درجاتم دادند

اب ہم آپؒ کے خلفاء کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں:

ہادی گمراہاں حضرت محمد عبداللہ شیخ ثانیؒ:

آپ حضرت حافظ الملّتؒ کے حقیقی بھائی قاضی اللہ بخش صاحبؒ کے فرزندِ ارجمند تھے۔ چونکہ حضرت حافظ الملّتؒ زندگی بھر متاہلانہ زندگی کے بکھیڑوں سے آزاد رہے اس لیے آپؒ نے اپنے جانشین کے طور پر شروع سے اپنے ہونہار بھتیجے کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی، ابتداءً قرآنِ مجید حفظ کرایا، علومِ ظاہری کی تکمیل کرائی اور پھر علومِ باطن کی خاطر ہمہ وقت اپنی حاضری میں باریابی بخشی، جس نگاہِ کیمیا اثر نے ذروں کو آفتاب بنایا اور مشرق و مغرب کے گمنام افراد کو آسمانِ روحانیت کے ماہ و مہر کا درجہ عطا کیا اس نے اپنے جانشین اور شرعی وارث پر عنایات اور اکرام کی جو خصوصی مہربانی کی ہوگی اس کا صحیح اندازہ کون کرسکتا ہے۔

حضرت حافظ الملّتؒ نے اپنے وصال سے ایک سال قبل معراج النبی ﷺ کی ایک تقریب میں اپنے اس جانشین کو بلوا کر پہلے خاص خاص وصیتیں کیں۔ اپنی جماعت کے بارے میں خاص طور پر شفقت اور محبت کا برتاؤ کرنے کی تاکید فرمائی، چھوٹی چھوٹی غلطیوں سے چشم پوشی اور درگزر کا حکم فرمایا۔ جماعت کے سرکردہ افراد خاص طور پر سادات اور علماء کے اعزاز اور احترام کا بہ طور خاص خیال رکھنے کا حکم دیا اور پھر اجازت و خلافت عطا فرمائی۔

حضرت شیخ ثانیؒ نے بھرچونڈی شریف کی خانقاہ کو جس طرح ایک تحریک میں تبدیل کیا۔ آپ کے مشن کو انہوں نے جس خوب صورتی سے پھیلایا، جس

سلاست روی اور اعتدال کے ساتھ آپؒ نے چالیس برس کے قریب حضرت حافظ الملتؒ کی جانشینی اور خلافت کے فرائض انجام دیے اس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔ مسجد کی تزئین و آرائش روضۂ عالیہ کی تعمیر' مہمانوں اور زائرین کے لیے مکانات کی تعمیر' تعلیم القرآن دیگر اسلامی علوم کی ترویج کے لیے مدرسہ کا قیام ہمہ وقت لنگر کا معقول انتظام' نماز پنج وقتہ اور حلقۂ ذکر کا باقاعدہ اہتمام' ساتھ ساتھ پوری جماعت میں اسلامی احکام کی پابندی کے لیے بھرپور مساعی' خلافِ شرع امر پر برملا زجر و توبیخ' کئی کئی ماہ تک تبلیغی دورے' ادب و احترام کا خصوصی ماحول' علماء و سادات کی شایانِ شان تکریم' انگریز حکومت سے قطع تعلقی' خطابات اور جاگیرداروں کی پیشکش ٹھکرا دینا' درگاہ میں ہر وقت علمی چرچے کا احیاء' معمولی سے معمولی مسئلے کو شریعت و سنت کی کسوٹی پر پرکھنا اور اپنے آپؒ کو شریعت و سنت کے قالب میں ڈھال لینا' آپؒ کے وہ بے مثال کارنامے ہیں جن کی بدولت آپؒ کا نامِ نامی بھرچونڈی شریف کی تاریخ میں ہمیشہ آبِ زر سے لکھا جائے گا۔

۲۵/ رجب ۱۳۴۶ھ میں واصل بحق ہوئے' مزار شریف حضرت حافظ الملتؒ کے پہلو میں روضۂ عالیہ کے اندر ہے۔ مولوی احمد صاحب سجادہ نشین خان گڑھ شریف نے اس مصرعہ سے تاریخِ وصال نکالی ہے:

در بغل معراج آمد شد وصال

۱۳۴۶ھ

سراج السالکین خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ:

آپ حضرت حافظ الملتؒ کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے۔ آپؒ نے اٹھائیس سال اپنے شیخ کی خدمت میں گزارے۔ آپؒ نہایت کم گو' متقی' متورّع اور

صاحبِ جمال بزرگ تھے، آپؒ نے اپنے مرشد کے حکم سے سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے نہایت اہم مراکز کے درمیان بیٹھ کر جس طرح شریعت وسنت کا غلغلہ بلند کیا اور جس انداز میں اسے پذیرائی ملی وہ حضرت خلیفہ صاحب کے روحانی مقام ومرتبے کی واضح دلیل ہے۔

آپؒ کو اپنے شیخ اور چوتھی جگہ پر اس خاندان کے بچوں یا متعلقین سے جو عقیدت ومحبت تھی اس کا نظارہ دیدنی ہوتا۔ آپ نے زندگی بھر بھرچونڈی شریف کی حاضری میں ناغہ نہ کیا۔ وہاں حاضر ہوتے تو کسی امتیازی حیثیت کی بجائے جماعت کے ادنیٰ فقیر کی حیثیت سے رہنا زیادہ پسند کرتے۔

شیخ کے ادب واحترام کا عالم یہ تھا کہ خلیفہ صاحب نے اس نالی سے استنجا کرنا مناسب نہ سمجھا جس کا پانی مرشد کے باغ میں جارہا تھا۔

تحریکِ آزادیٔ وطن میں آپ کا کام مثالی نوعیت کا ہے۔ اسلامی اقدار کے فروغ اور اصلاحِ اعمال کے ضمن میں آپؒ کے کارہائے نمایاں تاریخ کا حصہ ہیں۔

حضرت حافظ الملّتؒ کا یہ شیدائی اور آپ کی تحریک کا سرگرم رکن ۱۳۵۴ھ میں واصل بحق ہوا۔ آپ کا مزار دین پور شریف (ضلع رحیم یار خان) میں ہے۔

تاج الاولیاء خلیفہ ابوالحسن تاج محمود امروٹیؒ:

آپ حضرت حافظ الملّتؒ کے تیسرے نامور خلیفہ تھے۔ سندھ کی تاریخ جس عنوان سے مرتب ہو اس اسلام کے بطلِ جلیل کے ذکر کے بغیر نامکمل رہے گی۔ تحریکِ آزادیٔ وطن کے سلسلے میں آپ کا مجاہدانہ کردار آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے، انگریز دشمنی کا جو سبق آپ کو اپنے مرشد کی خانقاہ سے ملا، آپؒ نے اس کا حق ادا کیا۔ آپ انتہائی صاحبِ جلال بزرگ تھے۔ اپنے دور میں سندھ کے بیشتر علماء نے

آپ سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ اپنے مرشد، ان کے خانوادے اور بھر چونڈی شریف کے درودیوار سے آپ کی عقیدت و محبت کی داستانیں، اہل دل اور اربابِ نسبت کو آج بھی تڑپا دیتی ہیں۔ آپ نے قرآنِ مجید کا سندھی زبان میں ترجمہ کیا جو کافی مقبول ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مولانا تاج محمود امروٹیؒ پر جلال اور جذبۂ جہاد غالب تھا۔ کرامات جلیلہ کا ان سے ظہور ہوا۔ کئی بار انگریزوں کو چیلنج کیا اور ان کے مقابلے میں آ گئے''۔ (۱۶)

ایک دفعہ جوش میں آ کر فرمایا کہ کئی بار ایسا ارادہ کیا کہ قصر بکنگھم میں جا کر جارج پنجم کی گردن مروڑوں مگر مشیتِ ایزدی نہ تھی۔ حجاب مانع آ جاتا رہا۔ آپ ۱۹۲۹ء میں واصل بحق ہوئے۔ مزارِ مبارک امروٹ شریف ضلع شکارپور (سندھ) میں ہے۔

خلیفہ مولانا عبدالغفارؒ خان گڑھی:

آپ اپنے دور کے متبحر عالم تھے۔ بیعت کے تھوڑے عرصے کے بعد اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔ کچھ عرصہ تک آپ کو تصورِ شیخ پر اعتراض رہا لیکن جونہی صحبتِ شیخ نے تاثیر دکھائی۔ آپ قائل ہو گئے۔ حضرت حافظ الملتؒ نے پیغام بھجوایا کہ ملا سے کہو اب تو تم نے مان لیا؟ پیغام رساں نے ''ملا'' چھوڑ کر باقی الفاظ دہرائے۔ مولانا نے فرمایا وہی الفاظ دہراؤ جو شیخ کی زبان سے نکلے ہیں۔ اس نے پورا پیغام سنایا تو مولانا پر محویت کا عالم طاری ہو گیا۔ لفظِ ملّا دہراتے اور سر دُھنتے رہے۔

آپؒ کا حلقۂ ارادت بہت وسیع ہے۔ آپؒ کے صاحبزادے مولوی احمد صاحب انتہائی مستجاب الدعوات بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ نے مشکوٰۃ شریف کا سندھی میں ترجمہ کیا۔ آپ سندھی زبان کے صاحبِ دیوان شاعر ہیں۔

مولانا عبدالغفار صاحبؒ کا مزار خان گڑھ ضلع گھوٹکی سندھ میں ہے۔ مزار مبارک پر عالی شان روضہ ہے۔

خلیفہ دلمراد خان صاحب:

آپ ضلع جیکب آباد کے باشندے تھے۔ بلوچ قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ نہایت منکسر المزاج، متواضع اور متقی شخص تھے۔ انتہائی سادہ زندگی گزارنا موٹا جھوٹا پہننا آپ کا معمول رہا۔ آپ ذکر پاس انفاس میں خاص مقام کے مالک تھے۔ فرماتے تھے کہ سانس اپنے اختیار میں ہے نکالیں چاہے نہ نکالیں۔ حضرت سراج الفقہاء مفتی سراج احمد صاحبؒ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے حضرت خلیفہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ میں پاس انفاس اور سلطان الاذکار کا عامل ہوں۔ مگر میرے لطائف نہیں کھلتے۔ آپؒ نے فرمایا میرے کہنے کے مطابق عمل کرو۔ میں نے اسی طرح عمل کیا تو جلد ہی مجھے معلوم ہوگیا کہ میری رگ رگ ذاکر ہے۔

آپ کا مزار تنگوانی ضلع جیکب آباد میں لوگوں کا مرجع عقیدت ہے۔ مزار پر بہترین روضہ تعمیر کیا گیا ہے۔

خلیفہ مولانا شمس الدین احمد پوری:

آپ احمد پور لمہ کے باشندہ تھے۔ بہت بڑے عالم اور حضرت حافظ الملتؒ کے اعاظم خلفاء میں سے تھے۔ ہادی گمراہاں حضرت حافظ محمد عبداللہ صاحب شیخ ثانی بھرچونڈی شریف فرمایا کرتے تھے کہ اگر مولانا شمس الدین کچھ وقت اور زندہ رہتے تو احمد پور لمہ کے خذف ریزے بھی اللہ اللہ کرتے۔ آپ سے ایک دنیا نے فیض حاصل کیا۔ اولادِ نرینہ نہ تھی صرف دختر تھی جو شیخِ ثالث مجاہدِ اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن قدس

اللہ سرہ کے عقد میں آئیں۔ آپ کا مزار جامع مسجد احمد پور لمہ کے قریب ہے۔

خلیفہ رب ڈنہ ہکوہ:

آپ رتہ ڈیرہ (ضلع لاڑکانہ) کے مضافات کے رہنے والے تھے۔ نہایت متقی، کم گو، عزلت پسند اور جامع کمالات شخصیت کے مالک تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ذکر نفی اثبات میں آپ لا اِلٰہ کہتے تو ہر عضو جسم سے علیحدہ ہو جاتا اور اِلا اللہ پر پہنچتے تو جسم صحیح سالم ہو جاتا۔ آپ کا مزار رتہ ڈیرہ ضلع لاڑکانہ کے مضافات میں ہے۔

خلیفہ ابوالخیرؒ کوئٹہ والے:

نام نامی محمد زمان تھا۔ آپ بہت بڑے عالم تھے۔ روحانیت کی طلب ہوئی مگر نگاہ کسی پر نہ ٹھہرتی تھی۔ خواب میں حضرت حافظ الملّت کی شبیہ مبارک دکھائی گئی جو یندہ یابندہ بھرچونڈی شریف پہنچے تو شیخ نے ''آمد آں یارے کہ ما می خواستیم'' کہہ کر استقبال کیا۔ تیسرے دن خلافت سے نوازے گئے۔ آپ کا خاندان بھرچونڈی شریف سے بدستور رشتۂ عقیدت استوار کیے ہوئے ہے۔ مزار کوئٹہ کے قریب ہے۔

مولانا عمر جان نقشبندیؒ چشمہ والے:

آپ سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ تھے۔ حضرت حافظ الملّتؒ کی نگاہ کے اسیر ہوئے تو سلسلہ عالیہ قادریہ میں داخل ہوئے اور اجازت سے سرفراز کیے گئے۔ سندھ اور بلوچستان کے سینکڑوں علماء نے آپ سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ ایک دن نومولود پوتے کو حضرت حافظ الملّتؒ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا اس کے حق میں دعا فرمائیں۔ آپؒ نے فرمایا ایں پیر ملایاں است۔ چنانچہ یہ بچہ جوان ہو کر اس علاقے کے اکثر علماء کا پیر بنا۔ آپؒ کے اخلاف آج بھی ایک عام آدمی کی طرح

(گمنامی میں) بھرچونڈی شریف کی حاضری باعث سعادت سمجھتے ہیں۔

خلیفہ محمد عمر شاہؒ عراق:

آپ کا نسبی تعلق خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے تھا۔ آپ بہت بڑے فاضل، کئی زبانوں کے ماہر اور تقویٰ کے بلند مقام پر فائز تھے۔ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران آنحضرت ﷺ نے خواب میں حافظ الملّت کی شکل دکھائی اور آپؒ سے تعلق قائم کرنے کا حکم فرمایا۔ آپ اس صورت کی تلاش میں تین سال برصغیر میں گھومتے رہے جویندہ یابندہ بھرچونڈی شریف پہنچے اور تیسرے ماہ خلافت سے نوازے گئے۔ آپ نے ۱۳ ماہ حضورِ مرشد میں گزارے اور بالآخر رخصت لے کر اپنے آبائی ملک عراق میں معرفت کی جوت جگائی۔ ۱۳۳۳ھ میں واصل بحق ہوئے۔ مزار ایران کی سرحد کے قریب عراق میں واقع ہے۔ مزار پر عالی شان مقبرہ تعمیر کیا گیا ہے۔

خلیفہ عبدالعزیزؒ کالاباغ:

آپ کے متعلق تفصیلی حالات کا علم نہیں ہو سکا۔

خلیفہ عبدالرحمٰنؒ کابلی:

آپ نہایت مستجاب الدعوات، صائم الدہر، قائم اللیل بزرگ تھے۔ درویش منش، کم گو اور عزلت پسند تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو بے حد مقبولیت عطا فرمائی۔ آپ نے تین سال حضرت حافظ الملّت کی کفش برداری کی سعادت حاصل کی اور اجازت سے سرفراز ہوئے۔ آپ ۱۳۴۱ھ میں ایک سو دس سال کی عمر میں واصل بحق ہوئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہٗ۔ مزار کابل میں ہے۔

وصالِ پُرملال:

حضرت حافظ الملّت ایک کامیاب اور بھرپور زندگی گزارنے کے بعد ۱۰

جمادی الثانی ۱۳۰۸ھ کو واصل بحق ہوئے۔ آپؒ کے بیشتر خلفاء اور مریدین اس موقع پر موجود تھے۔ اپنی تعمیر کردہ مسجد سے متصل جنوبی طرف آسمان علم و عرفان کا یہ آفتاب آسودۂ لحد ہوا' دو سال بعد مزار پر عالی شان ہشت پہلو گنبد تعمیر ہوا۔ ۱۰ جمادی الثانی کو بھرچونڈی شریف میں آپ کا سالانہ عرسِ مبارک منعقد ہوتا ہے جس میں سندھ' پنجاب' اور بلوچستان کے لاکھوں عقیدت مند شریک ہوتے ہیں۔ یہ اجتماع شریعت و سنت کی پابندی' احتسابِ نفس' ادب و وقار اور نسبتِ شیخ کے اعتبار سے آج بھی مثالی اجتماع ہوتا ہے۔ حضرت حافظ الملّت کی عمر مبارک مستند روایات کے مطابق ۷۴ برس کی ہوئی۔ گویا آپ کا سنِ ولادت ۱۲۳۴ھ ہے۔

تاریخی تسامحات:

خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری کی سوانح حیات ''یدِ بیضا'' جہاں بے شمار تاریخی غلطیوں کا مجموعہ ہے وہاں تضادات پر بھی مشتمل ہے۔ یدِ بیضا کے صفحہ ۵۳ پر حافظ الملّت کی تاریخ وصال ۸ جمادی الثانی قرار دی گئی ہے۔ جب کہ اسی کتاب کے صفحہ ۸۷ پر اسے ۱۰ جمادی الثانی بتایا گیا ہے۔ اب ع

کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

اسی طرح سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ کی مشائخ کی جو فہرست اس کتاب میں دی گئی ہے اس میں دو نام سرے سے موجود نہیں اور ایک نام زائد اور غلط آ گیا ہے۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جو محققین اپنے سلسلے کے شیخِ اعظم کی تاریخ وصال سے بے خبر ہیں۔ جنہیں اپنے روحانی سلسلے کی پوری کڑیوں کا علم نہیں ہے۔ ان کی باقی تحقیقات کس پائے کی ہوں گی ع

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

اسی طرح غلط فہمی سے اس کتاب کے مؤلف نے حضرت سید عبدالقادر آخرین کیمیا نظر گیلانی پیر کوٹ سدھاناں ضلع جھنگ کو سید عبدالقادر خامس سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ سید عبدالقادر خامس ؒ اوچ شریف کے بارہویں سجادہ نشین المعروف سوہانرا شاہ کا اسم گرامی ہے جو ۱۱۶۳ھ میں شہید ہوئے اور آپ کا مزار مقبرہ قادریہ اوچ میں ہے۔

اسی طرح اس کتاب میں حضرت داؤد طائی ؒ کو حضرت حبیب عجمی ؒ کا مرشد ظاہر کیا گیا ہے۔ حالانکہ تصوف کے بالکل مبتدی طالب علموں کو بھی اس بات کا علم ہے کہ حضرت حسن بصری ؒ کے خلیفہ حضرت حبیب عجمی اور ان کے خلیفہ داؤد طائی ہیں۔ گویا حبیب عجمی مرشد اور داؤد طائی مرید ہیں جب کہ یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے پتہ نہیں ایسی فاش غلطیوں پر ''ید بیضا'' کے مؤلف کی توجہ کسی نے مبذول کرائی ہے یا نہیں۔(۱۷)

ہم ذیل میں سید العارفین جنیدِ وقت حضرت حافظ محمد صدیق قادری ؒ کا سلسلہ طریقت بالترتیب پیش کرتے ہیں جو اس طرح ہے۔

	وصال	مزار شریف
مرشد کل محبوب ازل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ	۱۱ھ	مدینہ طیبہ
امام الاولیاء، قبلہ اصفیاء حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ	۴۰ھ	نجف اشرف
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ	۶۱ھ	کربلا
حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ	۹۴ھ	مدینہ منورہ
امام محمد باقر رضی اللہ عنہ	۱۱۴ھ	مدینہ منورہ
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ	۱۴۸ھ	مدینہ منورہ

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ		بغداد
امام علی رضا رضی اللہ عنہ	۲۰۳ھ	ایران
حضرت حسن بصریؒ	۱۱۰ھ	بصرہ
حضرت حبیب عجمیؒ	۱۵۶ھ	بغداد
حضرت داؤد طائیؒ	۱۶۵ھ	بغداد
حضرت معروف کرخیؒ	۲۰۰ھ	بغداد
حضرت سری سقطیؒ	۲۵۳ھ	بغداد
حضرت جنید بغدادیؒ	۲۹۸ھ	بغداد
حضرت ابوبکر شبلیؒ	۳۳۴ھ	بغداد
حضرت عبدالواحد تمیمیؒ	۴۲۵ھ	بغداد
حضرت ابوالفرح طرطوسیؒ	۴۴۷ھ	طرطوس
حضرت ابوالحسن ہکاریؒ	۴۸۶ھ	بغداد
حضرت ابوسعید مبارک مخرمیؒ [18]	۵۱۳ھ	بغداد
حضرت غوث اعظم		
سید محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ	۵۶۱ھ	بغداد
حضرت سیف الدین عبدالوہابؒ	۵۹۳ھ	بغداد
حضرت سید صفی الدین صوفیؒ	۶۱۱ھ	بغداد
حضرت سید ابوالعباس حمید الدینؒ	۶۳۰ھ	حلب
حضرت سید محی الدین مسعود گیلانیؒ	۶۶۰ھ	حلب
حضرت ابوالحسن ضیاء الدین علی گیلانیؒ	۷۱۵ھ	حلب
ابومحمد سراج الدین شاہ میر گیلانیؒ	۷۶۶ھ	حلب

حضرت شمس الدین محمد اعظم گیلانیؒ	۸۳۴ھ	حلب
حضرت ابوعبداللہ محمد غوث گیلانیؒ	۹۴۰ھ	اوچ
حضرت عبدالقادر ثانیؒ		اوچ
حضرت سید عبدالرزاقؒ	۹۴۲ھ	اوچ
حضرت سید حامد محمد گنج بخش کلاںؒ	۹۷۸ھ	اوچ
حضرت سید عبدالقادر ثالثؒ		اوچ
حضرت سید حامد محمد شمس الدین ثانیؒ		اوچ
حضرت سید عبدالقادر رابعؒ		اوچ
حضرت سید محمد شمس الدین ثالثؒ		اوچ
حضرت سید حامد محمد گنج بخش ثانیؒ		اوچ
حضرت سید شمس الدین رابع عرف صالحؒ		اوچ
حضرت سید عبدالقادر آخریں کیمیا نظر گیلانیؒ	۱۱۹۱ھ	پیرکوٹ سدھاناں جھنگ
حضرت سید محمد بقاؒ		درگاہ پیر پاگارا
حضرت قبلہ عالم سید محمد راشدؒ		درگاہ پیر پاگارا
حضرت سید محمد حسن شاہ جیلانیؒ	۱۲۵۴ھ	سوئی شریف
سید العارفین، حافظ الملّت، حضرت حافظ محمد صدیقؒ	۱۳۰۸ھ	بھرچونڈی شریف

جنیدِ وقت سید العارفین حضرت حافظ **محمد صدیق** رحمتہ اللہ علیہ بھرچونڈی شریف (تاریخ وصال ۱۳۰۸ھ)

ہادی گمراہاں
حضرت حافظ محمد عبداللہ
شیخ ثانی بھرچونڈی شریف

خلیفہ **غلام محمد** صاحب
دین پور

خلیفہ **تاج محمود** صاحب
امروٹ

خلیفہ **مولانا عبدالغفار** صاحب
خان گڑھ

خلیفہ **دل مراد** صاحب
جیکب آباد

خلیفہ **مولانا شمس الدین** صاحب
احمد پور

خلیفہ **رب ڈنہ ہکڑہ** رح
لاڑکانہ

خلیفہ **ابوالخیر** رح
کوئٹہ

خلیفہ **عمر جان چشمے والا** رح
بلوچستان

خلیفہ **محمد عمر شاہ** رح
عراق

خلیفہ **عبدالعزیز** رح
کالاباغ

خلیفہ **عبدالرحمٰن** رح
کابل

حضرت حافظ الملت کے مسلک کے متعلق شکوک وشبہات کی ناکام مہم

تاریخ اور عقیدے میں جو فرق ہے اسے وہ لوگ کیسے سمجھ سکتے ہیں۔ جو ہر تاریخی واقعے کو اپنے مخصوص عقیدے کے کڑے معیار پر پرکھنے کی روش کا شکار ہوں۔ ہمارے ہاں گزشتہ ایک سو برس سے خاص طور پر مذہبی حلقوں سے جو تاریخی لٹریچر سامنے آرہا ہے وہ کچھ اسی نوعیت کا ہے۔ ہمیں علم ہے کہ فن تاریخ کو زندہ کرنے اور اسے بام عروج تک پہنچانے کا تمام سہرا مسلمان علماء کے سر ہے مگر آج کے علماء کی تاریخی کتابیں دیکھ کر بے ساختہ مولانا جامی کا یہ مصرعہ زبان پر آجاتا ہے ع

تاریخ را بہ مدرسہ کہ برد (معمولی تصرف کے ساتھ)

راقم السطور "یدِ بیضا" "مردِ مومن" اور مولانا عبداللہ سندھی پر لکھی جانے والی بیشتر کتابوں کے بعض مندرجات پر حیرت واستعجاب کی کیفیت میں مبتلا تھا کہ ایک سندھی ماہنامے "شریعت" کا سوانحی نمبر نظر سے گزرا۔ اسے بغور پڑھا تو بے ساختہ زبان پر یہ عربی مثل آگئی "رحم اللہ النباش الاوّل" "یدِ بیضا" اور "مردِ مومن" وغیرہ اس رسالے کے مقابلے میں بسا غنیمت معلوم ہونے لگیں کہ انہوں نے جو کچھ کہا وہ مہذب انداز میں تو کہا اور اس کے لیے کچھ نہ کچھ تاریخی پلان بھی تیار کیا مگر داد دینی پڑتی ہے کہ ایک دینی مدرسے کے استاد کی جس نے ایک سندھی ماہنامے "شریعت" کے سوانحی نمبر میں حضرت حافظ الملتؒ اور ان کے اخلاف کا ذکر کرتے ہوئے جس دیدہ دلیری کے ساتھ تاریخ کا مُسلہ کیا ہے حقائق کا منہ چڑایا ہے اور

تاریخ کو اپنے تعصب آمیز عقائد کی کسوٹی پر کس کر برعکس نام زنگی نہند کافور کا مظاہرہ کیا ہے وہ اس جدید مؤرخ ہی کا کام ہے۔ ماہنامہ ''شریعت'' کے اس خاص نمبر میں تاریخی فروگزاشتیں نہیں بلکہ یہ نمبر تاریخی غلطیوں اور خلاف حقائق واقعات کا ایک ایسا پلندہ ہے جس میں سچ اور حق ڈھونڈنا پڑتا ہے۔ حضرت حافظ الملّت ایسی عہد آفرین اور قد آور شخصیت کا سوا تین صفحات میں انتہائی سطحی انداز میں تعارف کرایا گیا ہے۔ آپؒ کے جانشین ہادی گمراہاں حضرت حافظ محمد عبداللہؒ اور سندھ کی اسلامی تاریخ کے آخری ہیرو مجاہد اسلام، ناصر تحریک پاکستان حضرت پیر عبدالرحمٰن قدس اللہ سرہ العزیز کا ذکر ضمنی طور پور اور قدح کے انداز میں کیا گیا ہے جب کہ حضرت حافظ الملّت کے دروازے سے خیرات حاصل کرنے والے بعض حضرات پر دس دس صفحے لکھے گئے ہیں اور بوجوہ بعض ایسے دیہاتی قسم کے نیم خواندہ واعظین اور مولویوں کو مجاہد بنا کر پیش کیا گیا ہے جن کی نہ کوئی سیاسی اور سماجی حیثیت تھی اور نہ قابل ذکر مذہبی خدمات۔ حیرت ہے کہ کانگریس اور مسلم لیگ کشمکش، ہندو مسلم ٹکراؤ، تحریک پاکستان، مسجد منزل گاہ سکھر ایسے اہم تاریخی معاملات میں جو لوگ صفر کی حیثیت بھی نہیں رکھتے، جن کا ایسے مواقع پر وجود بھی نہیں پایا جاتا وہ آج سندھ کے بطل جلیل، اسلام کے پاسباں، پاکستان کے سرکردہ لیڈر بن کر تاریخ کے صفحات پر جگہ حاصل کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ایسی کوششیں کبھی بارآور نہیں ہوسکتیں۔ ابھی سندھ میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے باب الاسلام سندھ کا یہ آخری اور طوفانی دور اپنی آنکھوں سے دیکھا اور بحیثیت کردار اس میں اپنا رول ادا کیا ہے۔

جناب سید احمد بریلوی اور شاہ محمد اسماعیل کی تحریک کن مقاصد کے لیے اٹھی اس دور میں مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت کا اصل حریف انگریز تھا یا سکھ؟ انگریزوں

سے عدم ٹکراؤ بلکہ مفاہمت اور سکھوں سے تصادم کی وجوہات کیا تھیں؟ سید صاحب کا قافلہ حضرت پیر سید صبغۃ اللہ شاہ اوّلؒ پیر پاگارا سے امداد حاصل کرنے اور انہیں اپنے مؤقف کا قائل کرنے میں کامیاب ہوا یا نہیں؟ حضرت پیر صاحب نے سید صاحب کو عسکری نوعیت کی امداد فراہم کی تھی یا نہیں؟ یہ وہ تاریخی سوالات ہیں جن پر تحقیق جاری ہے۔ جناب وحید احمد مسعود کی کتاب نے کئی نئے انکشافات کیے ہیں وہ دن دور نہیں جب اس بارے میں اصل حقائق دنیا کے سامنے آ جائیں گے۔ ایک بات مسلم ہے کہ شاہ محمد اسماعیل نے ''تقویۃ الایمان'' لکھ کر برصغیر کے تمام مشائخ، بزرگان دین، روحانی خانوادوں بلکہ خود ولی اللّٰہی معمولات و معتقدات کی دھجیاں اڑادی تھیں۔ امام الہند شاہ ولی اللہ کی انفاس العارفین، فیوض الحرمین، القول الجمیل اور سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے معمولات دیکھنے اور پڑھنے کے بعد وہ کون سا عقل سے عاری شخص ہے جو شاہ محمد اسماعیل کو ولی اللّٰہی فکر کا ترجمان کہہ سکے۔
چنانچہ اس بات کا خود شاہ محمد اسماعیل کو بھی احساس تھا فرماتے ہیں:

> ''میں نے کتاب (تقویۃ الایمان) لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرکِ خفی تھے شرکِ جلی لکھ دیا گیا ہے ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی...... مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے''۔ (۱۹)

مولانا ابوالکلام آزاد تقویۃ الایمان کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد جب انہوں نے (شاہ محمد اسماعیل) نے تقویۃ الایمان اور جلاء العینین لکھیں اور ان کے ایک مسائل کا

ملک میں چرچا ہوا تو تمام علماء میں ہلچل پڑ گئی ان کے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی بلکہ سربراہی مولانا منورالدین نے دکھائی۔ متعدد کتابیں لکھیں اور ۱۲۴۶ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد کیا تمام علمائے ہند سے فتویٰ مرتب کرایا۔ پھر حرمین سے فتویٰ منگوایا...... جامع مسجد کا شہرہ آفاق مناظرہ ترتیب دیا جس میں ایک طرف مولانا اسمٰعیل اور مولانا عبدالحی تھے اور دوسری طرف مولانا منورالدین اور تمام علمائے دہلی"۔ (۲۰)

اب ہمارے علماء اور ان سے ذہنی طور پر وابستہ جدید مؤرخین کو اس بات پر اصرار ہے کہ مرشد سندھ قبلہ عالم سید السادات محمد راشدؒ صاحب الروضہ پیر پگارا کی تحریک' بالخصوص آپ کے نامور خلیفہ حضرت سید محمد حسن شاہ صاحب جیلانیؒ بانی سوئی شریف اور ان کے فیض یافتہ حافظ الملّت حضرت حافظ محمد صدیق صاحبؒ بانی بھرچونڈی شریف تمام برصغیر کے روحانی خانوادوں کے برعکس تقویۃ الایمان کی گستاخِ رسالت تحریک کے نمائندے اور اس کی فکر کے ترجمان تھے۔ حضرت جیلانیؒ کے معمولات آپ کے خلفاء کا عمومی مسلک آپ کے سجادہ نشینوں کا طرزِ عمل اس کے ساتھ ساتھ حضرت حافظ الملّت کے بیشتر خلفاء کا خانقاہی نظام' بھرچونڈی شریف میں آپ کے قائم کردہ نظام کا متواتر عمل اور آپ کے جانشینوں کے رجحانات تو پہلے ہی اس بے بنیاد دعوے کو جھٹلا رہے تھے۔ خیال رہے کہ ہمارے روحانی خانوادوں میں اپنے اسلاف کی اتباع پہلا سبق ہے۔ اس روشنی میں درگاہِ عالیہ پیر پگارا سوئی شریف اور بھرچونڈی شریف کے موجودہ بزرگوں کے مسلک کو کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ "صاحب البیت ادریٰ مافیھا"۔ گھر کا مکین ہی گھر کے

بارے میں بہتر جانتا ہے۔

درگاہ عالیہ پیر پگارا جو دراصل سوئی شریف اور بھرچونڈی شریف کا اصل مرکز اوران کے لیے مرجع وماوی کی حیثیت رکھتی ہے‘ نے اپنے فکر کی ترجمانی اوراپنے پیغام کی نشرواشاعت کے لیے عرصہ دراز سے جامعہ راشدیہ کے نام سے مضبوط علمی بنیادوں پر ایک ادارہ قائم کررکھا ہے یہ ادارہ جن خطوط پر کام کررہا ہے‘ جوذہن تیار کر رہا ہے‘ جس مسلک کوفروغ دے رہا ہے۔ آج یہ معلوم کرنا ذرا بھی مشکل نہیں کہ جامعہ راشدیہ کا رُخ مغرب کی طرف ہے تو تقویۃ الایمان کا مشرق کی طرف۔ مگر حیرت ہے ہمارے بعض دینی مدارس کے علماء پر کہ وہ برصغیر کے ہرروحانی سلسلے کوشاہ محمد اسماعیل سے تعلق کی کسوٹی پر پرکھ رہے ہیں برملا کہتے ہیں ہاں ہاں اس شخص کی ولایت میں کسے کلام ہے کہ اس کا تعلق حضرت شاہ اسماعیل سے جوتھا دیکھا۔ آپ نے ولایت بزرگی اور کمال کا معیار‘ گویا ان کے نزدیک‘ شاہ محمد اسماعیل برِصغیر کے ایک ایسے متفق علیہ اور مسلمہ بزرگ ہیں جن سے کسی قسم کی نسبت ہی کافی ہے اس نظریے میں جو واقعیت اور صداقت ہے۔ آپ اسے لفظی بحثوں کی بجائے عملی زندگی میں دیکھ لیجیے اور پھر ایسے محققین کی سادگی کی داد دیجیے۔

اب حضرت حافظ الملتؒ کے مستند ملفوظات نے مسئلہ کافی حد تک حل کردیا ہے۔ بحمداللہ یہ امر خوش آئند ہے کہ ملفوظات کا یہ مجموعہ حضرت حافظ الملتؒ کے نامور خلیفہ ابوالحسن سید مولانا تاج محمود امروٹیؒ کے ہاتھوں سے ہم تک پہنچا ہے۔ چنانچہ حضرت حافظ الملتؒ کے ملفوظات کا یہ مجموعہ حضرت سے وابستہ اس حلقے کے لیے بھی مستند اورناقابل انکار ہے جوحضرت حافظ الملت کو برصغیر کی انحرافی اوراعتزالی تحریک کا نمائندہ ثابت کرنے کے لیے سرگرم عمل ہے۔

راقم السطور پورے شرح صدر سے یہ بات عرض کرتا ہے کہ شاہ محمد اسمٰعیل لاکھ عالم و فاضل ہوں انہیں کئی اور خصوصیات حاصل ہوں تو قطع نظر اس بات کے کہ انہوں نے امتِ مسلمہ کو سوائے تشتت' انتشار' فرقہ بندی اور غیر ضروری کشمکش کے اور کیا دیا ہے؟ یوں بھی حضرت حافظ الملّتؒ کا دینی اور روحانی مرتبہ شاہ محمد اسمٰعیل سے کہیں بلند و بالا ہے۔ حضرت حافظ الملّتؒ کی بدولت شمال مغربی ہندوستان میں جو زبردست دینی انقلاب آیا ہے اس کی روشنی میں آپ خواجہ خواجگان حضرت معین الدین اجمیری' شیخ الشیوخ فریدالدین گنج شکر' شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ' امام الہند شاہ ولی اللہ اور سراج الہند شاہ عبدالعزیز رحمہم اللہ کے سلسلے کی ایک مبارک کڑی قرار پاتے ہیں۔ جب کہ شاہ محمد اسمٰعیل کی تحریک ایک علیحدگی پسند فرقہ پرستانہ تحریک کی شکل میں سامنے آئی ہے۔

مولانا عبیداللہ سندھی کا یہ تجزیہ بغور ملاحظہ فرمائیے:

''مولانا سندھی کہا کرتے تھے کہ گزشتہ صدیوں میں عوامی اور قومی تحریکیں اکثر و بیشتر مذہبی اٹھان اور بیداری کا نتیجہ تھیں لیکن جیسے جیسے وہ آگے بڑھیں ان کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اور وہ عملاً عوامی اور قومی بن گئیں لیکن اس تحریک ولی اللّٰہی میں اس انحراف کے بعد جو موڑ آیا تو وہ جیسے جیسے آگے بڑھتی گئی بجائے اس کے کہ وہ مسلمان عوام کی ایک قومی تحریک بنتی' وہ ایک علیحدگی اور فرقہ پرستانہ تحریک بنتی گئی۔ سید احمد شہید سے منسوب اس تحریک کا یہ حشر تو ہوا ہی' اس کا ردعمل اس تحریک کے دوسرے حصے تحریک دیوبند پر بھی ہوا اسی کا نتیجہ ہے کہ آج بھی اس برعظیم کے مسلمان عوام کی غالب اکثر بریلوی ہے۔

جو اوپر کی دونوں تحریکوں کو کفر سے کم نہیں سمجھتی۔ اس نوع کی احیاء پسندانہ مذہبی تحریکیں اگر قومی اور عوامی خطوط پر نہ چلیں تو لازماً وہ علیحدگی پسندانہ اور فرقہ پرستانہ تحریکیں بن کر رہ جاتی ہیں''۔(۲۱)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ملفوظات سے چند اقتباسات پیش کیے جائیں تا کہ حضرت حافظ الملتؒ ایسے بزرگ کے نظریات سے ہم سب روشنی حاصل کر سکیں۔

تصورِ شیخ:

حضرت والا (حافظ الملتؒ) ہمایوں سے میاں گوٹھ تشریف لائے تو اتفاق سے یہاں بھی تصور (شیخ) پر بات چل نکلی اس موقع پر عوام کی ایک بڑی تعداد کے علاوہ علماء و سادات کی بھی خاصی بڑی جماعت موجود تھی۔ آپؒ نے فرمایا بھائی ہم نے اپنی رب کو اسی راہ (تصورِ شیخ) سے پایا ہے۔ باقی ہر شخص کی مرضی وہ جو چاہے کرے۔(۲۲)

دنیا کا سارا انتظام و انصرام اولیاء اللہ کے حوالے ہے:

فرمایا ساری دنیا میں غوث ایک، قطب چار، اوتاد چھ اور ابدال چالیس ہوتے ہیں جب کہ اولیاء اللہ کی تعداد تین سو رہتی ہے۔ یہ تعداد خلفائے راشدین سے لے کر ہر زمانے میں موجود رہتی ہے اور رہے گی۔ دنیا کا سارا انتظام و انصرام انہی کے حوالے ہے''۔(۲۳)

شیخ کی مرید کے حالات سے آگاہی اور اس کی اعانت:

مولوی شمس الدین احمد پوری(۲۴) کا بیان ہے کہ ایک دفعہ خلوت کے وقت میں اکیلا آپؒ کی خدمت میں موجود تھا۔ میں نے پوچھا حضرت شیخ اپنے مرید کے حالات سے کتنے عرصے میں آگاہی حاصل کرتا ہے۔ آپؒ نے فرمایا ایک آن اور

لحظے میں۔ آنکھ جھپکنے کی دیر میں شیخ مشرق سے مغرب تک ہر طالب (مرید) کے حالات جان لیتا ہے اور اس کی امداد اور اعانت کرتا ہے"۔(۲۵)

مرشد کے آستان کا ادب:

شیخ فتح الدین کا بیان ہے کہ حضرت والاؒ اپنے مرشد (کے مزار) کی زیارت کی خاطر (سوئی شریف) تشریف لے جاتے تو راستے سے لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتے پاؤں سے جوتے اتارتے اور نہایت تعظیم و تکریم سے پیدل چل کر پہلے لکڑیاں لنگر میں ڈالتے۔ فقراء کی قدم بوسی کرتے بعد میں مرشد کے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر ختم پڑھتے۔ ایک دفعہ روضہ اقدس کا دروازہ بند تھا' چابی فوری طور پر نہ مل سکی تو آپؒ نے دیوار (روضہ) کے ساتھ کھڑے ہو کر ختم پڑھا اور ہنستے ہوئے واپس پھرے۔ تھوڑی دیر بعد رونے لگے پھر سر گریباں میں ڈال لیا اس کے بعد ہنسنے لگے۔(۲۶)

آنحضور ﷺ زندہ ہیں:

شیخ عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ ایک دفعہ عصر کی نماز کے وقت نیت باندھنے کے بعد اچانک حضرتِ والاؒ نے جماعت کی طرف رُخ مبارک پھیرا اور فرمایا کہ سرورِ کائنات ﷺ زندہ ہیں اس میں قطعاً کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔(۲۷)

وصال کے بعد شیخ کا فیض پہلے سے دوچند ہو جاتا ہے:

حافظ میاں عبداللہ(۲۸) کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپؒ نے فرمایا کہ دنیا میں عارف کی توجہ تین طرف ہوتی ہے۔ شریعت کی طرف' وحدت کی طرف اور مرید کی حالت کی طرف' مگر جب شیخ اس دنیا سے نقل مکانی کر جاتا ہے' تو شریعت کی پابندی

ختم ہو جاتی ہے اور صرف دو باتوں کی طرف اس کی توجہ رہ جاتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کا فیض اس دنیا میں وصال کے بعد مرید کے حق میں پہلے سے زیادہ ہو جاتا ہے مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ طالب کی نسبت اپنے شیخ سے پختہ ہونی چاہیے۔[۲۹]

مرشد کی زیارت کی خاطر سفر میں قصر نہ کرنا:

ایک دفعہ یہ فقیر (جامع ملفوظات) حاضر تھا آپؒ نے فرمایا کہ میرے مرشد سید السادات حضرت سوئی شریف فرمایا کرتے تھے کہ درگاہ عرش اشتباہ (پیر سائیں پاگارا) میں رمضان کے دوران ہمیشہ قاضی حافظ محفوظ اور قاضی حافظ عبدالرحمٰن قرآن کا ختم سنایا کرتے تھے۔ رمضان المبارک کے پہلے پندرواڑے میں ایک حافظ ختم کرتے جب کہ دوسرے پندرواڑے میں دوسرے حافظ یوں درگاہِ عالیہ میں مہینہ میں دو ختم ہوتے۔

ہر دو حافظ صاحبان کا طریقہ تھا کہ جب کبھی حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت کے ارادے سے درگاہ شریف آتے تو راستے میں نماز قصر نہ کرتے حالانکہ ان کے گھر اور درگاہ شریف کا درمیانی فاصلہ شرعی سفر کی تعریف میں آتا تھا۔ البتہ زیارت کے بعد گھر واپس ہوتے تو قصر کرتے اس کے بعد حضرت والاؒ نے فرمایا کہ حضرت جیلانیؒ (سوئی شریف) کی عادت کریمہ بھی تھی کہ جب کبھی اپنے مرشد کی زیارت کی خاطر درگاہ شریف جاتے تو نماز میں قصر نہ فرماتے پھر آپؒ نے فرمایا کہ سفر میں نماز میں قصر کا حکم اس سفر پر لاگو ہوتا ہے جو دنیا کی خاطر اختیار کیا جائے جو سفر راہِ حق میں اختیار کیا جائے اس کے لیے یہ حکم نہیں ہے"۔[۳۰]

خدا ہر جگہ موجود ہے:

فقیر محمد قاسم کھوسہ سکنہ قریہ پیارہ خان کھوسہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں حضرت والاؒ کی زیارت کے ارادے سے جا رہا تھا کہ راستے میں مجھ سے ایک شخص نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو میں نے جواب دیا کہ مرشد کی زیارت کے لیے۔ اس نے کہا کیوں؟ میں نے کہا اللہ اللہ سیکھنے کے لیے۔ وہ کہنے لگا اللہ یہاں بھی موجود ہے یہاں یاد کیوں نہیں کرتے ہو؟ مین خاموش ہو گیا۔ حضرت والاؒ کی خدمت میں پہنچ کر سارا حال عرض کیا تو آپؒ نے فرمایا میرے بھائی پانی تو زمین میں ہر جگہ موجود ہے مگر اسے حاصل کرنے کے لیے ہر شخص کو جانا آخر کنوئیں ہی پر پڑتا ہے نا۔ (۳۱)

آنحضور ﷺ کی تین صورتیں:

آپؒ نے فرمایا آنحضور ﷺ کی صورت مبارکہ تین قسم کی ہے۔ ایک بشری صورت۔ پس جس شخص نے آپؐ کو صرف محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب سمجھ کر محض اپنے جیسا ایک انسان سمجھا وہ کافر و مشرک قرار پایا جیسے کفارہ و مشرکین مکہ۔ دوسری صورت ملکی یعنی آپؐ کو بشر نہیں بلکہ خدا کا فرستادہ اور نمائندہ سمجھے ایسا شخص درجہ ولایت پر فائز ہوا۔ تیسری صورت حقی اور وہ یہ ہے کہ آنحضور ﷺ کو بشر یا فرشتہ نہیں بلکہ نورِ حق سمجھے اگر اسے یہ مقام حاصل ہو جائے تو وہ سمجھ لے کہ اسے مقامِ محمدی کا بلند اِدراک حاصل ہو گیا۔ (۳۲)

اللہ والوں کی دکانیں:

دین محمد کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ حضور! اگر عارف کامل اس جہانِ فانی سے دارِ بقا کی طرف رحلت اختیار کر جائے تو اس کے مریدین اور

سالکین کیا کریں اور کہاں جائیں؟ آپؒ نے فرمایا اپنے مرشد کے خلفائے مجاز میں سے کسی کی صحبت اختیار کریں۔ اگر مرشد کا خلیفہ مجاز کوئی نہ ہوتو پھر اپنے سلسلے کا کوئی اور بزرگ تلاش کریں اور اس سے اکتسابِ فیض کریں۔ اگر سلسلے میں بھی کوئی بزرگ نہ ملے تو انہیں اجازت ہے جہاں انہیں کوئی اللہ والا ملے اس کی صحبت اختیار کریں۔ ایک جگہ بند ہو کر نہ بیٹھیں۔ میں (دین محمد) نے عرض کیا حضور! اگر کوئی اللہ والا کسی جگہ نہ ملے تو پھر؟ آپؒ نے فرمایا دین محمد' تاجروں' کفش دوزوں' لوہاروں' ترکھانوں اور کمہاروں کی دکانیں تو آدم علیہ السلام کے دور سے اب تک جاری و ساری ہیں مگر عارفوں کی دکانیں بند ہو جائیں گی؟ دین محمد! اللہ والوں کی دکانیں قیامت تک بند نہیں ہوں گی"۔

یہ چند ایسے حوالے ہم نے صرف قارئین کی توجہ مبذول کرانے کی خاطر درج کیے ہیں ورنہ ملفوظات کا مکمل مجموعہ اسی فکر کا آئینہ دار ہے جو امام الاولیاء حضرت حسن بصریؒ اور سید الشہداء امام حسینؓ سے لے کر مرشد کل قبلۂ عالم سید محمد راشدؒ تک ہر جگہ ظاہر و باہر نظر آتا ہے۔ حضرت حافظ الملّتؒ کو جو کچھ ملا انہی بزرگوں کی نگاہِ فیض سے ملا۔ اب یہ کیونکر ممکن ہے کہ حضرت حافظ الملّتؒ اپنے بزرگوں کے طریقہ کو چھوڑ کر ایک ایسے اوپرے اور اجنبی طریقے کے پیچھے لگ گئے ہوں جس کے آثار دنیائے روحانیت میں ڈھونڈھے سے بھی نہیں ملتے۔

حضرت حافظ الملّت کی ذات سے نسبت رکھنے والے تمام حضرات سے میری دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ اس کے پیچھے نہ بھاگیں کہ کون کیا تھا یا کیا ہے؟ ان کا مطمحِ نظر صرف یہ ہونا چاہیے کہ ع

ندارد ہیچ کس یارے چنیں یارے کہ من دارم

بعض حضرات تاریخ یا فضائل اعمال کے سلسلے میں بیان کی جانے والی روایات کو نقد و جرح اور اسماء الرجال کی کسوٹی پر پرکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ خیال رہے کہ یہ شرف صرف احادیث ہی کو حاصل ہے کہ انہیں کڑے سے کڑے معیار پر جانچنے کی کھلی دعوت دے دی گئی ہے۔ احادیث کے علاوہ یہی نسخہ دنیا کے جس دوسرے موضوع پر استعمال کیا جائے گا تو اسے سوائے دریا بُرد کرنے کے اور کوئی چارہ نظر نہیں آئے گا یہی وجہ ہے کہ ہمارے جید اور محقق علماء تاریخ و سیر اور فضائل اعمال وغیرہ میں احادیث والا معیار نہیں رکھتے۔

قارئین سے یہ بات مخفی نہیں کہ ملفوظات سے مراد اصلاحِ اخلاق و اعمال کے سلسلے میں شیخ کے وہ کلمات ہیں جو مریدین کی تربیت کے لیے وقتاً فوقتاً اس کی زبان سے بیان ہوتے رہتے ہیں ضروری نہیں کہ ان مجالس میں بیان ہونے والا ہر واقعہ اور ہر حکایت نفس الامر میں صحیح بھی ہو کیونکہ ان واقعات سے صرف مثال کا کام لیا جاتا ہے۔ مقصود نتائج ہوتے ہیں جو برآمد کیے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں مثنوی مولانا روم اور گلستانِ سعدی کی مثال بآسانی دی جا سکتی ہے۔ مثنوی نے عقائد و اعمال پر جو بہترین اثرات ڈالے ہیں اس سے کوئی ناواقف ہی انکار کر سکتا ہے لیکن مثنوی کی حکایات کی فی الواقع صحت کی ضمانت آج بھی نہیں دی جا سکتی۔ اردو لٹریچر میں تذکرہ غوثیہ کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے۔ بات دراصل یوں ہے کہ ؎

ہرچند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو	بنتی نہیں ہے بادۂ و ساغر کہے بغیر

یا ؎

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں	گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

زیرِ نظر ملفوظات میں بعض واقعات یا حکایات صحت کے اعتبار سے محل نظر

ہیں اسی طرح بعض روایات استناد کے اعتبار سے خاصی کمزور ہیں۔ ہمارا کام ان روایات' واقعات اور حکایات کی چھان پھٹک اور تحقیق نہیں ہے ان کو اس تناظر میں دیکھا جائے کہ ایک بلند مرتبہ شیخ مختلف مزاج اور ذہن رکھنے والے افراد کی تربیت کا عظیم الشان ادارہ کھول کر بیٹھا ہے اور وہ قرآن مجید' احادیث' روایات' حکایات اور واقعات کے ساتھ ساتھ تمثیلی انداز میں اپنے کام کو آگے بڑھا رہا ہے۔ اور اپنے اس انداز سے وہ انتہائی مفید اور بامقصد نتیجہ حاصل کر رہا ہے جس شخص کو اپنے طریق کار سے اختلاف ہو اسے چاہیے کہ وہ بوعلی سینا' رازی' ابنِ رُشد وغیرہ کی مدلل تصانیف اور مولانا روم' فریدالدین عطار اور جامی کی تصانیف کا انصاف پسندی کے ساتھ موازنہ کر لے اسے معمولی غور وفکر سے پتہ چل جائے گا کہ انسانی کردار کے بناؤ میں کون کس پانی میں ہے؟

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔

ملفوظات کا اصل نسخہ' اس کا ترجمہ اور چند مغالطے:

حضرت حافظ الملت ؒ کے وابستگان میں سندھ کے اہل علم لوگوں کی ایک بڑی تعداد شامل ہونے کے باوجود آپ ؒ کی زندگی اور ارشادات و معمولات پر کوئی جامع کتاب شائع نہیں ہوئی۔ لے دے کے ہمارے پاس اس وقت کوئی مستند ماخذ ہے تو وہ "عبادالرحمٰن" ہے۔ مگر عبادالرحمٰن کو کتاب کہنے کی بجائے آپ ؒ کی زندگی کا مختصر خاکہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔ اس کے علاوہ آپ ؒ کے بعض خلفاء اور پھر ان کے فیض یافتگان پر جو کتابیں شائع ہوئی ہیں ان میں بیشتر مقامات پر آپ ؒ کا ذکر موجود ہے مگر انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان کتابوں میں بیشتر واقعات غلط' کچھ خلاف واقعہ اور کچھ تحریف شدہ ہیں آپ ؒ کی جامع کمالات اور عظیم شخصیت سے متشدد اور نرم

مزاج ہر قسم کے لوگ وابستہ تھے۔ چنانچہ سب نے آپؒ کو اپنے اپنے مخصوص دائرے کا نمائندہ ظاہر کرنے کی پوری کوششیں کی ہیں۔ اس سلسلے میں خود مرکز کا بھی پورے طور لحاظ نہیں رکھا گیا۔ جس کا پورا ڈھانچہ بالکل اسی طرح قائم ہے جس طرح سے ابتداء میں حضرت حافظ الملّتؒ نے قائم کیا تھا۔

یہ تاریخی غلط بیانیاں واقعات کو توڑنے موڑنے کی کوششیں شعوری طور پر ہوئی ہیں۔ ہم ذیل میں اس کی دو تین مثالیں پیش کرتے ہیں۔ دس جمادی الثانی ۱۳۰۸ھ متفقہ طور پر آپؒ کا سنِ وصال ہے۔ بھر چونڈی شریف کے تمام بڑے بڑے فقراء (حضرت حافظ الملّتؒ کی زیارت کا شرف حاصل کرنے والے چند بزرگ آج بھی تقریباً پندرہ بیس سال پہلے تک موجود رہے ہیں) اور تیسرے سجادہ نشین مجاہدِ اسلام ناصر تحریکِ پاکستان حضرت پیر عبدالرحمٰنؒ کی مستند روایت کے مطابق حضرت حافظ الملّتؒ کی عمر چوہتر برس ہوئی۔ مگر بعض حضرات کو اصرار ہے کہ آپؒ کی عمر سو سال سے زیادہ ہوئی۔ گھر کے افراد اور خانقاہ کے معمر فقراء کے برعکس یہ اصرار کیوں کیا جا رہا ہے کہ اس کے پیچھے ایک پوری مزعومہ کہانی ہے۔ جس کا تانا بانا اس تحریف کے بغیر تیار نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ تاریخ کی مرمت کردی جائے۔

اسی طرح ایک اور بزرگ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت حافظ الملّت عمر بھر قرآن مجید (رمضان المبارک میں) سوئی شریف جا کر سناتے رہے۔ ابتدائے عمر بالخصوص حضرت جیلانیؒ کے زمانے میں یقیناً آپؒ قرآن مجید سوئی شریف ہی میں سناتے رہے مگر بعد میں یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ جب حضرت جیلانیؒ کے فیض یافتہ اور ان کے کمالات کے امین نے اپنی خانقاہ کی بنیاد رکھی تو ساری دنیا ادھر ہی ٹوٹ پڑی۔

ملاحظہ ہو ملفوظات۔

ایک مؤرّخ رقم طراز ہیں کہ حضرت حافظ الملّت ؒ نے وصال کے وقت اپنی جماعت سے فرمایا کہ میرے بعد بھرچونڈی شریف کے در و دیوار کو نہ دیکھتے رہنا بلکہ میرے فلاں خلیفہ کے پاس چلے جانا۔ دیکھا آپؒ نے تاریخ کی درگت بنتی۔ حضرت حافظ الملّت ؒ نے اپنی زندگی میں اپنے بعد ہونے والے جانشین کو بہ طور خاص تعلیم دلائی۔ ان کی تربیت کی اور انہیں اجازت و خلافت سے نوازا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حافظ الملّت ؒ کا پورا حلقہ پنجاب سے بلوچستان اور افغانستان سے لے کر مارواڑ تک آج بھی پوری طرح بھرچونڈی شریف کا حلقہ بگوش اور حضرت حافظ الملّت ؒ کے سجادہ نشینوں کا دل سے عقیدت مند اور غلام ہے۔ حضرت حافظ الملّت ؒ کے سجادہ نشین (آپؒ کے حقیقی بھتیجے) ہادیٔ گمراہاں حضرت حافظ محمد عبداللہؒ اور ان کے نامور فرزند مجاہدِ اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰنؒ نے جس طرح اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی۔ پاک اور بے نفس زندگی گزاری۔ حضرت حافظ الملّت ؒ کے مشن کو بڑھایا اور اس کی آبیاری کی۔ پاکستان اور مسلم لیگ کے لیے قربانیاں دیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت حافظ الملّت ؒ کی روحانی توجہ ان حضرات کے شاملِ حال تھی اور یہی حضرات ظاہری وراثت کی طرح آپ کی علمی و روحانی میراث کے بھی سچے وارث تھے۔

بقول ان جدید مورخین کے اگر یہ روایت درست مان لی جائے تو بھی بارہ نامور اور جیّد خلفاء میں سے آخر ایک خلیفے کو کیا ترجیح حاصل تھی جب کہ خلفاء میں ایک سے ایک بڑھ کر تھا۔ پھر یوں کہنا چاہیے کہ میرے خلفاء کے پاس چلے جانا۔ واقعات کا یہ اختراع صاف صاف بتا رہا ہے کہ یہ روایت باقی تمام خلفاء اور حضرت کے شرعی ورثاء کو ثانوی حیثیت دینے اور اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے لیے گھڑی گئی ہے۔ تاریخ کے ساتھ یہ مذاق، توبہ استغفر اللہ۔

اسی طرح ایک اور مقام پر حضرت حافظ الملّتؒ کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے مزار پر کسی عمارت کی تعمیر سے سختی سے منع فرمایا۔ یہ روایت بھی حضرت حافظ الملّتؒ کے بارہ خلفاء میں سے صرف ایک خلیفے کا حلقہ بیان کر رہا ہے۔ جب کہ آپؒ کے باقی بیشتر خلفاء کے عظیم الشان روضے تعمیر کیے گئے ہیں۔ یہ بات کیونکر تسلیم کی جا سکتی ہے کہ حضرت حافظ الملّتؒ کے سجادہ نشین اور باقی خلفاء نے آپ کی بات نہ مانی۔ آپؒ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور یہ سعادت صرف ایک خلیفے کی جماعت کے حصے میں آئی۔

حضرت حافظ الملّتؒ کے مرشد حضرت جیلانیؒ کا روضہ حضرت حافظ الملّتؒ کی زندگی میں تعمیر ہو گیا تھا۔ ملاحظہ ہوں ملفوظات صفحہ...... یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت حافظ الملّتؒ ایسا بلند قامت صاحب شریعت خلافِ شرع امر کا ارتکاب ہوتے اور وہ بھی اپنے مرشد کی خانقاہ میں دیکھتا رہا اور خاموش رہا۔ جب کہ وہ اپنے مرشد کے مسند نشین کے صاحبزادے میاں عبدالمجیدؒ کے ساتھ خلافِ شرع امر پر یہ کچھ کر سکتا ہے۔

اپنے مرشد کے مسند نشیں میاں عبدالمجید کی شادی پر سے اس لیے ناراض ہو کر اٹھ کر (حافظ الملّتؒ) چلے آئے کہ اندرون حویلی میں سے آپ کے کانوں تک عورتوں کے سہرے گانے کی آواز پڑ گئی تھی۔ سانول سائیں اور قدیم فقراء کی منت و سماجت پر راستے میں سے واپس آ گئے۔ سہرے گانے بند کروا دیے۔ میاں عبدالمجید کا زری سے کڑھا ہوا کرتہ پھاڑ کر اپنا درویشانہ جبہ پہنا دیا۔ دولہا کی سواری کے اونٹ کو چھیروں اور گھنگھروؤں سے سنوارا گیا تھا آپؒ نے اس کے گھنگھرو توڑ دیے۔ (۴۳)

مزارات پر مقبرہ یا کوئی عمارت تعمیر کرنا جائز ہے یا نہیں اس بحث کا یہ موقع

نہیں ہے البتہ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ حضرت حافظ الملّت ؒ ایسے بزرگوں کے عاشق' ادب ونیاز کے پیکر اور عاجزی و نیازمندی کے مرقع ولی اللہ نے کئی پشتوں بالخصوص غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمہم اللہ علیہ تک اولیاء اللہ کے مزارات اور مقابر پر مسلسل اور متواتر عمل (تعمیر روضہ جات) پر یوں نکیر کی ہو یا انگلی اٹھائی ہو۔ حضرت حافظ الملّت نے بارہا فرمایا کہ ہم نے دین کتابوں سے نہیں بزرگوں سے حاصل کیا ہے۔ آپ کے مشائخ کے مزارات سوئی شریف' پیر گوٹھ (پیر پاگارا) پیر کوٹ سدھاناں (سید عبدالقادر آخریں کیمیا نظر) اوچ شریف' بغداد شریف کہاں روضے اور مقبرے نہیں ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ ان بزرگوں نے خود نہیں ان کے اخلاف نے بنوائے۔ مگر اخلاف بھی تو بزرگ تھے۔ ہمارے سلاسل طریقت کے پیر تھے۔

حضرت حافظ الملّت ؒ کے بزرگانِ طریقت میں سے دس بزرگ یکے بعد دیگرے (نسلاً بعد نسلاً) اوچ میں مدفون ہیں۔

مقتدائے دو جہاں آنحضور ﷺ کا حجرہ مقدسہ یا روضہ عالیہ اگر آپ کی خصوصیات میں سے مان لیا جائے تو بھی تاریخ بتاتی ہے کہ خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں عراق' شام وغیرہ کے علاقے فتح ہوئے تو ان علاقوں میں کچھ انبیائے کرام اور بعض بزرگوں کے مزارات پر مقبرے بنے ہوئے تھے جو جوں کے توں باقی رکھتے گئے۔ حجرہ مقدسہ کی سال بہ سال مرمت (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں) ایک معروف واقعہ ہے۔ اس معاملے میں حرفِ آخر کے طور پر میں عرض کرتا ہوں کہ اگر یہ بدعت ہے تو پھر دنیائے اسلام میں اس کے آثار تیسری چوتھی صدی ہجری سے بالعموم کثرت سے مل جاتے ہیں۔ تیسری چوتھی صدی ہجری سے دنیائے اسلام کے اکثر مسلمان بدعتی ہیں یہ فیصلہ عقل سے عاری شخص تو کر سکتا ہے

کوئی ہوش مند آدمی قطعاً یہ فتویٰ لگانے پر تیار نہ ہوگا۔

الغرض حضرت حافظ الملّتؒ کی زندگی مبارک میں اس قسم کی غلط فہمیاں دانستہ یا نادانستہ پیدا کردی گئی تھیں۔ غالباً کوئی ۱۹۸۰ء کی بات ہے کہ بھرچونڈی شریف کے سجادہ نشین فخر المشائخ حضرت پیر عبدالخالق صاحب مدظلہم العالی کے کانوں میں اڑتی سی خبر پہنچی کہ خلیفہ سید تاج محمود امروٹیؒ کے پاس حضرت حافظ الملّتؒ کے ملفوظات کا ایک مجموعہ تھا جسے وہ ہر وقت اپنے مطالعے میں رکھتے تھے۔ امین الملّت سردار محمد امین خان کھوسہ نے برسوں پہلے راقم السطور سے یہ واقعہ بیان کیا تھا کہ ایک دفعہ ملفوظاتِ مبارکہ کا یہ نسخہ حضرت امروٹیؒ کی اجازت کے بغیر ان کے سرہانے کے قریب سے ایک مولوی صاحب نے اٹھالیا اور وہ اسے دیکھنے لگے۔ حضرت امروٹیؒ کی نگاہ پڑی تو آپ اپنی جلالی طبیعت کے مطابق غصہ سے بے قابو ہوگئے۔ مولوی صاحب سے ملفوظات کا نسخہ چھین لیا اسے سخت وست کہنے لگے اور فرمایا کہ تم نے بے وضو اسے ہاتھ کیوں لگایا ہے؟

حضرت پیر صاحب سجادہ نشین بھرچونڈی شریف کو اپنے بزرگوں کے آثار اور تبرکات سے جو نسبت اور محبت ہے اس نے انہیں بے چین کردیا۔ آپ نے راقم السطور کو بلوایا اور ہم کمر ہمت باندھ کر ملفوظات کے اس نسخے کی جستجو میں لگ گئے۔ امروٹ شریف سے رابطہ قائم کرنے پر پتہ چلا کہ ملفوظات کا نسخہ امروٹ شریف کی فیض یافتہ خانقاہ بانجی شریف (پنوعاقل سندھ) منتقل ہوگیا ہے۔ بانجی شریف کے سجادہ نشین مولانا عبدالستار صاحب (افسوس چند برس قبل آپ کو شر پسندوں نے شہید کردیا) جو ایک انتہائی خدا ترس، نیک دل اور اپنے بزرگوں کے عاشق ہیں، سے رابطہ قائم کیا تو پتہ چلا کہ واقعی یہ گوہر نایاب ان کے پاس ہے۔

پہلی دفعہ حضرت پیر سائیں سجادہ نشین بھرچونڈی شریف اور یہ راقم بانجی شریف پہنچے تو انتہائی نیاز مندی کا مظاہر کرنے کے باوجود ہمیں وعدہ فردا پر واپس کر دیا گیا۔ دوسرے چکر میں اس کی فوٹو کاپی کا وعدہ کیا گیا۔ تیسری دفعہ نقل کرا لینے کا مشورہ دیا گیا۔ ہم لوگ مایوس نہ ہوئے سکھر آتے جاتے ہمارے پھیرے بھی جاری رہے۔ ہمارا اصل مقصد یہ تھا کہ اصل نسخے تک ہماری رسائی ہو۔

بالآخر مولانا عبدالستار صاحب بانجی شریف کو اپنے مرشد زادے کا اس کام کی خاطر بار بار آنا گوارا نہ ہوا۔ اور ایک دن ملفوظات کا اصل نسخہ اٹھا کر حضرت سجادہ نشین صاحب کے سامنے لا رکھا (اس وقت تک مولانا موصوف اپنے لیے ملفوظات نقل کروا چکے تھے) زیرِ نظر توجے میں میرے سامنے اصل نسخہ رہا۔ یہ نسخہ بلوچستان کے ایک معروف عالمِ دین مولانا عبیداللہ نے مرتب کیا ہے۔ مولانا عبیداللہ اور ان کے والد مولانا محمد شریف دونوں حضرت حافظ الملتؒ کے حلقہ بگوش اور آپ کی نورانی محفلوں میں حاضر باش رہے ہیں۔ مولانا عبیداللہؒ نے کوئی واقعہ بلا سند نہیں لکھا۔ ملفوظات کو بغور دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ بیشتر واقعات اور ارشادات حضرت کی زندگی ہی میں لکھ لیے گئے تھے جنہیں بعد میں ترتیب دے دیا گیا ہے۔

ملفوظات کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اس کا کچھ حصہ حضرت حافظ الملتؒ کے نامور خلیفہ اور سندھ میں تحریکِ آزادی کے قائد مولانا ابوالحسن سید تاج محمود امروٹیؒ نے اپنی قلم سے لکھا ہے کہ گویا ان کی کہانی ان کی زبانی والا قصہ ہے۔ مولانا عبیداللہ کے جمع کردہ ملفوظات پر بھی جا بجا حضرت امروٹیؒ کے مطالعے کے نشان آپ کے دستخط اور کہیں کہیں آپ کے مختصر حواشی موجود ہیں۔ گویا اس حصے کو حضرت کے جلیل القدر خلیفہ سید تاج محمود امروٹیؒ کی تائید، تحسین اور تصویب بھی شامل ہے۔

کتاب کے کاغذ اس قدر بوسیدہ ہو گئے ہیں کہ ہاتھ لگانے سے ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔ ساری کتاب ۱۴۵ صفحات پر مشتمل ہے جس میں مولانا عبید اللہ اور مولانا امروٹی دونوں کے جمع کردہ ملفوظات ان کے اپنے قلم سے لکھے گئے ہیں۔ مولانا عبید اللہ کی مہر ایک دو جگہ ثبت ہے جس کا نشان یہ ہے۔

حق بر عبید اللہ ۱۳۰
رحمت

نشان مہر

اس کے علاوہ کتاب پر کہیں کوئی تاریخ درج نہیں ہے۔ گویا ملفوظات حضرت کے معزز خلفاء کے جمع کردہ اور ان کے تائید و تحسین شدہ ہیں۔

جہاں تک ملفوظات کی قدر و قیمت اور اہمیت کا تعلق ہے اس کے بارے میں کچھ کہنا بے سود ہے البتہ حضرت حافظ الملّتؒ کی ذات سے تعلق رکھنے والا تمام فقراء، خلفاء اہلِ دل اور عوام سے میں یہ اپیل کروں گا کہ ملفوظات نے جس انداز میں حضرت کا تعارف کرایا ہے اور ان کی جو شخصیت ہمارے سامنے پیش کی ہے مخصوص گروہ بندیوں کی عینک اتار کر تمام لوگ اسے اچھی طرح دیکھیں حضرت حافظ الملّتؒ کی عظیم اور جامع شخصیت کو گروہ بندیوں کے محدود دائرے میں کھینچنے کی بجائے ان کو مرجعیت کے اس بلند مقام پر رہنے دیں جہاں سب لوگ ان سے فیض حاصل کرتے رہیں۔ ملفوظات کے مندرجات نے شکوک و شبہات کی گرد بالکل صاف کر دی ہے اور آپؒ کا علمی و روحانی مقام نکھار کر ہمارے سامنے پیش کر دیا ہے۔

ترجمے کے دوران میں نے کوشش کی ہے کہ متن کا لفظی ترجمہ ہو اس کے لیے بعض اوقات مجھے اردو زبان کے روز مرے یا محاورے بھی ترک کر دینا پڑے

ہیں۔ اصطلاحی الفاظ جوں کے توں رہنے دیے ہیں اس کے باوجود ترجمہ کو سلیس اور رواں بنانے میں اپنی سی میں نے پوری کوشش کی ہے۔ بایں ہمہ اگر ترجمے میں کہیں کوئی غلطی رہ گئی ہے یا میں صحیح ترجمانی نہیں کر سکا تو یہ میری اپنی کم علمی اور نافہمی ہے، حضرت حافظ الملّت ؒ کی ذاتِ گرامی کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ناشکر گزاری ہوگی اگر میں یہاں بھر چونڈی شریف کے نوجوان سجادہ نشین فخر المشائخ حضرت پیر عبدالخالق صاحب مدظلہ کا ذکر نہ کروں۔ اگر آپ کا شوق اور ملفوظات کے بارے میں عشق کی حد تک لگاؤ کام نہ کرتا تو یہ ملفوظات اتنی جلدی کبھی سامنے نہ آسکتے۔ آپ نے اس کے حصول کے لیے سخت کوشش کی۔ مجھ جیسے طبعاً سست شخص کو ابھار ابھار کر یہ کام کرایا اور اسے شائع کرنے میں دلچسپی لی۔ دعا ہے کہ حضرت حافظ الملّت ؒ کی خانقاہ کا یہ سجادہ نشین ان کے پروگرام اور مشن کے لیے احیائے ثانی کا موجب ثابت ہو۔

خاک نشیں

پیر سید محمد فاروق القادری۔ ایم۔ اے

آستانہ عالیہ شاہ آباد شریف

گڑھی اختیار خان۔ رحیم یار خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ملفوظات

الحمد للہ الذی نوّر قلوب العارفین بنورالایمان وشرح صدور الصادقین بالتوحید والایقان والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ محمدن الذی ارسلہ بالھدی ودین الحق وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ نجوم الھدیٰ اما بعد

فقیر عبیداللہ قارئین کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ ہمارے پیرومرشد روشن ضمیر مفتاح انوارالحقائق، مصباح رموزالدقائق، قدوۃ المحققین، عمدۃ المدققین، امام السالکین، شیخ المشائخ (حضرت حافظ محمد صدیقؒ) کی ذات والا صفات کی صحبتِ کیمیا اثر مریدین ومعتقدین کے قلوب کے لیے جمعیت خاطر اور اطمینان کا باعث تھی۔ آپؒ کی بلندوبالا شخصیت طالبانِ راہ کے لیے ایک ایسا ابر بہار تھی جس سے ہر وقت دریائے معرفت کے موتی قطرے بن کر ٹپک رہے تھے۔ چنانچہ فقراء میں سے ہرایک نے بقدر استعداد فیض پایا۔ کچھ لوگ بحرِ معرفت کی غواصی کر کے اطمینان و سکون کی دولت سے شادکام ہوئے۔ کچھ راہِ حق کے اشغال اور اوراد میں مصروف ہو گئے اور ان میں سے ایک گروہ آپؒ کی صحبت میں گزرے ہوئے اوقات کے شب و روز اور لطف ولذت کے فراق میں اپنے آپ کو روگ لگا بیٹھا۔

قضاوقدر کے ازلی فیصلے کے مطابق جب آپؒ نے وعدۂ الٰہی پر لبیک کہہ کر اس فانی جہان سے پردہ فرمایا تو ضرورت محسوس ہوئی کہ وقتاً فوقتاً آپؒ کی زبان

مبارک سے نکلے ہوئے وہ قیمتی موتی باہر لائے جائیں جن سے تعلق باللہ، خوفِ خدا، توکل، صبر اور رضا ایسے مدارج کے سمجھنے اور ان تک رسائی حاصل کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ مجھے آپ کی صحبت مبارک میں حاضری کے جو لمحات میسر آئے میں نے انہیں متاعِ قیمتی سمجھ کر ان کی ایک ایک بات اپنے دل میں محفوظ کر رکھی تھی۔ بالآخر اسی ضرورت کے تحت میں نے ان خدایاد محفلوں کے شب و روز کو قرطاس و قلم کے حوالے کرنے کا بیڑا اٹھایا تاکہ راہِ طریقت کے متلاشی اور منزلِ حقیقت کے طلب گار حضرت والاؒ کے ملفوظات اور سیرت و کردار کی روشنی میں سلوک و معرفت کی منزلیں طے کریں اور انہیں کسی مقام پر گھٹن یا قبض کا احساس نہ ہو۔

نیز خلیفہ محمد حسینؒ نے اپنے شیخ کے ملفوظات میں ان کا یہ مقولہ درج کیا ہے کہ اپنے مرشد کی زبان وحی ترجمان سے مرید جو نکتہ بھی سنے اسے وحی سمجھ کر فوراً تحریر میں لے آئے کہ ان الفاظ مبارکہ کی برکت سے مرید کو بہت بڑی نعمت حاصل ہوگی۔ آخر میں برادرانِ طریقت سے التماس ہے کہ حضرت والاؒ کے ملفوظات میں اگر کہیں کوئی سہو یا غلطی نظر آئے تو اسے میری طرف منسوب کریں۔

تصورِ شیخ:

ایک دفعہ بندہ (جامعِ ملفوظات مولوی عبیداللہ) حضرت والاؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا کہ آپؒ نے اپنی زبانِ درفشاں سے ارشاد فرمایا کہ مولوی! جس وقت ہم بلوچستان پہنچے تو شہر کے تمام علماء جمع ہو کر ہمارے پاس آئے اس وقت تمہارے والد مولوی محمد شریف بھی ہمارے پاس بیٹھے تھے۔ ان مولویوں نے تمہارے والد سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی مگر وہ اشارے کنایے میں جواب دیتے رہے اور تسلی بخش انداز میں ان کے سوالات کے جوابات انہوں نے نہ دیے۔ پھر ہم

نے مولوی صاحب سے پوچھا تو ہمیں بھی انہوں نے صاف جواب نہ دیا۔ اس کے بعد آپؒ نے فرمایا مولوی! صورت پرستی (۳۳) دو قسم کی ہے۔ ایک حلال اور یہ عارف کامل کی صورت پرستی ہے جو مطلوبِ (حقیقی) تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔

دوسری حرام اور وہ غیر اللہ کی صورت پرستی ہے۔ اس کے بعد آپؒ نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک دفعہ صحابہ کرام میں سے ایک صحابی نماز باجماعت کے بعد سب سے پہلے مسجد سے باہر نکلے۔ اتفاق سے ایک حسین و جمیل عورت سامنے آ گئی۔ صحابی کی نظر اچانک اس پر جا پڑی تو دل سے بے ساختہ سبحان اللہ نکلا۔ اللہ تعالیٰ نے مَنی کے غلیظ قطرے سے اپنی قدرت کاملہ کے ذریعہ کیسی خوب صورت شکل بنائی ہے اور اپنی صناعی و کاریگری کا کیا خوب کمال دکھایا ہے۔ صحابی اللہ تعالیٰ کی اس تخلیق پر حیرت اور تعجب کی کیفیت میں آ گئے۔ ان کے دل میں شہوت یا نفسانیت کا کوئی خیال تک نہ تھا۔ یہ صورت صحابی کے خیال میں اس قدر رچ بس گئی کہ ان کی آنکھیں بھی اس کے خیالی پیکر میں کھو گئیں اور ان کا سر زور سے ایک مکان کی دیوار سے جا ٹکرایا۔ صحابی درد اور تکلیف کی شدت سے بے ہوش ہو گئے۔ اتنے میں ایک اور صحابی آ گئے انہوں نے اپنے رفیق کا یہ حال دیکھا تو دوسرے صحابہ کرام کو اطلاع دی۔ تمام صحابہ کرام بھاگ کر وہاں پہنچے اور آنحضور ﷺ کی خدمت میں بھی اطلاع دی کہ حضور! فلاں شخص کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ آنحضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا؟ انہوں نے سارا واقعہ من و عن عرضِ خدمت کیا۔ آپؐ نے زبانِ مبارک سے ارشاد فرمایا کہ میرے دوست اس تصور کا دنیوی فائدہ تو یہی ہے کہ جو تم نے اٹھایا اور حاصل کیا۔ رہا اخروی فائدہ اس کا فی الحال علم نہیں کہ وہ کیا ہوگا؟

خلاصہ کلام یہ کہ غیر اللہ کا تصور حرام ہے جیسے کہ اس روایت سے معلوم ہوا

البتہ عارف کامل کا تصور بالکل جائز ہے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ اس تصور کے منکرین سے پوچھا جائے کہ اصحابِ صفہ کی اصل عبادت کیا تھی؟ اگر صحیح جواب دیں تو بہتر ورنہ انہیں کہا جائے کہ خدا کے بندو اصحابِ صفہ کی اصل عبادت آنحضور ﷺ کے چہرے مبارک کا دیدار ہی تو تھی۔یعنی ہر وقت نظارۂ جمال! دوسری عبادات مثلاً اوراد وظائف اور تلاوت قرآن کا درجہ بعد میں تھا۔ اصحابِ صفہ مہاجرین میں سے تقریباً چار سو صحابہ پر مشتمل ایسی جماعت تھی کہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں آ گئی نہ ان کا کوئی گھر گھاٹ تھا اور نہ خویش واقرباء یہ آیت انہیں کے حق میں نازل ہوئی

لایستطیعون ضربا فی الارض یحسبھم الجاھل اغنیآء من التعفف تعرفھم بسیماھم لایسئلون الناس الحافاً (اپنے ذاتی کسبِ معاش کے لیے زمین میں کوئی دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے۔ان کی خودداری دیکھ کر ناواقف آدمی گمان کرتا ہے کہ یہ خوش حال ہیں تم ان کے چہروں سے ان کی اندرونی حالت پہچان سکتے ہو مگر وہ ایسے لوگ نہیں ہیں کہ لوگوں کے پیچھے پڑ کر کچھ مانگیں) [البقرۃ: ۲۷۳]

یعنی وہ زمین میں کھیتی باڑی کا کام بھی صحیح طور پر نہیں کر سکتے کیونکہ انہیں دیدار کے بغیر ایک لمحہ صبر وقرار نہیں رہتا (کذا فی التفسیر الجامع)۔

اگر منکرین تصورِ شیخ اس پر بھی قائل نہ ہوں تو پھر ان سے ذرا سخت لہجے میں بات کی جائے کہ تم لوگ وظیفہ زوجیت ادا کرتے وقت کیا کیا کچھ کرتے ہو تا کہ اس نظر بندی سے تمہارا شوق بڑھے اور اس کے بعد لطف ولذت کی وادیوں میں کھو جاتے ہو یہاں تک کہ مادہ منویہ کے غلیظ اور بدبودار قطرات نکلتے ہیں جن سے تم دونوں نفرت کرتے ہو اور اس سے جان کو پاک کرنے کی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے یہ بھی ایک طرح کا تصور ہی تو ہے۔لہٰذا اسے بھی حرام ہونا چاہیے۔ حالانکہ یہ تصور کسی

روایت کی رو سے بھی حرام نہیں ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ تصور کی حلال شکل شیخ کامل کی صورت کا تصور ہے جب کہ حرام صورت اس کے غیر کا تصور۔ اور یہ آنحضور ﷺ کے زمانہ مبارک سے خلفاء راشدین کے ذریعے اب تک جاری و ساری ہے۔ نیز اس لیے کہ ذات پاک بے عکس اور بے مثال ہے اور یہ بات سالک راہ قال کے ذریعے نہیں حال کے ذریعے سمجھتے ہیں جس طرح مرشد کی صورت غیر اللہ کی آلائش سے پاک اور منزہ ہے اسی طرح وہ طالب کو بھی نفسیاتی اور شیطانی خطرات سے پاک کر دیتی ہے اور طالب کو ایسی صفائی اور پاکیزگی عطا کرتی ہے جس میں ذوق و شوق اور محبتِ الٰہی کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔

صورت پرستی حرام ہے:

حافظ عبدالرحیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت وسیلۂ دارین حضرت حافظ محمد صدیق ؒ شہر ''ہمایوں'' میں مولانا عبدالغفور صاحب ہمایونی کی دعوت کے سلسلے میں تشریف فرما تھے۔ محفل مبارک میں مولانا عبدالغفور صاحب کی موجودگی میں مولوی رضا محمد نے حضرت والا ؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور! خوب صورت عورتوں کی شکل میں عشق مجازی یا صورت پرستی جائز ہے یا نہ! آپؒ نے زبان درفشاں سے ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب! اس قسم کی صورت پرستی حرام ہے۔ میاں صاحب مولانا عبدالغفور نے عرض کیا کہ قبلہ جائز ہے۔ منع نہیں ہے۔ یہاں پر جواز سے مولانا صاحب کی مراد المجاز قنطرۃ الحقیقۃ والا معروف نظریہ تھا۔ اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میاں صاحب! مجاز کی یہ شکل آپ کے لیے جائز ہے لیکن عوام کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے۔

بے صورت صورت اولے:

حافظ عبدالرحیم مذکور کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت قبلہ عالم ہمایوں شہر سے میاں گوٹھ تشریف لائے تو اتفاق سے اس شہر میں بھی تصور پر گفتگو چل نکلی۔ اس موقع پر عوام کی ایک بڑی تعداد کے علاوہ علماء وسادات کی بھی بڑی خاصی جماعت موجود تھی۔ حضرت والاؒ نے زبانِ درفشاں سے ارشاد فرمایا کہ بھائی! ہم نے تو اپنے رب کو اسی راہ (تصورِ شیخ) سے پایا ہے باقی ہر شخص کی اپنی مرضی وہ جو چاہے کرے۔

المجاز قنطرۃ الحقیقۃ کا مفہوم:

بندہ جامع ملفوظات (مولوی عبیداللہ) حضرت والاؒ کی نورانی محفل میں حاضر تھا کہ آپؒ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ مولوی! المجاز قنطرۃ الحقیقۃ میں مجاز سے مراد عارفِ کامل کی صورت کا تصور ہے نہ کہ اس کے علاوہ کوئی اور تصور۔ پھر آپؒ نے فرمایا کہ مولوی! جس طرح صورتِ محمدی علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات مظہر ذاتی ہے اسی طرح شیخ کامل مکمل کی صورت بھی مظہر ذاتی ہے۔

منکر اولیاء:

ایک دفعہ حضرت والاؒ مغرب کی نماز پڑھ کر باغیچے میں تشریف لے گئے۔ فقیر جامع اوراق بھی نماز سے فارغ ہو کر حضرت والاؒ کو ڈھونڈتا ہوا باغیچے میں پہنچا تو دیکھا کہ آپ بینگن کی سبزی کے کھیت کے نزدیک چارپائی پر دراز ہیں۔ یہ فقیر آہستہ آہستہ چل کر چارپائی کے قریب زمین پر بیٹھ گیا۔ آپؒ نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ مولوی تم ہو! میں نے عرض کیا حضور دروازہ عالی کا ادنیٰ غلام میں ہوں۔ فرمایا مولوی! جو شخص اولیاء کا منکر ہے وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے بچائے۔

غیر اللہ سے تعلق حد میں رہنا چاہیے:

ایک دفعہ یہ فقیر (جامع) حضرت والاؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا آپؒ

نے فرمایا انتہائی شفقت اور کرم سے فقیر کو مخاطب کرتے ہوئے علم وحکمت کے موتی لٹانے شروع کیے۔ فرمایا مولوی! رفض کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟ میں خاموش رہا۔ پھر فرمایا کہ کتاب خزانۃ الاعظم (سندھی) میں مرقوم ہے کہ خلفائے راشدین کے مبارک دور میں ایک ایسا شخص تھا جسے دوسرے خلفاء راشدین کے مقابلے میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے کمال درجہ محبت تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد جونہی خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منتقل ہوئی یہ شخص حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ حضور! آپ سے زیادہ خلافت کا مستحق اور کون تھا؟ یہ کیا ہو گیا؟ آپ نے فرمایا پلید! صبر کرو! چنانچہ جب خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منتقل ہوئی تو یہ شخص پھر حضرت المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں آیا اور عرض کرنے لگا حضرت! خلافت تو آپ کا حق تھا آپ نے اپنا حق کیوں نہیں لیا۔ آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا زبان بند کرو! اگر تم نے دوبارہ یہ بات دہرائی تو میں تمہارا سر اتار لوں گا۔

چنانچہ وہ شخص بھاگ کھڑا ہوا اور کہیں روپوش ہو گیا۔ جب خلافت حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے پاس آئی تو وہ شخص اچانک نکل آیا اور رات دن آپ کی خدمت کرنے لگا۔ چنانچہ خلافت حضرت امام حسنؑ اور پھر حضرت امیر معاویہ کی طرف منتقل ہوئی تو بھی یہ شخص موجود رہا۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے زمانہ مبارک میں یہ شخص ظاہر شرع کا پابند اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا انتہائی فرمانبردار بنا رہا۔ اس طرح اس نے لوگوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بااعتماد اور مقرب ہونے کی حیثیت اختیار کر لی۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد یہ شخص ایک طرح سے آپ کا معتمد اور قائم مقام بن گیا۔ چنانچہ اپنے نظریے کے مطابق یہ

شخص خلفائے ثلاثہ کے مقابلے میں حضرت علیؓ کے زیادہ فضائل و مکارم کی روایات گھڑ گھڑ کر حضرت امام جعفرؓ کی کتابوں میں داخل کرتا گیا جب کہ اس کارنامے کا کسی کو پتہ نہ چل سکا۔ اس لیے کہ یہ شخص حضرت امام کا معتمد علیہ بنا ہوا تھا۔ اس شخص کے مرنے کے بعد اس زمانہ کے لوگوں نے حضرت امام کی کتابیں دیکھیں تو ان کے مطابق عمل کرنے لگے البتہ کچھ حضرات ہر زمانے میں شریعت وسنت کو کسوٹی بنانے لگے یعنی ان کتابوں کے اقوال کو آنحضورﷺ کے کسی فرمان کے مخالف ہوتا اسے ترک کر دیتے اور جو اس کے موافق ہوتا اسے قبول کر لیتے جو لوگ پہلے راستے پر چلے یعنی انہوں نے ان اقوال کو شریعت وسنت کے معیار پر نہ پرکھا وہ خلافِ سنت راہ چل پڑے یعنی حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی دوستی و محبت کو خلفائے ثلٰثہ کی محبت و مودّت پر فوقیت دینے لگے۔

اس کے بعد حضرت والاؒ نے فرمایا کہ اگر طالب راہ کی دوستی اور تعلق خاطر شیخ کامل کے ساتھ حد سے بڑھ جائے تو یہ دوستی اور تعلق خاطر طالب راہ کو شریعت و طریقت سے نکال کر گمراہی میں لا کھڑا کرتی ہے۔

لباس آدمی پہنا جہاں نے آدمی سمجھا:

ایک دفعہ یہ فقیر جامع اوراق خدمت بابرکت میں حاضر تھا، آپؒ نے فرمایا کہ شریعت، طریقت اور حقیقت میں فرق یہ ہے کہ شریعت آنحضورﷺ کے عمل کا نام ہے طریقت آپؐ کے فرمودات کو کہتے ہیں اور حقیقت وہ ہے جسے آنحضرتﷺ نے اپنی چشم مبارک سے ملاحظہ فرمایا۔ معرفت اور حقیقت مترادف المعنی ہیں۔ اس کے بعد آپؒ نے بیان فرمایا کہ:

آنحضورﷺ کی صورتِ مبارکہ کی تین قسمیں ہے ایک بشری صورت، پس

جس شخص نے آنحضور ﷺ کو صرف محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کرانہیں محض اپنے جیسا ایک آدمی سمجھا وہ کافر ومشرک قرار پایا جیسے کفار مکہ۔ دوسری ملکی صورت یعنی جس شخص نے آنحضرت ﷺ کو صرف بشر نہیں بلکہ فرشتوں سے بھی افضل سمجھا وہ درجہ ولایت پر فائز ہوا۔ تیسری حقی صورت اور وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کو بشر یا فرشتہ نہیں بلکہ نورِ حق سمجھے اور اگر اسے یہ مقام حاصل ہو جائے تو وہ یہ سمجھ لے کہ اسے مقامِ محمدی کا بڑا اونچا اور بلند ادراک حاصل ہو گیا ہے۔

اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ اگر آنحضرت ﷺ جنسِ بشر کی صورت میں تشریف نہ لاتے بلکہ فرشتوں یا کسی اور صورت میں آتے تو کون آپ ﷺ کی صحبت اختیار کرتا' اور کس طرح اسرار ومعارفِ خداوندی کے لاتعداد خزانے ہم تک پہنچتے۔ اور کیونکر دینِ اسلام اس قدر رونق حاصل کرتا اور اہلِ مکہ کس طرح اتنے معجزات کا مشاہدہ کرتے۔

بود ہر جنس با ہر جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

اس صورت نوں میں جان آکھاں:

آنحضور ﷺ کی صورت مبارکہ وہ صورت ہے کہ اس کے آنے سے مکہ مکرمہ پاک ہوا اور ہمیشہ کے لیے وہ تین سو ساٹھ بت جن کی اہلِ مکہ عبادت کیا کرتے تھے اور انہیں پوجتے تھے' ختم ہو گئے۔ بیت اللہ ان سے پاک ہو گیا اور عبادتِ الٰہی کا مرکز بن گیا یہی وہ صورت مبارکہ ہے جس کی زیارت کے لیے روئے زمین کے چپے چپے سے لوگ کشاں کشاں آنے لگے اور اس صورت کی برکت سے مشرف باسلام ہو کر کفار ومشرکین سے جہاد کے لیے تیار ہونے لگے۔ چنانچہ ان کے

جہاد کی داستانیں تاریخ وسیر کے اوراق میں جگہ جگہ بکھری ہوئی ہیں۔

دام ہم رنگ زمین بود گرفتار شدیم:

ایک دفعہ میں خدمتِ عالیہ میں حاضر تھا کہ آپؒ نے زبانِ مبارک سے ارشاد فرمایا کہ دریا کے ملاحوں کا قاعدہ ہے کہ دریائی مرغ کی کھال جسے سندھی میں مؤثرہ کہتے ہیں، اپنے اوپر اوڑھ کر اپنے آپ کو دریائی مرغ کی شکل بنا لیتے ہیں اور دریائی مرغوں کے شکار کی نیت سے دریا میں تیرنا شروع کر دیتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہ ملاح اپنی آواز ہو بہو دریائی مرغوں کے آواز کی مانند نکالتے ہیں۔ دریائی مرغ انہیں اپنی جنس سمجھتے ہوئے ایسا فریب کھاتے ہیں کہ بے دھڑک ان کے اردگرد جمع ہونا شروع ہو جاتے ہیں جب کافی سارے مرغ آ جاتے ہیں تو ملاح پانی کے اندر سے سب کے پاؤں آہستہ آہستہ رسی سے باندھ کر انہیں باہر کی طرف کھینچنا شروع کر دیتے ہیں اور دریائی مرغوں کو اب جا کر یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ مرغ ہماری جنس سے نہیں بلکہ کسی اور جنس سے ہے۔ جبھی تو یہ ہم سب کو کھینچ کر لیے جا رہا ہے۔

اسی طرح عارف کامل اپنے زمانہ کے لوگوں کے طور طریق اپناتا اور اپنے اوپر بشری لباس ڈال کر میدان میں آ جاتا ہے چنانچہ ہر شخص سے محبت والفت کے ساتھ پیش آتا ہے اور اس طرح ان کی تکریم و تعظیم بجا لاتا ہے کہ وہ سب بے دھڑک اسے اپنے میں سے ایک فرد سمجھتے ہوئے اس کی محبت اور صحبت کی لذت کے اسیر ہوتے جاتے ہیں۔ الغرض عارف کامل اس طرح سب کو اپنا شکار بنا کر اپنے اصلی وطن ''ملک وحدت'' میں لے جاتا ہے۔ پس جس وقت اس عارف کامل کی صحبت کیمیا اثر کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے تو ان کے حلقہ بگوش خوابِ غفلت سے بیدار ہوتے ہیں اور انہیں اب جا کر یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ عارف کامل عام بشر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا

فرستادہ تھا جو دنیا میں ہماری تعلیم وتربیت کے لیے آیا تھا۔اس کے بعد آپؒ نے یہ سندھی شعر پڑھا ۔

پکي سي پسچن جنھين ساھ نہ ماھ،

ھنيئون کر ڳل ڪاڻ جا متون پکن پاھ،

ويچارن ويساھ متي پکن آئيو.

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے:

ایک دفعہ یہ ادنیٰ غلام فقراء کی جماعت کے ساتھ حضرت سید الزماں قدس اللہ سرہ کی محفل اقدس میں حاضر تھا کہ آپؒ نے یہ نقل بیان فرمائی۔ گزشتہ زمانے میں ایک نہایت عادل بادشاہ تھا جو ہر رات اپنی رعایا کی غریبوں اور مسکینوں کی خبر گیری کی خاطر گشت پر نکلا کرتا تھا۔اتفاق سے ایک رات ایک مسجد کے قریب سے اس کا گزر ہوا تو اس کے کانوں میں قرآن مجید کی نہایت رسیلی آواز آئی۔اس آواز میں ایسی کشش اور سوز تھا کہ بادشاہ اپنے آپ سے بے خبر ہو کر انتہائی ذوق وشوق کے عالم میں یہ آواز سنتا رہا۔صبح ہوتے ہی بادشاہ نے حکم دیا کہ اس شہر کے تمام حفاظ کو میرے سامنے حاضر کیا جائے۔ جب تمام حفاظ جمع ہو گئے تو بادشاہ نے کہا کہ ان حفاظ میں سے ہر حافظ دس دینار کے بدلے ایک ایک رکوع سناتا جائے۔تمام حفاظ قرآن مجید کا ایک ایک رکوع سنا کر دس دس دینار وصول کرتے گئے۔البتہ ایک انتہائی کمزور بدن، لاغر ونحیف حافظ باقی رہ گیا۔ حالانکہ حافظ مذکور کی گزر گزران ہمیشہ فقر وفاقہ کی حالت میں رہتی تھی۔لیکن بادشاہ نے اسے حکم دیا کہ تم بھی رکوع پڑھو تو اس نے کہا بادشاہ! خدا کے لیے کہو تو ابھی پڑھ دیتا ہوں اگر معاوضہ لے کر پڑھنے کی بات ہے تو میری معذوری ہے۔ بادشاہ نے کہا دوسروں کو رکوع کے دس دینار دیے گئے ہیں

تمہیں ایک ایک آیت کے دس دس دینار ملیں گے۔ حافظ نے پھر وہی بات دہرائی جو وہ پہلے کر چکا تھا۔ بادشاہ نے کہا حافظ تم پڑھو تو سہی تمہیں ایک ایک آیت کے بدلے سو سو دینار عطا کروں گا۔ حافظ نے کہا بادشاہ سلامت! اگر خدا کے لیے بلا معاوضہ کہو تو پڑھنے کے لیے تیار ہوں مگر معاوضہ لے کر میں ہرگز نہیں پڑھوں گا۔ اس پر بادشاہ سلامت غضبناک ہوا اور حافظ مذکور کو برا بھلا کہا اور مار پیٹ کر شہر بدر کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ شاہی کارندوں نے اس نیک نفس، بے ریا حافظ قرآن کو مار پیٹ کر شہر سے نکال دیا۔ شہر بدر ہونے کے بعد حافظ نے سوچا کہ جنگل سے لکڑیاں لا کر شہر میں بیچوں اور اس طرح اپنے گزر اوقات کی سبیل نکالوں۔ اتفاق سے دریا قریب تھا۔ حافظ دریا کے کنارے جنگل میں پہنچا اور بازار میں بیچنے کی خاطر لکڑیاں اکٹھی کرنے لگا۔ اچانک دریا کے کنارے سے آواز آئی کہ اے مسکین حافظ ادھر آؤ۔ حافظ نے آواز سنی مگر ان سنی کر کے پھر اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ آواز آئی۔ اب حافظ اس طرف چلا گیا دیکھا کہ گھوڑے پر سوار ایک شخص کھڑا ہے۔ حافظ نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اور مجھے کیوں بلا رہے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میں قرآن بے ریا ہوں تم نے میری تعظیم و تکریم کی ہے میں تمہاری دل جوئی اور عزت افزائی کے لیے آیا ہوں۔ میں ہیرے اور جواہرات سے بھری ہوئی یہ تھیلی تیرے لیے لایا ہوں۔ یہ لو اور اسے اپنی ضرورت پر خرچ کرو۔

اس نقل کے بعد حضرات والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن بے ریا سے مراد یہ ہے کہ خالصتاً للہ پڑھا جائے اس میں یہ ارادہ بھی نہ ہو کہ لوگ میری تعریف کریں اور کہیں کہ اس حافظ میں طمع بالکل نہیں ہے (اس خیال میں بھی ریا آ جاتا ہے) اگر اس طرح قرآن مجید پڑھا جائے تو اس کے فوائد و ثمرات بیان کردہ نقل سے مختلف نہ

ہوں گے۔

ایک ہندو بارگاہِ فقر میں:

ایک مرتبہ فقیر جامع اوراق، مسیح زماں حضرت مرشد کی خدمت بابرکت میں حاضر تھا کہ فقیر دریا خان کے مریدوں میں سے ایک ہندو حاضر خدمت ہوا۔ آپؒ نے اس کی تعظیم وتکریم کی۔ گفتگو کے دوران خوش طبعی کے انداز میں آپؒ نے اس ہندو سے پوچھا کہ مُکھی! گنگا جمنا میں جو رسومات ادا کی جاتی ہیں یہ کہاں سے شروع ہوتی ہیں۔ ہندو خاموش رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں مقامات پر جو رسوم ادا کی جاتی ہیں مثلاً وہاں ہندوؤں کے داڑھی اور سر کے بال مونڈتے ہیں پھر انہیں چوٹی سے پکڑ کر پانی میں غوطہ دیتے ہیں جب انہیں باہر نکالتے ہیں تو ہر ایک کے سر پر گن کر پانچ جوتے مارتے ہیں اور ہر جوتے کے بدلے دو دو پیسے اس شخص سے لیتے جاتے ہیں اور اسے کہتے ہیں کہ توبہ کرو کہ آئندہ کوئی پاپ (جرم) نہیں کرو گے۔ وہ کہتا ہے کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ چنانچہ اسے پھر پانی میں غوطہ دیتے ہیں۔ یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ ان کی مقررہ تعداد پوری ہو جاتی ہے۔ یہ رسم احمد شاہ دہلی والے نے ایجاد کی تا کہ اس طرح اہلِ اسلام اور کفار کے درمیان فرق قائم ہو جائے اور یوں کافر برسرِ عام ذلیل وخوار ہوں۔

اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ مُکھی! آخر گنگا میں غوطہ لگانے سے کیا ہو جاتا ہے جب کہ گنگا کا پانی بھی دریائے سندھ کے پانی کی طرح ہے ان میں کوئی فرق نہیں ہے مُکھی! اصل بات یہ ہے کہ انسان کو اپنے قلب کے گنگا میں غوطہ لگانا چاہیے تا کہ اس ذریعے سے وہ نفسانی خیالات اور شیطانی خطرات سے چھٹکارا حاصل کر کے تمام آلائشوں سے پاک وصاف ہو جائے اور بالآخر اپنا موہومہ ہستی سے نکل کر مقصد

اصلی اور محبوبِ حقیقی کے وصال سے شاد کام ہو۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسه فَقَدْ عَرَفَ رَبَّه:

ایک دفعہ یہ فقیر (جامع) مسیح زماں حضرت مرشد کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا۔ آپؒ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ خیر و برکت کی خصوصی محفل قائم تھی اس موقع پر آپؒ نے یہ نقل بیان فرمائی۔ ''گزشتہ زمانے میں ایک چرواہے کو کہیں سے شیر کا بچہ ہاتھ آ گیا وہ اسے لے آیا اور اپنی بھیڑ بکریوں کے دودھ سے اس کی پرورش کرنے لگا۔ جب وہ کچھ بڑا ہوا تو بھیڑ بکریوں کے گلے کے ساتھ جنگل میں جانے لگا۔ اس نے دیکھا کہ بھیڑ بکریاں گھاس پھوس کھا رہی ہیں۔ دیکھا دیکھی اس نے بھی گھاس کھانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ گھاس ہی اس کی خوراک بن گیا۔ ایک دن یہ جنگل میں بکریوں کے ساتھ گھاس چر رہا تھا کہ اتفاق سے شکار کی نیت سے کہیں سے شیر نکل آیا۔ اس نے دیکھا کہ میری طرح کا شیر ہے مگر بکریوں کے ساتھ گھاس کھا رہا ہے۔ وہ زور سے دھاڑا۔ گھاس کھانے والے شیر نے غور سے دیکھا تو اسے اپنی شکل و صورت اور جنس نظر آئی وہ چلتا چلتا اس کے پاس جا پہنچا۔ جنگلی شیر نے ایک موٹی تازی بھیڑ گلے میں سے اٹھائی اسے چیرا پھاڑا اور اس گھاس خور شیر کے سامنے ڈال دیا اور اسے کہنے لگا تمہاری خوراک یہ ہے۔ تمہاری خوراک گھاس نہیں ہے۔ گوشت کھانے سے اسے خصوصی لذت محسوس ہوئی اپنی اصلی خوراک اسے یاد آئی اور اسے احساس ہوا کہ میرا اصلی وطن جنگل ہے۔ میں شیر ہوں اور شیروں کی جنس سے ہوں اور وہی میری سنگت کے لائق ہیں میں نے اتنی عمر بلاوجہ ضائع کی''۔

یہ نقل بیان فرما کر حضرت والاؒ نے فرمایا کہ شیر سے مراد طالبانِ حق اور بھیڑ بکریوں سے مراد عام لوگ ہیں جو اپنی دنیاوی پسندیدہ اشیاء، جسمانی ضروریات،

شہوانی لذات اور خیالاتِ فاسدہ کا گھاس کھا کھا کر اسے اپنی خوراک اور روزی بنا چکے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے اصلی وطن اور حقیقی خوراک کو بھی بالکل فراموش کر بیٹھے ہیں (طالبِ حق بھی شروع شروع میں عوام کے ساتھ گھل مل کر رہنے کی وجہ سے وہی طور طریقے اختیار کر لیتا ہے) اتنے میں اچانک کہیں سے جنگلی شیر نمودار ہو جاتا ہے۔ جنگلی شیر سے مراد عارفِ کامل اور مرشدِ صادق ہے۔ یہ عارف کامل آ کر ان سے رفاقت اختیار کرتا ہے اور بالآخر انہیں سمجھا دیتا ہے کہ تمہارا اصلی وطن ملک وحدت ہے یہ دار فانی نہیں۔ اور تمہاری غذا و خوراک تمہارے قلب میں پنہاں ہے۔ پس جب عارف کامل کی صحبت کی برکت سے ان کے اندر اپنی اصلی خوراک کی لذت جاگ اٹھتی ہے تو انہیں احساس ہوتا ہے کہ ہم نے بے سود اپنی اتنی عمر ضائع کر دی اور بلا وجہ دوست حقیقی (اللہ تعالیٰ) سے اتنا وقت دور رہے۔

خطبہ سید العارفینؒ:

ایک دفعہ اس فقیر (جامع) نے رمضان المبارک کا مہینہ درگاہ عرش اشتباہ (بھرچونڈی شریف) میں حضرت والاؒ کی خدمتِ اقدس میں گزارا۔ رمضان امبارک کے آخری جمعہ کے موقع پر مسنون خطبہ کے بعد آپؒ منبر پر بیٹھ گئے اور جماعت کو وعظ و نصیحت فرمانے لگے اس میں آپؒ نے فرمایا۔ مسلمانو! چونکہ خطبہ عربی زبان میں تھا اور عربی زبان ماسوائے اس شخص کے جو عربی جانتا ہو دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔ اس خطبے میں بیان کیا گیا ہے کہ:

> ''اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے
> اور نہ صفات میں وہ سمیع و بصیر ہے اس کی سمع کی صفت کا عالم یہ ہے
> کہ ممکنات موجودات اور مخلوقات میں سے جو کہ اٹھارہ ہزار اقسام پر

مشتمل ہیں لوگ اپنی اپنی زبان میں یعنی ہندی، فارسی، پشتو اور عربی وغیرہ میں سوال کریں گے۔ یہ تمام ایک بڑے میدان میں جمع ہوں گے اور تمام کے تمام ایک ہی وقت اور لمحے میں رب تعالیٰ سے سوال کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی بات اس کی اپنی زبان میں سماعت فرمائے گا۔ یہ اس کی صفت سمع کی ایک معمولی صورت ہے، وہ بصیر ہے۔ اس کی صفتِ بصارت کی کیفیت یہ ہے کہ ایک سیاہ رنگ کی چیونٹی، اندھیری رات میں کالے رنگ کے پہاڑ کے اندر معمولی حرکت کرتی ہے چلتی ہے تو کوئی شخص ہے جو اسے دیکھ سکے؟ مگر اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہوتا ہے اور اس کے پاؤں کی حرکت کی آواز سن رہا ہوتا ہے۔ یہ اس کی صفتِ بصارت کی شان ہے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا چاہیے کہ وہ لاشریک ہے۔

حدیث قدسی میں آیا ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ حشر کے روز اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو فرشتوں کے ذریعے ندا کرائے گا کہ میرے بندوں میں سے کوئی ایسا بندہ ہے جس کے گناہ زمین و آسمان جتنے ہوں ہر قسم کے گناہ، زنا، شراب خوری، چوری وغیرہ ان میں سے اس کا ہر ایک گناہ پہاڑ کے برابر ہو تو ایسا بندہ میرے قریب آئے اور اپنے گناہوں کی فہرست دیکھے۔ اگر ان گناہوں میں شرک کا کوئی ذرہ شامل نہیں ہے تو یہ بندہ میری رحمت سے ناامید نہ ہو میں اپنے فضل و کرم سے اس کے گناہ بخش دوں گا۔

لیکن اگر اس کے گناہوں میں شرک کا کوئی شائبہ شامل ہے تو اسے

میری رحمت کا آسرا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ میں لاشریک ہوں اور صاحبِ غیرت ہوں"۔

آدابِ زیارتِ قبور :

ایک دفعہ یہ فقیر (جامع) خدمتِ اقدس میں حاضر تھا آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضور! فلاں وصال کردہ بزرگ سے سوال کروں تو وہ سنیں گے یا نہ؟ حضرت امام اعظمؒ نے فرمایا کہ اتسمع من فی القبور (کیا تم قبر والوں کو سنا سکتے ہو؟) اسی طرح کسی نے امام ابویوسفؒ سے پوچھا کہ حضرت! مشائخ کی قبروں پر جانا جائز ہے یا نہیں۔ آپؒ نے فرمایا مجھ سے قبروں پر جانے کے جائز یا ناجائز کی بات نہ پوچھو مجھ سے پوچھو کہ ان لوگوں پر کس قدر لعنت ہوتی ہے جو شہ رگ سے قریب اپنے رب کو چھوڑ کر ایسی مخلوق کی طرف رجوع کرتے ہیں جو خود محتاج ہے۔(۳۵)

جو لوگ اپنی عورتوں کو خوب صورت لباس' زیورات اور سرمہ و مساگ وغیرہ سے آراستہ پیراستہ کر کے اس حالت میں مقابر کی طرف لے جاتے ہیں کہ ساتھ ساتھ گھی' چینی اور روٹی کے ٹکڑوں کو ملا کر چوری کا تھال لے کر ایک آدمی آگے آگے چل رہا ہوتا ہے یا کوئی جانور کسی بزرگ کے نام منسوب کر کے ساتھ لے لیتے ہیں اور ڈھولک و مزامیر بجاتے ناچتے گاتے کئی خلافِ شرع امور کا ارتکاب کرتے گھر سے روانہ ہوتے ہیں ایسی لوگوں پر جن میں تمام مرد و زن شامل ہوتے ہیں' لعنت برستی ہے یہاں تک کہ جب وہ اس بزرگ کے مزار پر پہنچتے ہیں جس کے نام کی انہوں نے منت مان رکھی ہوتی ہے۔ ادھر اللہ تعالیٰ ان کے پہنچنے سے پہلے اپنے اس ولی کو سارے حالات سے آگاہ کر دیتا ہے کہ فلاں شخص اس شکل میں تمہارے پاس آ رہا ہے۔

پس وہ بزرگ اس پر لعنت بھیجنا شروع کر دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے بد بخت! میں تو ساری زندگی ان بدعتوں اور فسق و فجور کی رسوم کے خلاف جہاد کرتا رہا ہوں۔ اب مجھ پر یہ تہمت کیوں لگا رہے ہو؟ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو تم پر۔ جونہی یہ بزرگ اس پر لعنت کرتے ہیں تمام اہلِ قبور، بزرگانِ زمین اور فرشتگان آسمان بھی اس شخص پر لعنت شروع کر دیتے ہیں الغرض وہ اسی طرح لعنتوں کے گٹھڑ سمیٹ کر گھر واپس آتا ہے۔

البتہ اگر کوئی شخص فسق و فجور کی ان رسوم کے بغیر کسی بزرگ کے مزار کی زیارت کی نیت کرے باوضو ہو کر مقبرے میں داخل ہو۔ سورۂ ملک، سورۂ اخلاص اور آیۃ الکرسی پڑھ کر اس کا ثواب اس بزرگ کی روحانیت کی نذر کرے تو وہ بزرگ اس سے راضی ہوتے ہیں اور اس کے حق میں دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ الٰہی! جس طرح اس شخص نے مجھے راضی کیا ہے تو بھی اسے راضی کر۔ اور جو نعمت تو نے مجھے عطا کی ہے وہ اسے بھی بخش اور یہ نعمت دیدارِ الٰہی ہے جس سے یہ بزرگ شادکام ہوئے ہیں۔

زیارت کرنے والے کو چاہیے کہ جس وقت مزار کے احاطہ میں داخل ہو تو دست بستہ ہو کر ادب سے اس طرح بیٹھ جائے جیسے اس بزرگ کی زندگی میں اس کے سامنے بیٹھا کرتا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت زائر صدق و اخلاص اور نیاز مندی کے ساتھ داخل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بزرگ کو آگاہ فرما دیتے ہیں کہ فلاں شخص تیری زیارت کو آ رہا ہے۔ چنانچہ وہ بزرگ اپنے زائر کے استقبال کی خاطر مزار سے باہر آ جاتے ہیں اور زائر کا انتظار شروع کر دیتے ہیں اسی طرح دعا کے بعد زائر کو چاہیے کہ باادب ہو کر واپس آئے۔ کیونکہ صاحبِ مزار اس کے ساتھ ساتھ آ رہے ہوتے ہیں یہاں تک کہ زائر مزار کی حدود سے باہر نکلے اور دعا مانگ کر رخصت طلب کرے۔

مزارات و مقابر پر عبرت حاصل کرنے کی خاطر جانا چاہیے۔ یہ کوئی عیش

وعشرت اور غیر شرع امور کے ارتکاب کی جگہ نہیں ہے۔اس کے بعد آپ نے انتہائی حسرت وافسوس کے لہجے میں فرمایا کہ رمضان المبارک کا مہینہ رخصت ہونے کو ہے پتہ نہیں آئندہ سال ہمیں یہ خیروبرکت والا مہینہ نصیب ہوگا یا نہیں؟ اب رمضان المبارک کے جتنے ایام باقی ہیں ان میں جس قدر ہو سکے ذکر وفکر اور خیرات وصدقات کا اہتمام کرنا چاہیے اور اس کام میں جلدی کرنا چاہیے۔ نیز رمضان المبارک توبہ و استغفار کا مہینہ ہے اس میں اہتمام کے ساتھ توبہ واستغفار کرنی چاہیے۔

راہِ صفا:

اس فقیر جامع اوراق نے اسی رمضان المبارک کے اختتام پر عید الفطر کی نماز درگاہ عرش اشتباہ (بھرچونڈی شریف) میں حضرت والاؒ کی اقتداء میں ادا کی اس موقع پر میاں تاج محمود (فخر الاولیاء حضرت خلیفہ تاج محمود امروٹیؒ) بھی موجود تھے۔ حضرت والاؒ نے مسنون خطبہ کے بعد منبر پر کھڑے کھڑے جماعت سے مخاطب ہوکر فرمایا: اے جماعت مومنین! خطبہ چونکہ عربی زبان میں تھا اور عربی زبان ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔اس لیے خطبے کا مفہوم بیان کرتا ہوں اس خطبے میں بیان کیا گیا ہے کہ:

> ''اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے اور نہ صفات میں جو شخص باون (۵۲) روپے[۳۶] (خالص چاندی والے (مہر شدہ) یا اس کی مقدار جتنے زیورات اپنے گھر میں رکھتا ہے اس پر اس مال کی ۵ پاولہ زکوٰۃ فرض ہے اسی طرح زیادہ میں اسی حساب سے فرض ہوگی۔اگر چالیس بکریاں کسی کے پاس ہوں تو ایک بکری زکوٰۃ کی دینی ہوگی یہ زکوٰۃ اس وقت تک رہے گی جب تک بکریوں کی تعداد ایک سو بیس تک نہ پہنچے جب تعداد اتنی ہو جائے

تو پھر دو بکریاں دینی ہوں گی اور گائے بھینسوں پر جب ۳۰ تیس تک پہنچ جائیں ان کی زکوٰۃ کے طور پر ایک سالہ گوسالہ فرض ہے اور صدقہ فطر اور قربانی ہر اس شخص پر واجب ہے جو اپنے ہتھیاروں' کھانے پینے کے برتنوں وغیرہ کے علاوہ اوپر بیان کردہ نصاب جتنی یا اس سے زائد مالیت رکھتا ہو۔ دو سیر گندم یا اس کی قیمت صدقہ فطر کے طور پر ادا کرے اور یہ صدقہ فطر اس لیے ضروری ہے کہ روزہ دار رمضان المبارک کے ایام میں بعض اوقات اپنی زبان کو گالی غیبت یا کسی فحش بات سے آلودہ کر لیتے ہیں اس سے روزہ پر اثر پڑتا ہے اور جب تک صدقہ فطر ادا نہ کیا جائے۔ روزہ زمین و آسمان کے درمیان معلّق رہتا ہے"۔

اس کے علاوہ خطبہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بچے کی پیدائش' کسی عزیز کی موت' شادی اور غمی ایسے تمام موقعوں پر وہی بجالانے چاہییں جو آنحضورﷺ نے کیے ہیں یا ان کا حکم دیا ہے۔ مختلف قسم کی بدعتوں اور فسق و فجور پر مبنی ایسی تمام رسموں سے پرہیز کیا جائے جو لوگوں نے جہالت کی وجہ سے اپنے طور پر گھڑ لی ہیں یا کفار کی رسمیں ہیں اور مسلمانوں میں گھس آئی ہیں۔

شرک کیا ہے:

ایک دفعہ اس فقیر (جامع اوراق) نے عیدالاضحیٰ حضرت اقدسؒ کی امامت میں ادا کی۔ نماز کے بعد آپ نے جونہی خطبہ مسنونہ مکمل فرمایا منبر پر کھڑے کھڑے جماعت سے مخاطب ہو کر فرمایا مسلمانو! خطبہ عربی زبان میں تھا اور عربی' عربی زبان جاننے والے کے بغیر اور کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا۔ اس خطبہ میں بیان کیا گیا ہے:

''اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اس کی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہیں، شرک کفر سے بھی بدتر ہے۔ اللہ تعالیٰ دوسرے تمام گناہ چاہے تو بخش دے گا مگر شرک معاف نہیں فرمائے گا۔ شرک کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنا جانی و مالی نفع و نقصان اللہ تعالیٰ کے غیر مثلاً پیروں، فقیروں، درختوں اور بتوں سے سمجھے جیسا کہ جاہل لوگ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ خطبے میں اس بات کا ذکر تھا کہ مرنے، جینے، ماتم، خوشی، شادی، غمی اور ختنہ وغیرہ کے موقع پر وہی کچھ کرنا چاہیے جو آنحضور ﷺ نے کیا ہے۔ اس کے علاوہ جتنی رسمیں ہیں یہ سب کافروں کی ہیں ان سے دور بھاگنا چاہیے۔ ہر مرد و عورت پر پنج وقتہ نماز اور رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں۔ زکوٰۃ اور حج صاحبِ زکوٰۃ لوگوں پر فرض ہے۔ زکوٰۃ یہ ہے کہ جو شخص بنیادی ضروری چیزوں کے علاوہ نقد ۵۲ روپیہ (چاندی) یا اتنی مقدار کے زیورات کا مالک ہو اس پر ۵ پاؤلہ فرض ہے۔ اسی طرح آگے حساب چلے گا۔ چالیس بھیڑوں بکریوں پر ایک بھیڑ، بکری یہاں تک کہ ایک سو بیس ہو جائیں۔ ایک سو بیس پر دو بکریاں فرض ہوں گی۔ گائے، بھینسوں پر جب وہ تیس کی مقدار کو پہنچ جائیں تو ایک گو سالہ فرض ہے۔ چاہے نر ہو چاہے مادہ۔ صدقہ فطر اور قربانی اس شخص پر واجب ہے جس کے گھر میں واقع سامان ماسوائے کھانے پینے کے برتنوں اور پہننے کے کپڑوں کے ۵۲ روپیہ (چاندی) یا اس سے زائد مالیت کا ہو اس پر صدقہ فطر اور قربانی دونوں واجب ہوں گے قربانی میں ایک شخص کی

طرف سے ایک بکری اور سات آدمیوں کی طرف سے ایک گائے یا
بھینس کافی ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ ان سب کی نیت قربانی کی ہو ورنہ
قربانی نہ ہوگی۔ گائے بھینس دو سال کی اور اونٹ پانچ سال کا قربانی
میں جائز ہوگا''۔

ایک دفعہ یہ فقیر (جامع) اور حافظ شیخ عبدالرحمٰن مسجد کے منبر کے سامنے صحن میں امام السالکین سید العارفین حضرت مرشدی کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ اس وقت حضرتِ والاؒ اپنے اعصا پر ٹیک لگا کر کھڑے تھے اس دوران آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ! درگاہ شریف (پیر جو گوٹھ) سے دو تحریریں بطور امانت حاصل ہوئی ہیں کتب خانہ کی فلاں کتاب سے یہ دونوں نکال کر لے آؤ اور کوئی انہیں پڑھے تا کہ ہم سنیں۔

حافظ مذکور فوراً وہ یہ دو تحریریں لے آئے آپؒ نے سنیں اور ارشاد فرمایا کہ یہ کسی کتاب کے ابتدائی خالی صفحات پر نقل کر دو تا کہ محفوظ ہو جائیں۔ بعد میں فقیر (جامع) نے حافظ صاحبِ مذکور کے ساتھ مل کر یہ تحریریں نقل کر لیں اور اپنے ساتھ لے آیا تا کہ طالبانِ حق اس سے عام استفادہ کر سکیں۔ ان میں سے ایک قبلہ عالم سید محمد راشد علیہ الرحمۃ کا نامہ مبارک ہے جو یہ ہے۔

مکتوبِ گرامی قبلہ عالم سید محمد راشدؒ :

''مکتوب نہم' میر مبارک خان ٹالپر ولد میر سہراب خان ٹالپر (ٹالپور) نے جناب فیض مآب حضرت پیر دستگیر (قبلہ عالم سید محمد راشدؒ) ادام اللہ برکاتہ کی خدمت اقدس میں لکھا کہ اس رباعی کا معنی و مفہوم سمجھایا جائے ۔

من آں وقت بودم کہ آدم نبود — کہ ذات و صفات خدا ہم بنود
من آں وقت کردم خدارا سجود — کہ آدم بنود و خدا ہم بنود

اس خط کے جواب میں حضرت قبلہ عالم نے تحریر فرمایا:

جانِ من! یہ صاحب حال لوگوں کی باتیں ہیں اور انہیں عوام نہیں بلکہ صاحبِ حال لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

سرِ من از نالہ من دور نیست　　لیک چشم و گوش راایں نور نیست

جو شخص صاحبِ حال ہے اس کے لیے بیان و تشریح کی ضرورت نہیں اور جو صاحب حال نہیں وہ یہ باتیں سرے سے سمجھ ہی نہیں سکتا لیکن اس بات کا اندیشہ ہے کہ علم ظاہر کے علماء اسے اپنی ناسمجھی کی وجہ سے ظاہر پر محمول کر کے فقراء پر زبانِ اعتراض کھولیں لہٰذا ضرورتاً کچھ تشریح کی جاتی ہے ورنہ اس کی ضرورت نہ تھی ؎

سریست درایں سینہ کہ گفتن نتوانیم　　درّیست دریں بحر کہ سفتن نتوانیم
مشکل ہم آنست کہ ما مشکل خودرا　　گفتن نتوانیم نہفتن نتوانیم

(یہ سینہ راز کا گنجینہ ہے مگر بات کرنے کا یارا نہیں اس (سینے سے) سمندر میں ایسے موتی ہیں جنہیں پرونے کی مجھے طاقت نہیں مشکل تو یہی ہے کہ میں اپنی مشکل نہ چھپا سکتا ہوں نہ ظاہر کر سکتا ہوں)

میرے عزیز! یہ اس شخص کا کلام ہے جو توحید شہودی میں ہے اس نے اپنے وجود کو روزنِ امکان سے نکال کر آفتابِ حقیقی کے نور میں گم کر دیا ہے یا اپنے آپ کو قطرے کی طرح ہویت کے سمندر میں لے جا کر انا البحر و انا الشمس پکار رہا ہے اس مقام پر مومن سے مراد ہستی مطلق ہے۔ اس سے قائل کی ہستیِ موہوم مراد نہیں ہے بلکہ من یہاں ہستی مطلق سے عبارت ہے۔ چنانچہ حضرت منصور فرماتے ہیں ؎

من نمی گویم انا الحق یار میگوید　　چوں نگویم مرا دلدار مے گوید بگو

(میں نہیں کہتا انا الحق خود آپ کہہ رہے ہیں۔ میں خاموش ہوتا ہوں تو محبوب مجھے کہتا

ہے کہ [انا الحق] کہو)

ع "من آں وقت بودم کہ آدم نبود"

میں "من" سے مراد وجود مطلق ہے التوحید اسقاط الاضافات سے اسی طرف اشارہ ہے بودم روحِ انسانی سے عبارت ہے جسے تعین کہا جاتا ہے اسی طرح آدم نبود سے وہ مقام مراد ہے جو لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقوب ولا نبی مرسل (میرے لیے حضور حق میں ایک ایسا خاص وقت مقرر ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتے کو دخل اندازی کی اجازت ہے اور نہ کسی رسول و نبی کے لیے کوئی گنجائش) میں بیان ہوا ہے۔ اس کے بعد یہ مصرعہ بیان ہوا ہے کہ "ذات و صفات خدا ہم بنود" میرے عزیز! عارف بے رنگی کے سمندر میں ایسا گم ہوا ہے کہ اس کے سامنے خدائی ہی نہیں رہی کہ اس کی نسبت سے بندگی کی بات کی جا سکے۔ چنانچہ جب عارف بندگی سے گزر کر حق میں فنا ہو جاتا ہے تو وہ خداوند کے الفاظ نہیں کہہ سکتا۔ اس لیے کہ التوحید اسقاط الاضافات۔ چنانچہ کسی عارف نے کہا ہے۔

میگفت در بیابانِ رندی دہن دریدہ   عارف خدا نداند کونیست آفریدہ

(یعنی عارف کا خدا وہ ہے ہی نہیں جو خود عارف کی حقیقت سے الگ ہے پس حقیقت انسان خدا سے الگ نہیں ہے)۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ۔

من آں وقت کردم خدارا سجود   کہ آدم نبود و خدا ہم بنود

میرے بھائی! سجود سے مراد اپنے آپ کو پہچان لینا ہے یعنی میں نے اس وقت اپنے خدا کو پہچانا کہ آدم نہیں تھا یعنی بندہ نہ تھا اور جب بندہ نہ تھا تو خداوند کا ظہور بھی نہ تھا اس لیے کہ خداوند اس وقت کہا جا سکتا ہے کہ جب کوئی اس کا بندہ ہو (تبھی تو وہ خداوند کہلائے گا) اور جس کا سرے سے کوئی غلام ہی نہ ہوا سے آقا کہنا

کیونکر درست ہوگا۔

میرے عزیز! یہ ایک ایسا راز ہے جو عارفِ کامل کے بغیر سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ مرشد کامل اسے اپنی نگاہ سے سمجھا سکتا ہے کیونکہ یہ پردہ در پردہ اور راز در راز ہے البتہ اگر کوئی مردِ راہ موجود ہے تو اس کے لیے اشارہ کافی ہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ !

(یہ تحریر شیخ الشیوخ مرشد السندھ والہند حضرت پیر سید محمد راشد علیہ الرحمۃ والغفران کی ہے)

چہار عالم:

یہ ایک تحریر ہے جو قبلہ عالم کے ایک ملفوظ پر مشتمل ہے اور یہ ہے:

''اس کے بعد عالم چہارم کی بات چل نکلی کہ عالم چہارم کسے کہتے ہیں؟ آپؒ نے (قبلہ عالم) ارشاد فرمایا کہ اے درویش! جو درویش عالم چہار کی حقیقت سے بے خبر ہے اور اسے نہیں جانتا وہ سرے سے درویش ہے ہی نہیں وہ غلط طور پر اپنے آپ کو درویش کہلا رہا ہے اور نہ ہی اسے خرقہ پہننے کا حق حاصل ہے۔ اس کے بعد آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا قدس سرہ العزیز کی معروف کتاب ''الاوراد'' میں مَیں نے دیکھا ہے کہ یہ چہار عالم یہ ہیں: پہلا(۱) عالم ناسوت دوسرا(۲) عالم ملکوت تیسرا(۳) عالم جبروت چوتھا(۴) عالم لاہوت۔ اس کے بعد آپؒ نے ہر ایک عالم کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ عالم ناسوت' حیوانات کا عالم ہے اور اس کی کارکردگی حواس خمسہ حسیہ پر مشتمل ہے مثلاً دیکھنا' سونگھنا' چکھنا سننا وغیرہ جب سالک ریاضت اور مجاہدے کے ذریعے اس عالم سے گزر جاتا ہے اور یہ صفات طے کر جاتا ہے تو وہ عالم دوم میں پہنچ جاتا ہے اسے عالم ملکوت کہتے ہیں۔

عالم ملکوت فرشتوں کا عالم ہے کہ اس عالم کا کام تسبیح وتہلیل قیام' رکوع اور سجود ہے جب سالک اس عالم سے گزر جاتا ہے تو وہ عالم ناسوت میں پہنچتا ہے اسے عالم

جبروت کہتے ہیں۔ یہ عالم جبروت عالم روح ہے اس کے خصائص صفات حمیدہ پیدا کرنا ہیں جیسے ذوق وشوق، محبت، اشتیاق، طلب، وجد وسُکر، صحواور محو وغیرہ جب سالک ان صفات کو طے کر لیتا ہے تو وہ عالم چہارم میں پہنچتا ہے تو اپنے آپ سے بھی آزاد ہو جاتا ہے اسے لامکان کہتے ہیں یہاں نہ کوئی گفتگو کی مجال ہے اور نہ کچھ پوچھنے کی۔ ارشاد خداوندی ہے۔ وَاِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی (اور یہ کہ تیرے رب تک سب کو پہنچتا ہے)۔ (النجم:۴۲)

اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ اے فقیر! عالم ناسوت نفس کی صفت عالم ملکوت دل کی صفت اور عالم جبروت روح کی صفت ہے جب کہ عالم لاہوت عنایت ایزدی اور نظر خداوندی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ تقاضے اور خواص ہیں۔ خاصہ نفس(۱) اس کا میلان اس دنیا کی طرف ہے کہ دنیا شیطان کی جا ہے۔ صفت رُوح(۲) رُوح کی خصوصیت اور خوبی یہ ہے کہ وہ ہمیشہ مخفی رازوں کے حصول اور طلب خداوندی میں مشغول رہتی ہے۔ جو شخص نفس کی پیروی اختیار کرے گا وہ جہنم میں گرے گا۔ جو شخص دل کی اتباع کرے گا جنت کا حق دار ہوگا۔ اور جو شخص روح کی اقتداء کرے گا اسے قربِ خداوندی نصیب ہوگا۔ اس کے بعد موقع کی مناسبت سے آپ نے شیخ الاسلام والمسلمین شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کی یہ رباعی پڑھی ؎

در راہِ تن روی مہیا ناز راست — در راہ دل روی بہشت جاویداں است
در راہِ جاں روی جاناں خواہی — قصہ کلیم کہ حاصلش دیدار است

جونہی ارشاداتِ عالیہ کا یہ سلسلہ ختم ہوا آپ نماز میں مشغول ہو گئے بعد میں اسی جگہ آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ نظام الحق والشرع والدین

قدس اللہ سرہ العزیز سے منقول ہے کہ ''مشغولی کے سات اوقات ہیں تین دن میں اور چار رات میں''۔

دن کے اوقات یہ ہیں۔ صبح سے اشراق تک۔ اشراق سے چاشت تک۔ پھر نمازِ عصر سے نماز مغرب تک۔ اور رات کے اوقات یہ ہیں۔ نماز مغرب سے نماز عشاء تک عشاء سے وقت تہجد تک۔ تہجد سے صبح کاذب تک اور صبح کاذب سے صبح صادق تک۔ بعد میں آپؒ نے فرمایا مشغول سے مراد یہ ہے کہ ظاہر و باطن مشغول ہوا اور غیر حق سے فارغ ہو۔

اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ اے درویش! شیخ الاسلام خواجہ ابو یوسف قدس اللہ سرہ العزیز کے رسالہ میں مرقوم ہے کہ پانچ چیزوں کی پابندی کرنی چاہیے کہ باطنی صفائی میسر آئے۔ اول مسواک، دوم تلاوت قرآن پاک اگر تلاوت کسی وجہ سے نہ کر سکتا ہو تو سورۃ اخلاص جس قدر پڑھ سکے پڑھے۔ سوم روزے باقاعدگی سے رکھے (یہاں فرض روزوں کی بات نہیں ہے) اگر کسی وجہ سے نہ رکھ سکے تو ایام بیض کے روزے ضرور رکھے۔ چہارم ہمیشہ قبلہ رو ہو کر بیٹھے۔ پنجم ہمیشہ باوضو رہے۔

غرورِ علم فقر کے دربار میں:

ایک دفعہ یہ فقیر (جامع) حضرت والاؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا کہ کوٹ شریف کے علاقے کا ایک پنجابی مولوی زیارت کی خاطر حاضر ہوا۔ اس مولوی نے تازہ تازہ عربی علم سے فراغت حاصل کی تھی اور علم کا غرور پوری طرح اس کے سر میں سمایا ہوا تھا۔ بظاہر یہ مولوی زیارت کی خاطر لیکن درحقیقت علمی بحث و مباحثہ اور تکرار کا پختہ ارادہ کر کے آیا تھا۔ اتفاق کی بات کہ جونہی حضرت والاؒ نے نماز عشاء کے بعد جماعت کی طرف رخ مبارک پھیرا اس مولوی نے بلا توقف سوال کر دیا! حافظ شیرازیؒ کے اس شعر کا کیا مطلب ہے۔

بہ مئے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

حضرت والاؒ نے اس کے جواب میں یہ نقل بیان فرمائی کہ کسی زمانہ میں ایک مشہور ولی اللہ تھے اتفاق سے ایک دفعہ پایہ تخت سے ان کا گزر ہوا جمعہ کا روز تھا بزرگ نے ارادہ کیا کہ نماز جمعہ اس بڑے شہر میں بڑی جماعت کے ساتھ ادا کر لینی چاہیے۔ بادشاہ اور قاضیِ شہر دونوں اس بزرگ کے معتقد تھے۔ سارے علاقے میں غلغلہ برپا ہو گیا کہ فلاں بزرگ اس شہر میں تشریف لائے ہیں بادشاہ اور قاضیِ شہر بھی بزرگ کی زیارت اور نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے جامع مسجد میں آ گئے ہیں۔ سارے شہر کی مخلوق اُمڈ پڑی۔ نماز جمعہ پڑھی گئی۔ اس کے بعد کچھ دیر بزرگ کی صحبت اور زیارت کی محفل جاری رہی۔ چنانچہ بعد میں بزرگ نے روانگی کا ارادہ کیا جونہی بزرگ سوار ہوئے بادشاہ اور قاضیِ شہر بزرگ کی رکاب تھامے مشایعت کی خاطر ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ جب کہ باقی تمام مخلوق پیچھے پیچھے تھی۔ یہ جلوس اس شانؒ کے ساتھ شہر کے بازار سے باہر نکلا تو فوراً بزرگ کے دل میں خیال پیدا ہوا اور اپنے آپ سے کہنے لگے کہ تیرا یہ مرتبہ کہ بذاتِ خود بادشاہ اور قاضی شہر تیرے گھوڑے کی رکاب پکڑ کر پا پیادہ چل رہے ہیں اور باقی تمام مخلوق پیچھے پیچھے آ رہی ہے۔ بزرگ کو یہ خیال بہت گراں گزرا اور انہوں نے دل میں طے کر لیا کہ کوئی ایسا کام کرنا چاہیے جس سے تمام مخلوق کا اعتقاد مجھ سے زائل ہو جائے تاکہ نفس کمینہ اپنی حد سے نہ بڑھے۔ انہوں نے سوچا کہ اتفاق سے رمضان المبارک کا مہینہ ہے کیوں نہ ایسا کروں کہ برسرِ عام پانی پینا شروع کر دوں۔ یہ خیال آتے ہی جماعت کے ایک فقیر کو آپ نے حکم دیا کہ پانی کا کوزہ لاؤ اسی وقت اس درویش نے پانی سے بھرا ہوا کوزہ

خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اس کے ہاتھ سے کوزہ لے کر پانی پینا شروع کر دیا۔ یہ دیکھتے ہی بادشاہ اور قاضی نے فوراً رکاب ہاتھ سے کھینچ لیے اور بزرگ پر اعتراض کرنے لگے کہ جو شخص رمضان المبارک کی تعظیم نہیں کرتا وہ بزرگ ہے؟ جب بادشاہ اور قاضی شہر بزرگ کے منکر ہو کر واپس مڑے تو مخلوق بھی ان کی دیکھا دیکھی واپس ہو گئی البتہ چند سالک طریقت درویش بدستور بزرگ سے وابستہ رہے اور ان کے ساتھ چل پڑے۔ شہر سے باہر نکلے تو واقف حال درویشوں نے عرض کیا حضور! یہ آپ نے کیا کیا؟ بزرگ نے انہیں ساری بات کہہ سنائی بعد میں انہوں نے فرمایا کہ اب قضا اور کفارہ دونوں مجھ پر واجب ہو گئے اس لیے کہ میں نے عمداً روزہ توڑا ہے۔ یہ نفس کمینہ کی جزا اور اس کی سزا ہے (کہ اس نے غرور و تکبر کا اظہار کیا)۔

اس کے بعد حضرتِ والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ مئے سے مراد فن کامل اور سجادہ سے مراد وجود سالک ہے۔ جونہی آپ نے بات مکمل فرمائی مولوی مذکور نے عرض کیا حضرت! آپ کو حکایت کے روپ میں اپنی بات کہنے کا خصوصی ملکہ حاصل ہے۔ مولوی صاحب کی ساری شیخی ہوا ہو گئی، غرورِ علم ٹوٹ گیا اور اس نے صبر کر کے خاموشی اختیار کر لی۔

اس کامل الاولیاء اور شیخ الاتقیاء (حضرت والاؒ) کی یہی وہ کرامات اور مشاہدات تھے جو مخلوق خدا کو دامِ محبت میں کھینچ کر لا رہے تھے۔ البتہ بدنصیب مولوی کچھ حاصل نہ کر سکا۔ حضرتِ والاؒ کے وصال کے بعد دوبارہ یہ مولوی آیا اور بہت عذر معذرت کرنے لگا کہ افسوس کہ میں اس وقت حضرت والاؒ کو نہ پہچان سکا۔

العلم حجاب الاکبر:

ایک دفعہ حضرتِ والاؒ نے اس فقیر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا مولوی

علمائے ظاہر کا حال یہ ہے کہ ان میں سے جو شخص (اکثر) عربی علم شروع کرتا ہے وہ شرح ملا جامیؒ تک پہنچتے پہنچتے آدھا کافر بن جاتا ہے اس کے بعد جب وہ ''مطول'' تک پہنچ کر علم ظاہری مکمل کرتا ہے اور اپنے سر پر دستارِ فضیلت باندھتا ہے تو پوری طرح فرعون بن جاتا ہے''۔ (۳۷)

خدا کا بندہ کون ہے:

ایک دفعہ فقیر (جامع اوراق) فقراء کی جماعت کے ساتھ حضرت والاؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا کہ آپؒ نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ مولوی احمد صاحب ٹِگ شریف والے دریائے وحدت کے شناور اور صاحبِ ذوق وشوق بزرگ تھے اور وہ مظہر الولایات عین العنایات سید السادات حضرت قبلہ عالم (سید محمد حسن شاہ صاحب جیلانیؒ) کے حضور میں میرے رفیق اور ساتھی تھے۔ اس کے بعد آپ نے ان کا یہ واقعہ بیان فرمایا۔

ایک دفعہ مولوی احمد صاحب نے اپنے پارچہ باف سے خصوصی لنگی تیار کرائی۔ یہ لنگی کپاس کے سوت سے تیار کی گئی۔ اس میں سیاہ رنگ کی دھاریاں تھیں اور اس کے دونوں پلو ریشمی تھے۔ مولوی صاحب اہلِ سندھ کی رسم کے مطابق یہ لنگی کاندھے پر ڈال کر ہمارے حضور قبلہ عالم (سوئی شریف) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مؤدب ہو کر دوزانو بیٹھ گئے۔ آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ مولوی! یہ سیاہ دھاری دار لنگی جو تم نے خاص طور پر اپنے پارچہ باف سے تیار کرائی ہے اور اسے کاندھے پر ڈال کر آئے ہو اس سے کہیں بہتر ہے کہ انسان اپنا منہ سیاہ کر لے۔ مولوی صاحب چونکہ صاحب معرفت اور صاحبِ حال بزرگ تھے فوراً پکار اٹھے کہ حضور میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔

تھوڑے دنوں کے بعد عید الفطر کے موقع پر حضرت والاؒ نے مولوی صاحب کے پاس اپنی طرف سے ایک لنگی بھجوائی اور انہیں کہلوایا کہ کاندھوں پر ڈال کر لوگوں کو عید کی نماز پڑھائیے۔ اس وقت کسی شخص نے مولوی صاحب سے کہا کہ مولوی صاحب تم نے اپنے پیرو مرشد کے سامنے عجیب توبہ کی ہے (کہ پھر لنگی کاندھوں پر ڈال رہے ہو) انہوں نے جواب دیا کہ پہلی لنگی میں نے اپنی خواہش اور اپنے ہاتھ سے تیار کرا کے اپنے کاندھے پر ڈالی تھی اس لیے آپؒ نے اس سے منع فرمایا۔ چنانچہ فقراء کے ہاں اس قسم کی باتوں سے رکاوٹ خود قرآن سے ثابت ہے۔ ارشاد ہے:

افرء یت من اتخذ الھه ھواہ (بھلا دیکھو تو جس نے ٹھہرالیا اپنا حاکم اپنی خواہش کو) (الجاثیہ: ۲۳)

مثنوی میں ہے کہ ؎

تو کہ در بند ہر چیزے خدارا بندہ چون باشی
کہ تو در بند ہر چیزے کہ ہستی بندۂ آنی

(تو ہر غیر چیز کے خیال میں ہے تو خدا کا بندہ کس طرح ہو سکتا ہے تو تو جس چیز کے خیال میں ہے اسی کا بندہ ہے)۔

اور دوسری یہ لنگی مجھے میرے رب کی طرف سے بلا طلب و خواہش عطا ہوئی ہے۔

احترام نسبت:

ایک دفعہ یہ حضرت والاؒ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا کہ آپؒ نے اپنے شیخ حضرت جیلانیؒ کی زبانی یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک دفعہ فقیر صاحب ڈنہ حضرت سید السادات منبع السعادات جامع کمالات العلمیہ والعملیہ (قبلہ سید محمد راشدؒ) سائیں درگاہ شریف کی محفل اقدس میں موجود تھا کہ اچانک ایک سید صاحب برہنہ زانو

لنگوٹ کسا ہوا حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت قبلہ عالم نے اس سید صاحب کی حد سے زیادہ تعظیم وتکریم کی۔ صاحبِ ڈنہ فقیر نے عرض کیا کہ قبلہ! دین میں یہ کیا فتنہ پیدا ہو چلا ہے؟ آپؒ نے فرمایا کہ اہل بیت ہے (زیادہ کچھ نہ کہو) فقیر نے دوبارہ عرض کیا حضرت! دل چاہتا ہے کہ آپ کو سید جلال الدین بخاری اوچیؒ اور پیر صاحب سوئی شریف کو تو اعزاز واکرام کی بلند مسند پر بٹھا دیا جائے اور باقی تمام سادات کو جہاز پر سوار کر کے عرب شریف بھجوا دیا جائے تاکہ یہ اپنے ملک میں اپنی جاگیر سنبھال لیں۔ یہاں یہ لوگ ہمارے علاقے کے رسوم و رواج اپنا رہے ہیں جبھی تو اس (سید صاحب) نے لنگوٹ کس رکھا ہے۔ اللہ جل شانہ ان کے حال پر رحم فرمائے۔

دینِ اسلام کی تروتازگی:

ایک دفعہ حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح آنحضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں دینِ اسلام اپنے آغاز کی وجہ سے توانا، تازہ اور جوان تھا اسی طرح ہمارے حضرت سید السادات، منبع السعادات، جامع کمالات العلمیہ والعملیہ حضرت پیر صاحب (قبلہ عالم سید محمد راشدؒ) صاحب الروضہ قدس اللہ سرہ العزیز کے زمانہ میں بھی آنحضور ﷺ کی برکت سے دینِ اسلام تروتازہ ہو گیا اور اسے نئی زندگی ملی۔ اسی موقع پر حضرت والاؒ نے فرمایا کہ اب اوچ شریف کے گدی نشین حضرات اکثر رافضی ہو گئے ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ اتنی بڑی بابرکت خانقاہ کے متولی اور گدی نشین رافضی ہو گئے ہیں۔ نیز ان حضرات میں درویشی کی بھی کوئی بو نہیں پائی جاتی۔

دل را بہ دل رہ:

ایک دفعہ یہ فقیر (جامع اوراق) حاضر خدمت تھا کہ حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ سید السادات حضرت پیر صاحب درگاہ شریف (قبلہ عالم سید محمد راشدؒ) اور

حضرت صاحب مہار شریف (قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ) ہم زمان تھے۔ دونوں کی نشست و برخاست میں گہری مماثلت تھی۔ چنانچہ حضرت صاحب مہار شریف اپنے قوال کو فرمایا کرتے کہ:

باھڻ مون چا تیندو ء دل اندر منھن پاءِ

اسی طرح حضرت پیر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے:

یونکڻ مون چا تیندو ء دل اندر منھن پاءِ

نگاہ فقر میں آداب قصر:

ایک دفعہ یہ فقیر (جامع اوراق) حضرت والاؒ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ آپؒ نے فرمایا کہ میرے مرشد سید السادات' عین العنایات' مظہر الولایات' حضرت سوئی شریف بیان فرمایا کرتے تھے کہ درگاہ عرش اشتباہ زاداللہ شرفاً و تعظیماً (پیر سائیں پاگارا) میں رمضان المبارک کے دوران قاضی حافظ محفوظ اور قاضی حافظ عبدالرحمٰن قرآن مجید سنایا کرتے تھے۔ رمضان المبارک کے پہلے نصف میں ایک حافظ ختم کرتے جب کہ دوسے نصف میں دوسرے۔ یوں درگاہ عالیہ میں ہمیشہ دو ختم ہوتے۔

ہر دو مذکور حافظ صاحبان کی عادت تھی کہ جب کبھی حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت کے ارادے سے درگاہ شریف آتے تو راستے میں نماز قصر نہ کرتے حالانکہ ان کے گھر اور درگاہ شریف کا درمیانی فاصلہ شرعی سفر کی تعریف میں آتا تھا البتہ زیارت کے بعد گھر واپس ہوتے قصر کرتے یعنی چار کہ جگہ دو رکعت پڑھے۔ اس کے بعد اسی مناسبت سے حضرت والاؒ نے فرمایا کہ حضرت صاحب سوئی شریف (حضرت جیلانیؒ) کی عادت کریمہ بھی یہی تھی کہ جب کبھی اپنے مرشد کی زیارت کی خاطر درگاہ شریف

جاتے، نماز میں قصر نہ فرماتے۔ اس کے بعد حضرتِ والاؒ نے فرمایا کہ سفر کی حالت میں نماز میں قصر کا حکم اس سفر کے لیے ہے جو دنیا کی خاطر اختیار کیا جائے جو سفر راہِ حق میں اختیار کیا جائے اس کے لیے یہ حکم نہیں ہے۔ بعد میں آپؒ نے فرمایا کہ ہمارے ہاں (بھرچونڈی شریف) میں ہمیشہ رمضان المبارک میں دو ختم ہوا کرتے تھے مگر اب مجبوری ہے کہ طبیعت ناساز ہے، وضو قائم نہیں رہتا، بار بار وضو کی ضرورت پڑتی ہے۔

حضرت والاؒ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی دنیوی کلام مثلاً تجارت وغیرہ کی خاطر اپنے گھر سے نکلے وہ نماز میں قصر کرے لیکن اگر اپنے شیخ اور مرشد کی زیارت کے ارادے سے خالصتاً لوجہ اللہ سفر اختیار کرے تو وہ قصر نہ کرے۔ کیونکہ اس کا یہ سفر حق کے لیے ہے پس اس میں قصر نہ ہوگا۔

تعمیر دو جہاں کی بنیاد ہیں تو ہم ہیں:

ایک دفعہ حضرت والاؒ نے زبانِ مبارک سے ارشاد فرمایا کہ ساری دنیا میں غوث ایک، قطب چار، اوتاد چھ اور ابدال چالیس ہوا کرتے ہیں جب کہ اولیاء اللہ کی تعداد تین سو رہتی ہے۔ یہ تعدا خلفائے راشدین سے لے کر قیامت تک ہر زمانے میں موجود رہتی ہے اور رہے گی۔ دنیا کا سارا انتظام و انصرام انہی کے حوالے ہے۔

فقیر شہاب الدین کا واقعہ:

ایک دفعہ یہ فقیر حضرت اقدس کی خدمت حاضر تھا کہ آپؒ نے ارشاد فرمایا فقیر شہاب الدین (پنجاب والا) عجیب طبیعت کا آدمی تھا فوراً کسی بات کا معتقد ہو جاتا اور جھٹ اس کا انکار کرنے لگتا، اس کے انکار کا ایک معمولی واقعہ یہ ہے کہ ایک دن کہنے لگا کہ میں حج پر بلاوجہ گیا تھا اگر یہی ایام میں اپنے پیرو مرشد کے حضور بسر کرتا

تو ففروا الی اللہ کی سیر میں مجھے کہیں زیادہ ترقی ملتی اور میرے باطنی لطائف زیادہ کھلتے اور اس کے اعتقاد کی صورت یہ ہے کہ ایک دفعہ فقیر مذکور اپنے شیخ کی زیارت سے گھر واپس لوٹا تو ہندوستان کے ایک نواب نے اس سے پوچھا کہ فقیر صاحب کہاں گئے تھے۔ اس نے جواب میں کہا مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً تعظیماً گیا تھا۔ نواب نے کہا کیوں بلاوجہ تم نے اپنا ایمان ضائع اور خراب کیا؟ فقیر نے کہا کہ مجھے ایمان مدینہ ہی سے ملا ہے۔ میں نے سوچا کہ اسے مدینہ ہی میں چھوڑ آؤں۔ چنانچہ اسے مدینہ میں گم کر آیا ہوں۔ نواب حیران رہ گیا کہ اس نے کیسا باصواب جواب دیا ہے۔

کرامت کیا ہے:

ایک دفعہ یہ فقیر (جامع اوراق) درگاہِ والا جاہ عرش اشتباہ میں حضرت والاؒ کی خدمت میں موجود تھا کہ آپؒ نے یہ بہترین اور عدیم المثال نقل بیان فرمائی کہ میرے حضرت (حضور جیلانی سائیںؒ) کی خدمتِ عالی میں کبھی کبھار ایک عورت حاضر ہوا کرتی تھی۔ اس کا قاعدہ تھا کہ جونہی درگاہِ عالیہ پہنچتی اپنے مرشد کا تذکرہ شروع کر دیتی اور کہتی کہ ایک دفعہ میرے مرشد کی خدمت میں کہیں سے کافی لوگوں پر مشتمل ایک جماعت حاضر ہوئی اور انہوں نے عرض کیا کہ حضرت ہمیں میٹھے (شکر وغیرہ) سے روٹی کھلایئے۔ ہم کوئی دوسرا کھانا (کوہل یا دال ساگ وغیرہ) ہرگز نہیں کھائیں گے۔ میرے مرشد اسی لمحے باہر نکلے اور مسجد کے دروازے کے نزدیک واقع پیلو کے درخت کو پکڑ کر ہلانے لگے۔ اس درخت سے شکر زمین پر بکھر گئی اور جماعت نے لے کر روٹی کے ساتھ کھائی۔ اسی طرح ان لوگوں نے میرے مرشد کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور ہم پانی نہیں پئیں گے۔ ہمیں پانی کی جگہ دودھ پلائیں۔ چنانچہ

میرے شیخ نے پرانے کنوئیں کو پھرانا شروع کیا تو کنوئیں سے پانی کی بجائے دودھ بہنا شروع ہو گیا جو ساری جماعت نے پیا۔ تمہارے پیر کی جماعت تو دال ساگ پر گزارا کرتی ہے اور پانی پی کر خوش رہتی ہے۔ تمہارا پیر کیا چیز ہے۔ جو کچھ تھا میرا پیر تھا کہ اسے ہر وقت کرامات ظاہر ہوتی رہتی تھیں۔ تمہارے پیر سے تو کوئی کرامت ظاہر نہیں ہوئی۔ الغرض اس عورت کی بات کا لب لباب میرے حضور (جیلانی سائیںؒ) کی جماعت پر طعنہ زنی ہوتی۔ اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ اگر کبھی کبھار ہمارے حضرت قبلہ عالم (جیلانی سائیںؒ) کی محفل اقدس میں کشف و کرامات کی بات چل پڑتی تو آپ طالبانِ حق کی تسکین کی خاطر فرمایا کرتے کہ اے طالبان و سالکان راہِ حقیقت! صاحب کرامت (جس کا دار و مدار ہی کرامت پر ہو) کی مثال حائضہ عورت کی ہے کہ کہ اس پر نہ روزہ فرض ہے اور نہ نماز بلکہ اللہ تعالیٰ کے اپنے فرائض میں سے اس پر کوئی چیز فرض نہیں ہے۔ وہ ان تمام سے فارغ ہے۔ اسی طرح اہل کرامت بھی حائضہ عورت کی طرح اپنے رب کی طلب سے فارغ ہیں۔ وہ راستہ (راہِ حق) کے درمیان حیران و پریشان کھڑے ہیں۔ اس کے بعد حضرت والاؒ مخدوم عبدالرحیم گروہڑی کا بیت پڑھا ؎

جو کانی ءِ کرامت کان ؔ مردودن پچایو
بھجو پان ط ھو جو محبت جو مرھیان انھی کون اگنائیی

اتباعِ نبوی:

ایک دفعہ یہ فقیر (جامع اوراق) حضرت والاؒ کی خدمت میں موجود تھا کہ آپؒ نے فرمایا:

''سید الکونین ﷺ کی اتباع عین اپنے مرشد کامل کی اتباع ہے ان

میں کوئی فرق نہیں ہے"۔

اس کے بعد آپؒ نے فرمایا: کہ ہم اپنے شیخِ کامل کی تابعداری کی وجہ سے ہر قسم کے اختلاف سے مامون و مصؤن رہے جب کہ عموماً فقراء صوفیہ کے درمیان چھوٹے موٹے اختلاف رُونما ہو جاتے ہیں جیسے کہ لاڑ کی جماعت میں اختلاف پیدا ہو گئے

اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ ہمیں ہمارے شیخ نے فرمایا کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ یہ سوال نہیں فرمائے گا کہ تم دنیا میں کون سے طریقے کی پیروی کرتے رہے ہو؟ حنفی تھے یا مالکی، شافعی تھے یا حنبلی یا کسی کے بیٹے ہو اور کیا کر کرتے ہو؟ بلکہ تم سے صرف اور صرف یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے دنیا میں مخلوق کے خالق کو یاد کیا یا نہ؟

اس کے بعد آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ اے سالکانِ راہِ حق و طالبانِ مولیٰ! اللہ تبارک و تعالیٰ کو اخلاص کے ساتھ یاد کرو، اخلاص سے مراد یہ ہے کہ یہ یاد صرف رضائے الٰہی کی خاطر ہو اور جو کام کرو اللہ تعالیٰ کے لیے کرو۔ اس میں ریاکاری، شہرت اور دکھاوے کا کوئی شائبہ نہ ہو۔

دنیوی گفتگو:

ایک دفعہ یہ فقیر (جامع اوراق) حضرت والاؒ کی خدمت میں موجود تھا کہ آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمودات کے بیان کے وقت میت کے لیے لحد تیار کرتے وقت اور میت کی چارپائی اٹھاتے وقت دنیوی گفتگو اور قیل و قال حرام ہے ان تین موقعوں پر دنیوی گفتگو کرنے سے ایمان زائل ہونے کا خطرہ ہے لہٰذا اس سے پرہیز کرنی چاہیے۔

قلبِ سلیم:

اس کے بعد آپؒ نے اپنے شیخ کی زبانی یہ واقعہ بیان فرمایا کہ زمانہ سابق

میں ایک مولوی صاحب طالب علموں کو پڑھایا کرتے تھے کہ ان کی عادت تھی کہ سارا دن طلباء کو پابند رکھتے انہیں سوائے کھانے کے وقت کے ہرگز اجازت نہ ہوتی کہ وہ گھوم پھر لیں۔ ایک روز تمام طالب علم اکٹھے ہو کر اپنے کسی بڑے کے پاس گئے اور اسے سارا واقعہ کہہ سنایا کہ کس طرح مولوی صاحب انہیں سارا دن قید رکھتے ہیں۔ یہ شخص تمام طلباء کا معتمد اور استاد کا بھی قابلِ اعتماد تھا۔ طلباء سے کہنے لگا آپ لوگ صبر کریں میں استاد کے ساتھ ایک چال چلتا ہوں۔ یہ استاد کی خدمت میں حاضر ہوا دست بستہ عرض کرنے لگا کہ حضور آج آپ کے چہرے مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید کچھ حرارت ہے۔ مولوی صاحب نے ہاتھ بڑھایا کہ ذرا دیکھو تو! اس نے نبض پر ہاتھ رکھ کر عرض کیا قبلہ حرارت ہے۔ مولوی صاحب نے کہا تمام طالب علموں کو بلاؤ اس نے آواز دی تمام طلباء دوڑتے آئے اور سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ آپ کی جان میں حرارت ہے۔ مولوی صاحب نے حکم دیا کہ میرے لیے بستر بچھا دو اور مجھ پر لحاف ڈال دو تا کہ میں آرام کروں۔ شاگردوں نے استاد پر لحاف ڈال دیا اور سارا دن کھیل کود میں مصروف رہے شام کے وقت واپس آئے تو دیکھا کہ استاد ابھی تک لحاف میں پڑا ہوا ہے انہوں نے استاد کو جگایا اور کہنے لگے حضرت اٹھیے اب آپ کی طبیعت بالکل ٹھیک ہے۔ تب جا کر مولوی صاحب نے سر لحاف سے نکالا۔

اس موقع پر حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ اے طالبان و سالکان راہِ حق میں اس مولوی کی مانند نہ ہو جانا جسے زبردستی شاگردوں نے بیمار بنا دیا تھا یعنی پیر بننے کی کوشش نہ کرنا اور نہ ہی لوگوں کی تعریف اور ان کے اکٹھے ہونے سے خوش ہونا۔ بلکہ مسکینوں کی خدمت کو اپنا شعار بناؤ اور اخلاقِ محمدی علیہ الصلوٰۃ واکمل التحیات اپناؤ اور جو کام کرو اللہ تعالیٰ کے لیے کرو۔

اس کے بعد آپؒ نے یہ آیت پڑھی:

یوم لا ینفع مال و لا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم (جس دن نہ کام آئے کوئی مال اور نہ بیٹے مگر جو کوئی آیا اللہ کے پاس لے کر دل خالص)۔

(الشعراء:۸۹)

اس کی تشریح میں فرمایا قلب سلیم سے مراد وہ قلب ہے جو غیر اللہ سے پاک ہے یعنی اس میں ماسوی اللہ کا گزر ہی نہیں اور قلب سلیم وہ قلب ہے جو محبت کے نشتر سے چھلنی ہے یعنی جس طرح سانپ کا کاٹا بے آرام رہتا اور بے قرار ہوتا ہے اسی طرح قلب سلیم بھی محبت الٰہی میں تڑپ رہا ہوتا ہے اس کے بعد اسی محفل میں آپؒ نے فرمایا کہ یہ فقیر (حضرت والاؒ) دعا مانگتے وقت اپنے رب کے حضور حاضر ہو جاتا ہے اور ہاتھوں کو واپس اپنے منہ پر لانے میں شرم محسوس کرتا ہے لیکن مجبوری ہے کہ لوگ بار بار دعا مانگنے پر اصرار کرتے ہیں پھر آپؒ نے فرمایا صاحب درازا یعنی سچل سرمست فاروقی کی عادت تھی کہ جونہی دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ان کے ہاتھ وہاں رک جاتے ایسا معلوم ہوتا کہ ہاتھ خشک ہو گئے ہیں اور انہیں ہاتھ واپس منہ پر پھیرنے کی طاقت نہ رہتی۔

اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جانے لگا تو جبرئیل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر آپ حکم دیں تو میں آگ کو گلزار اور ٹھنڈا کر دوں۔ آپ نے فرمایا یہ بات اپنی طرف سے کہہ رہے ہو یا اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ انہوں نے کہا اپنی طرف سے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بھائی جبرئیل! میرا رب میری کیفیت دیکھ رہا ہے تیرے بجائے مجھے وہی کافی وشافی ہے۔

دیں مجو اندر کتب اے بے خبر:

ایک دفعہ یہ فقیر (جامع اوراق) خدمتِ اقدس میں حاضر تھا کہ آپؒ نے یہ حدیث شریف بیان فرمائی:

اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اھل القبور (اگر تمہارے کام رُک جائیں تو صاحبِ مزارات سے مدد حاصل کرو)

آپؒ نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے اور اسے حدیث کی ایک معتبر کتاب نے نقل کیا ہے لیکن اس وقت میرے حافظہ سے اس کتاب کا نام اتر گیا ہے۔ اس کے بعد آپؒ نے فرمایا: شیخ (حضرت جیلانیؒ) کے بارے میں فرمایا اس حدیث کی تشریح میں فرمایا کرتے تھے کہ جب کبھی طالبِ راہ کو اپنے اوراد و اشغال میں بندش (قبض) پیش آ جائے یا اسے اس راہ میں رکاوٹ محسوس ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اہلِ قبور سے مدد حاصل کرے اور اہل القبور سے مراد وہ لوگ ہیں جو موتوا قبل ان تموتوا (طبعی) سے پہلے (نفس کشی کے ذریعے اپنے آپ کو مارو) کے مقام پر فائز ہو چکے ہیں۔ یعنی اپنے مرشد کامل کی خدمت میں حاضر ہو جائے ضرور ان کی کسی نہ کسی صحبت میں طالب کا عقدہ حل ہو جائے گا مولوی حضرات اس حدیث کے دوسرے معنی بیان کرتے ہیں لیکن ہم نے جو کچھ اپنے مرشد کی زبان سے سنا ہے ہمیں اس پر کامل یقین ہے بعد میں آپؒ نے فرمایا کہ ہمارا یہ کتب خانہ مختلف موضوعات کی کتابوں سے بھرا ہوا ہے مگر ہمیں نہ ان کتابوں سے کوئی فائدہ پہنچا ہے اور نہ ان میں کوئی خاص دلچسپی ہے۔ اپنے مرشد کا احسان ہے کہ ہمیں جو کچھ حاصل ہوا انہی کے طفیل حاصل ہوا۔ ہمارے شیخ (حضرت جیلانیؒ) صاف اور آسان انداز سے راہِ حق پر پہنچا دیتے ہیں۔ کبھی آپ کی زبان مبارک سے ہم نے یہ نہ سنا کہ خلوت

نشینی (اعتکاف) اختیار کرو، فلاں چلہ کھینچو۔ البتہ اپنے سامنے بٹھا کر طالبان و سالکان حقیقت کو وردو وظائف اور شغل اشغال کی محنت کراتے۔ دوسرے مشائخ اور پیروں کی طرح نہیں کہ خود تو طاقت و معرفت رکھتے نہیں البتہ مریدوں اور طالبوں کو مختلف قسم کے چلوں، ریاضتوں اور کئی اشغال کا حکم دیتے رہتے ہیں۔

شیخ کامل کی زیارت:

ایک دفعہ حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ قبلہ ہر دو کونین سید الثقلین حضرت سرور کائنات فخر موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات نے اس دار فانی سے پردہ فرماتے وقت وصیت فرمائی کہ اے میرے دوستو! اور محبو! اگر میری تلاش کرنا چاہو یا مجھے ملنا چاہو تو مجھے صرف قبر میں تلاش نہ کرو۔ بلکہ مجھے باقی باللہ فقراء کے سینوں میں تلاش کرو انہی لوگوں کی صحبت میں مجھے پاؤ گے۔ میرے دیدار اور زیارت کی یہی سب سے بہتر صورت ہے۔ (۳۸)

سرخ رنگ کے جوان:

ایک دفعہ والاؒ نے اپنے مرشد قبلۂ عالم (حضرت جیلانیؒ) کی زبانی بیان فرمایا کہ ہمارے شیخ سید السادات منبع السعادات جامع کمالات العلمیہ والعملیہ (حضرت سید محمد راشدؒ) بیان فرمایا کرتے کہ آنحضرت ﷺ نے اس جہان فانی سے ابدی دنیا کی طرف رحلت فرماتے وقت ارشاد فرمایا کہ دوستو اور عزیزو! درویشوں کا زمانہ گزر جائے گا اور سرخ رنگ کے نوجوانوں کا دور آئے گا یہ لوگ اپنے زمانہ کی مخلوق کو ذلیل و خراب کریں گے۔

محبت الٰہی:

ایک دفعہ یہ فقیر (جامع اوراق) حضرتِ والا کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا

کہ آپؒ نے اپنے شیخ (حضرت جیلانیؒ) کی زبانی بیان فرمایا کہ حضرت سید السادات قبلہ عالم (سید محمد راشدؒ) فرمایا کرتے تھے کہ ہماری درگاہ کے ایک مرید کو اس کے عزیز و اقارب درگاہ عالیہ کی سادگی اور مسکینانہ طور طریق پر ہر وقت طعنے دیا کرتے تھے۔ خاص طور پر درگاہ شریف کے لنگر کوہل (اُبلے ہوئے چنے) اور خس و خاشاک کے زمینی بستر پر اعتراض کرتے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے پیر کی تعریف کرتے اور کہتے کہ ہمارا پیر تمام مریدوں کے لیے گندم کی روٹی اور قند پختہ (بُسری) کا انتظام کرتا ہے۔ انہیں انتہائی عزت و احترام سے کھلاتا ہے۔ سونے کے لیے انہیں چارپائیاں فراہم کرتا ہے۔ درگاہ شریف میں تمہاری کیا عزت کی جاتی ہے۔ ان کی اس طعنی زنی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص ہماری درگاہ سے منہ موڑ کر ان کے پیر کا مرید ہو جائے اور اسے بھی کھانے پینے اور آرام و آسائش کی یہ چیزیں میسر آسکیں جب وہ سادہ لوح شخص انتہائی مجبور ہو تو اس نے ساری کہانی حضرت سید السادات کی خدمت میں عرض کی۔ آپؒ نے فرمایا میرے بھائی! تیرے رشتہ داروں کو صرف دنیا کی یہی میٹھی روٹی نصیب ہے جب کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی محبت عطا ہوئی ہے اور محبت اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ اشیاء میں سے مرغوب ترین شے ہے۔

مقام قبلہ عالم:

ایک روز حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سید السادات منبع السعادات جامع کمالات العلمیہ والعملیہ حضرت صاحب الروضہ قبلہ عالم سید محمد راشدؒ اتباعِ سنت کے بلند ترین درجہ پر فائز تھے۔ آپؒ کی نشست و برخاست اور ہر قول و فعل آنحضرت ﷺ کی متابعت پر تھا۔ اس کے بعد آپؒ نے یہ روایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک صحابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا

کہ یارسول اللہ ﷺ! بارش نہ ہونے کی وجہ سے سخت قحط سالی ہے ہمارے مال مویشی ہلاک ہو رہے ہیں، دعا فرمایئے کہ آسمان سے رحمت کا پانی (بارش) نازل ہو۔ آنحضرت ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا مولا! تو اپنی مخلوق کے حال سے زیادہ باخبر ہے۔ یہ فرمانا تھا کہ بارش شروع ہوگئی۔ آٹھ روز تک متواتر اس زور کی بارش برسی کہ اس کے پانی سے بیس دن تک ندیاں نالے بہتے رہے۔ وہی صحابی دوبارہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا حضور پانی زیادہ ہوگیا ہے لوگوں کی قوتِ برداشت جواب دے گئی ہے۔ لوگوں کے مال مویشی ہلاک اور مکانات گر گئے ہیں دعا فرمایئے کہ برسات بند ہو جائے۔ آپؐ نے ہاتھ اٹھائے تو برسات ٹھہر گئی۔ اتفاق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ مبارک میں بھی بالکل ایسی ہی صورت حال پیدا ہوگئی جیسی آنحضرت ﷺ کے زمانہ اقدس میں پیش آئی تھی۔ بارش کافی عرصے سے بند تھی۔ قحط سالی زوروں پر تھی کہ پھر وہی صحابی حضرت عمر فاروق کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست پیش کی کہ اے خلیفۃ اللہ! بارش بند ہے قحط کا زور ہے مال مویشی مر رہے ہیں دعا فرمایئے کہ بارانِ رحمت کا نزول ہو۔ آپؓ نے جونہی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے فوراً بارش برسنا شروع ہوگئی اور آٹھ روز تک مسلسل برستی رہی۔ آٹھویں دن یہی صحابی دوبارہ حاضر ہوا اور عرض کیا امیر المؤمنین! بارش کی کثرت سے لوگ پریشان ہیں ان کے مکانات گر رہے ہیں اور مال مویشی ہلاک ہو رہے ہیں۔ دعا فرمایئے کہ برسات بند ہو جائے۔ آپؓ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے بارش فوراً بند ہوگئی۔

اس کے بعد حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ ٹھیک اسی (آنحضرت ﷺ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانوں میں مماثلت کی) طرح شیخِ اول حضرت صاحب

الروضہ (قبلہ عالم سید محمد راشدؒ) اور شیخِ ثالث صاحب بنگلہ رحمہم اللہ کے درمیان ایسی مماثلت تھی کہ بال برابر فرق نہ تھا۔

ایک دفعہ حضرت والاؒ نے اپنے شیخ (حضرت جیلانیؒ) کی زبانی بیان فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت سید السادات صاحب الروضہ (قبلہ عالم سید محمد راشدؒ) کی مجلس مبارک میں مثنوی کے بیان میں حضرت عیسیٰ اور بی بی مریم علیہم السلام کا ذکر آ گیا۔ مثنوی کا پرتاثیر انداز قبلہ عالم کی صحبت مبارک کا اثر اور آپ کی باطنی توجہ نے مل کر ایسا سماں باندھا کہ ساری جماعت میں گریہ و آہ و بکا ہاؤ ہوا اور وجد کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ اس وقت مولوی ذاکر محمد نے عرض کیا حضور! حضرت عیسیٰ اور بی بی مریم علیہم السلام کے ذکر مبارک سے اگر اس دور میں اتنی سوز اور گریہ و بکا کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے تو پتہ نہیں خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں کیا کچھ ہوگا۔ آپ نے فرمایا مولوی! پرانے قصے بیان کرنا ہماری عادت نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ اور بی بی مریم علیہم السلام اب بھی موجود ہیں۔ عیسیٰ عارفِ کامل کی روح ہے جس کا ذکر ونفخت فیه من روحی میں ہوا ہے اور مریم کا عارف کامل کا پاک دل ہے اس کے بعد حضرتِ والاؒ نے سندھی زبان کے یہ شعر پڑھے۔

هنج هريو ئي پيرحير چني سال تي

کنگ ويچارو کير جو رسي انهي رمزکي

پھر آپ نے فرمایا کہ ہنج سے مراد عارفِ کامل اور مرشد فاضل ہے جو نور وحدت سے منور اور تروتازہ ہوتا ہے اسی طرح سیل سے مراد کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف اور یہ وحدتِ ازلیہ کی طرف اشارہ ہے۔ پھر آپؒ نے فرمایا:

اوتاري علام جي اچي کنگ پيو

(کنگ سے مراد علمائے ظاہر ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو عارف کامل کی ادا اور رمز سمجھتے اور اسے پا لیتے ہیں)۔

بر افگن پردہ تا معلوم گردد:

ایک روز فقیر (جامع اوراق) حضرت والاؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا کہ آپؒ نے یہ نقل بیان فرمائی کہ اندھوں کے ایک گروہ نے سنا کہ فلاں جگہ مردہ ہاتھی پڑا ہے انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم نے چونکہ ہاتھی دیکھا نہیں اس لیے چل کر دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ یہ سارے چل کر ہاتھی کے پاس پہنچے ان میں سے ایک کا ہاتھ اس کے کان پر پڑا' دوسرے کا ہاتھ اس کی سونڈ پر پڑا' تیسرے کا اس کے دانتوں پر' چوتھے کا اس کی دم پر' پانچویں کا اس کے پاؤں پر اور چھٹے کا اس کے جسم پر پڑا۔ ہاتھی کو دیکھنے کے بعد جونہی یہ لوگ واپس پہنچے اور آپس میں گفتگو کرنے لگے۔ ایک کہنے لگا ہاتھی درخت کے تنے کی طرح ہوتا ہے (اس کا ہاتھ اس کی سونڈ پر پڑا تھا) دوسرے نے کہا تم نے نہیں میں نے اچھی طرح دیکھا ہے وہ تو چھاج (جس میں غلہ صاف کرتے ہیں) کی طرح ہوتا ہے (اس کا ہاتھ اس کے کان پر پڑا تھا) الغرض ان میں سے ہر شخص اپنے اپنے مشاہدے کے مطابق ہاتھی کی تعریف کرتا رہا اور ایک تعریف ایک دوسرے سے مختلف تھی۔ ایک بینا شخص نے یہ کیفیت دیکھی تو اندھوں کو زبانی سمجھانے کی بجائے ساتھ لے گیا اور ان میں سے ہر ایک کا ہاتھ پکڑ پکڑ کر ہاتھی کا پورا جسم انہیں دکھایا اور کہا بابا! تم نے ہاتھی کے کسی ایک ایک عضو کو دیکھا ہے۔ پورا ہاتھی یہ ہے۔ اس نقل کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ علمائے ظاہر نابیناؤں کی طرح ہیں اور علمائے باطن یا عارفِ کامل بینا ہیں۔ ہاتھی سے مراد وحدت ذاتیہ ازلیہ ہے۔ علمائے ظاہر عقلی و نقلی دلائل میں حیران و پریشان ہیں اور آپس میں (نابیناؤں کی طرح)

ر جھگڑ رہے ہیں مگر کسی ایک بات پر متفق نہیں ہورہے۔ عارف کامل کی رہنمائی کے
غیر یہ لوگ ہرگز وحدت ذاتی تک نہیں پہنچ سکتے۔ آپؒ کے بعد آپؒ نے سندھی کے
شعر پڑھے۔

مئي هاٿي تي مامرو اچي ڪيو انڌن
منارين هٿن سين اڪيين ڪين پسن
في الحقيقت فيل ڪي سڄا سڃاڻن
سندي سردارن بصيرت بينا ڪري

نسبتِ شیخ:

ایک دفعہ ایک محفل میں حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے حضرت
جیلانی سائیںؒ) کے مریدین میں سے ایک مولوی نے اس دنیائے فانی سے
ار البقاء کی طرف رحلت کرتے وقت اپنے بیٹوں کو نصیحت کی کہ میرے بیٹے! میں
نے اپنی زندگی میں تمہیں ان فریب کاروں پیروں سے رہائی دلائی ہے جو اپنے رب
سے کہیں دور رہتے ہیں۔ پس تمہارے لیے ضروری اور لازمی ہے کہ جہاں کہیں
میرے حضرت (جیلانی سائیںؒ) کی جماعت کے کسی فرد کو دیکھو انتہائی تعظیم و تکریم
ور کمال ادب کے ساتھ اس کی خدمت میں حاضری دو۔ اگر سوءِ اتفاق سے یہ
حالاتِ نہ رہیں اور زمانہ ابتر ہو جائے تو بھی میرے مرشد کے روضہ مطہرہ کی زیارت
ور ختم کبھی قضا نہ کرنا اس کے بعد آپؒ نے یہ نقل بیان فرمائی۔

دو شکاری:

دو شکاری شکار کے ارادے سے نکلے۔ اتفاقاً دریا کے کنارے پر جا پہنچے
نھوں نے دیکھا کہ دریا کے درمیان میں گٹھڑی نما کوئی چیز بہتی جارہی ہے۔ ان میں

سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو اور میں گٹھڑی پکڑ لاؤں۔ اس نے کہا آخر یہ ہے کیا چیز جس کے لیے تم دریا میں جانا چاہتے ہو؟ پہلے شخص نے جواب دیا کہ گھی کا مشکیزہ معلوم ہوتا ہے ابھی کھینچ کر لے آتا ہوں حالانکہ وہ ریچھ تھا۔ کیچڑ میں آلودہ ہونے کی وجہ سے دور سے مشکیزہ نظر آ رہا تھا۔ شکاری نے وہاں پہنچ کر اسے پکڑا اور اپنی طرف کھینچنے لگا۔ ریچھ نے اسے دیکھا فوراً اس سے چمٹ گیا تاکہ اس کے ذریعے سے باہر نکلے۔ اب کسی وقت ریچھ اوپر ہوتا اور شکاری نیچے' کسی وقت شکاری اوپر ہوتا اور ریچھ نیچے۔ یہ صورت حال دیکھ کر اس نے اپنے ساتھی کو آواز دی کہ خدا کے لیے مجھے اس مصیبت سے چھڑاؤ۔ ساتھی نے کہا بھئی اگر تم سے یہ سامان نہیں کھینچا جاتا تو اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔ اس نے کہا میں چھوڑنا چاہتا ہوں مگر یہ بلا مجھے نہیں چھوڑتی۔ مجھے ہڑپ کرنا چاہتی ہے۔

نام نہاد مشائخ:

حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ اس زمانہ کے (اکثر) پیر اس ریچھ کی مانند ہیں جو اپنے آباؤ اجداد کے کشف و کرامات کے حوالے سے مخلوق کو اپنے دام فریب میں پھنسا لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہ لوگ ہمارے دامِ تزویر سے نکل گئے تو ہمارا گزارا کس طرح ہوگا۔ مرید کشف و کرامات کے خوف اور پیر اپنے آباؤ اجداد کے ننگ و عار کے باعث ایک دوسرے سے چمٹے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ دنیا میں ہلاکت و مصیبت کے گرداب میں پھنس کر مر جاتے ہیں اور قیامت کے دن بھی شرمسار و پشیمان ہوں گے۔

راہِ مولا بند نہیں ہوتا:

ایک دفعہ حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے شیخ (حضرت جیلانی

سائیںؒ) اپنے مرشد سید السادات، منبع السعادات صاحب الروضہ (قبلہ عالم سید محمد راشدؒ) کے ذکر میں بیان فرمایا کرتے تھے کہ آپؒ نے اس دنیا سے رحلت فرماتے وقت ارشاد فرمایا:

> ''کہ میں نے اپنے یارانِ طریقت پر پابندی عائد نہیں کی بلکہ انہیں کھلے عام اجازت دی ہے کہ اللہ جل شانہ انہیں جہاں سے ملے وہ ادھر لپکیں، راستہ بند کر کے نہ بیٹھ جائیں''۔

اس دوران ایک شخص نے حضرت (صاحب الروضہ) کی خدمت اقدس میں عرض کیا حضور! اگر طالبِ راہ کا شیخ اس دنیائے فانی سے رخصت ہو جائے تو طالب کو کیا کرنا چاہیے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر اسے اپنے سلسلے میں کوئی مردِ راہ ملے تو اس کی صحبت اختیار کرے ورنہ یہ چیز اسے جہاں نظر آئے اور اس کا دل چاہے اسے حاصل کرنے کے لیے فوراً وہاں جائے۔

اللہ والوں کی دکانیں:

دین محمد خان کھوسہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے حضرتِ والاؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ قبلہ! اگر عارف کامل اس جہانِ فانی سے دارالبقاء کی طرف رحلت اختیار کر جائے تو اس وقت اس کے مریدین و سالکین کیا کریں اور کہاں جائیں؟ آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مرشد کے خلفائے مجاز میں سے کسی کی صحبت اختیار کریں اگر مرشد کا خلیفہ مجاز کوئی نہ ہو تو پھر اپنے سلسلے کا کوئی اور بزرگ تلاش کریں اور اس سے اکتساب فیض کریں اگر اپنے سلسلے میں بھی کوئی بزرگ نہ ملے تو انہیں اجازت ہے جہاں انہیں کوئی اللہ والا ملے اس کی صحبت اختیار کریں ایک جگہ بند ہو کر نہ بیٹھ جائیں۔ ناقل دین محمد کا بیان ہے میں نے عرض کیا حضرت! اللہ والا اگر کسی جگہ

بھی نہ ملے تو پھر کیا کیا جائے؟ آپؒ نے فرمایا دین محمد! تاجروں، کفش دوزوں، لوہاروں، ترکھانوں اور کمہاروں کی دکانیں تو آدم علیہ السلام کے دور سے اب تک جاری و ساری ہیں کبھی بند نہیں ہوئیں لیکن کیا عارفوں کی دکانیں بند ہو جائیں گی؟ دین محمد! اللہ والوں کی دکانیں قیامت تک بند نہ ہوں گی۔

عبادت اور حضورِ کامل:

ایک روز یہ فقیر (جامع اوراق) محفل اقدس میں حاضر تھا کہ حضرتِ والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ دل کے حضورِ کامل کے بغیر عبادت کرنا کولہو کے بیل کی طرح اپنے پاؤں پر گھومنے والی بات ہے۔ ایسی عبادت کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ عارف کامل کی صحبت سالکوں کو ہزاروں کوس کا فاصلہ طے کرا دیتی ہے اور بعض سالک تو بڑی تیزی سے کہیں زیادہ منزلیں طے کر لیتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں لاکھوں کوس طے کر لیتے ہیں۔ کچھ دوسرے لوگ ذوق وشوق کے ساتھ اپنے شیخ کی مجلس کے واقعات بیان کر کے اس کے مریدوں سے مفت کی روٹیاں کھاتے رہتے ہیں اس کے علاوہ کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے کچھ اور جاہل اور بے خبر رہ جاتے ہیں۔ اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ ہمارے حضرت (جیلانی سائیںؒ) سفر کی صعوبت اختیار کر کے مخلوق خدا کو راہِ ہدایت اختیار کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جماعت کے ایک فقیر نے عرض کیا قبلہ! سفر (اختیار کرنا چاہیے کیونکہ) سفر میں آمدنی ہوگی۔ اس میں سے خرچہ منہا کر کے باقی لنگر کے مصرف میں آئے گا۔ یہ سنتے ہی آپ نے اپنی سواری کی گھوڑی فروخت کرنے کا حکم دیا۔ گھوڑی اسی وقت فروخت کر دی گئی اور آپ نے فرمایا کہ اب میں سفر نہیں کروں گا۔ اس بات کو چھ مہینے گزر گئے کہ اتفاق سے ایک مرید صادق حاضر ہوا یہ شخص ہر ماہ دعوت کیا کرتا تھا۔ اور

اس نے عرض کیا حضور! میری والدہ ضعیف العمر اور لاچار ہے اور ذکرِ خداوندی (بیعت) کی بے حد شائق ہے کرم فرمائیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ ہم آجائیں گے تیاری کر کے وہاں تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچے تو لوگوں نے عرض کیا حضرت! فلاں قصبے میں ذکرِ الٰہی کے طالب کافی تعداد میں موجود ہیں الغرض آپ اسی بہانے سفر پر چل پڑے۔ ارادہ یہی تھا کہ شاید اسی طرح کئی لوگوں کو راہِ حق نصیب ہو جائے۔

راہِ حق میں طمع کفرِ طریقت ہے:

ایک دفعہ یہ فقیر (جامع اوراق) خدمتِ اقدس میں حاضر تھا میرے حضرتِ والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ جماعت کے کولاچی اور تماچی درویشوں نے حضرت تجر دھنیؒ (جانشین قبلہ سید محمد راشدؒ) کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت مارواڑ کی ساری مخلوق کفر میں مبتلا ہے اگر اس علاقے میں اسلام پھیل جائے تو کیا ہی اچھی بات ہو۔ آپؒ نے فرمایا انشاء اللہ موقع دیکھ کر سفر کریں گے۔ بعد میں دوسری دفعہ انہوں نے عرض کیا کہ حضور! اپنے کسی خلیفہ کو حکم دیجیے کہ وہ مارواڑ کے علاقے میں جا کر لوگوں کو راہِ حق دکھلائے۔ آپؒ نے خلیفہ صاحب سوئی شریف والا (حضرت جیلانی سائیںؒ) کے پاس حکم نامہ بھجوایا کہ مارواڑ جا کر لوگوں کو راہِ حق کی تلقین کرو۔ اس وقت ہمارے حضرت (جیلانی سائیںؒ) سوئی شریف سے دو تین کوس کے فاصلے پر تھے جونہی آپؒ کو مرشد زادے کا حکم نامہ ملا۔ فوراً چل پڑے کہ حکم کی تعمیل ہو۔ مارواڑ کے قریب ہوئے تو آپؒ نے پانی کے مشکیزے اور دوسرا ضروری سامان سفر درست کرایا۔ اسی دوران آپ کی جماعت میں سے کسی شخص کے منہ سے نکل گیا کہ اس سفر میں ہم سونے چاندی کی تھیلیاں بھر لائیں گے۔ یہ الفاظ حضرت جیلانی سائیںؒ کی خدمت میں پہنچے تو آپؒ فوراً وہاں سے واپس ہوئے اور سیدھے درگاہ شریف

(پیر پگارا) پہنچے حضرت سجادہ نشین کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا واقعہ عرض کیا آپؒ نے جواب میں فرمایا کہ خلیفہ صاحب! ایسے موقعوں پر امام کی نیت پر دارومدار ہوتا ہے۔ مقتدی کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس کے بعد حضرتِ والاؒ نے فرمایا کہ حضرت سجادہ نشین صاحب کتنے بلند درجے کے مالک تھے۔

نگاہِ فقر کی لطافت:

اس فقیر (جامع اوراق) کے والد ماجد کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں حضرت والاؒ کی خدمت اقدس میں موجود تھا کہ مولوی نور محمد مست بروہی حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے قدم بوسی کے بعد ایک روپیہ بطور نذرانہ پیش کیا۔ میں نے عرض کیا حضور! یہ شخص بہت بخیل ہے اس کی نذر قبول نہ کرنی چاہیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: مولوی! نذر دینے والے کو دیکھیں یا اسے بھیجنے والے کو دیکھیں، بھیجنے والا تو اللہ جل شانہ ہی ہے۔

غم ہیچ ندارم کہ نہ دارم ہیچ:

فقیر (جامع اوراق) کے والد ماجد کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اب کے پھر دریا کے پار سفر کا ارادہ کیے بیٹھے ہیں۔ فقیر عبدالرحیم نے عرض کیا کہ حضور! دعا فرمائیں کہ اللہ جل شانہ سفر پر خالی ہاتھ لے جائے اور خالی ہاتھ واپس لائے۔ اتفاقاً اس سفر سے واپسی ہونے لگی تو فقیر عبدالرحیم موصوف نے حضرت والا کی خدمتِ اقدس میں عرض کی کہ قبلہ! جماعت کے خرچ میں اٹھارہ روپے بچ گئے ہیں) واپسی میں) کچھ توقف فرمائیں تاکہ یہ روپے صرف ہوجائیں ایک کھلے اور وسیع میدان میں ہم لوگ اتر پڑے۔ فقیر عبدالرحیم اس رقم سے خورد ونوش کا سامان لے آیا اور جماعت کو کھلایا پلایا۔ وہاں سے روانہ ہوکر ہم کشتی میں سوار

ہوئے تا کہ دریا پار کریں۔ مگر اتنا کچھ بھی باقی نہ رہا تھا جس سے کشتی کا کرایہ ادا کیا جاتا۔ اتفاق سے وہاں ایک زمیندار آ نکلا اسے رقم کی اشد ضرورت تھی اس نے سوچا کہ جماعت تازہ تازہ سفر سے آ رہی ہے کافی روپیہ پیسہ اس کے پاس جمع ہوگا اور مجھے مبلغ ایک سو روپے بطور قرض حسنہ جماعت سے مل جائیں گے۔ اس لالچ میں اس نے ایک روپیہ بطور نذر حضرت والاؒ کے سامنے رکھا اور اپنی ساری کہانی کہہ سنائی ہم نے بھی اسے اپنا سارا حال سنایا وہ ایک روپیہ کرائے میں دیا گیا اور باقی کرائے کے لیے ملاحوں کو تسلی دی گئی کہ کپڑے فروخت کر کے ادا کر دیا جائے گا۔ الغرض اس طرح ہم دریا پار کر کے واپس پہنچے۔ اس کے بعد حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ جماعت فقراء کو ایسی ہی رفاقت اختیار کرنی چاہیے۔ تا کہ سفر میں مخلوقِ خدا کو راہِ حق کی تعلیم دے سکیں گے مگر آج کل ایسے لوگ بہت کم ہیں۔

فقیر کی ملکیت کچھ نہیں ہوتی:

ایک دفعہ ایک ایسے شخص نے جو فقراء کے احوال کی ٹوہ میں رہتا تھا۔ حضرت والاؒ سے عرض کیا قبلہ! آپ حضرات اکثر زکوٰۃ کے متعلق وعظ و نصیحت کرتے ہیں حالانکہ زکوٰۃ کا مال تو آپ کے پاس بھی موجود ہے مگر آپ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے صرف دوسروں کو ہی سمجھاتے رہتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس فقیر پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے اس شخص نے دوبارہ اعتراض کیا کہ یہ سارے مال مویشی اونٹ، گائیں، بیل، بھیڑ، بکریاں وغیرہ جو لنگر میں موجود ہیں یہ آپ ہی کی ملکیت تو ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مال میری ملکیت نہیں ہے میرا تو اپنا وجود بھی میری ملک نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت والا نے سوال کی مناسبت سے یہ نقل بیان فرمائی کہ ایک دفعہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ رحمہم اللہ اکٹھے کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔

زکوٰۃ کے ابتدائی نصاب کے بارے میں گفتگو جاری تھی اور دونوں حضرات کی رائے ایک دوسرے سے مختلف تھی۔ اتفاق سے سامنے ایک بدوی مویشی چرا رہا تھا دونوں اس بات پر متفق ہو گئے کہ متنازعہ شرعی مسئلے میں اسی بدوی کو حکم بنایا جائے۔ اس کے پاس پہنچے تو حضرت امام مالک نے اس سے زکوٰۃ کا مسئلہ پوچھا اس نے کہا امام صاحب! زکوٰۃ کے متعلق آپ کے نزدیک تو مسئلہ واقعی اس طرح ہے۔ البتہ میرے نزدیک مسئلہ ذرا مختلف ہے۔ امام مالکؒ نے حیران ہو کر پوچھا کہ تمہارا مسئلہ کیا ہے؟ اس نے کہا میرا مسئلہ یہ ہے کہ اس مال پر زکوٰۃ نہیں ہے اس لیے کہ یہ مال حق تعالیٰ کی ملکیت ہے اور بندہ خود بھی اسی کی ملکیت ہے۔ العبد وما فی یدہ لمولاہ غلام اور اس کا مال دونوں مالک کے ہیں۔

بعد میں یہ معترض آنکھ بچا کر لنگر کے تانبے کے چند برتن چوری اٹھا کر چل دیا فقراء نے اس کا تعاقب کیا اور اسے پکڑ لائے۔ اس شخص نے حضرتِ والاؒ کی خدمت میں پھر وہی بات دہرائی کہ حضرت یہ مال آپ کا ہے یا نہیں؟ آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ بھائی! یہ سامان میری ملکیت نہیں ہے بلکہ میرا وجود بھی میری ملکیت نہیں ہے اس کے بعد وہ شخص سب کے سامنے وہ سامان اٹھا کر دوبارہ روانہ ہو پڑا۔ اس دفعہ فقراء میں سے کسی نے اس سے کوئی تعرض نہ کیا بلکہ حضرت والا کے سمجھانے سے جماعت فقراء نے خود مال کی ملکیت سے دستبرداری اختیار کر لی۔

نفع ونقصان کا مالک اللہ ہے:

خلیفہ سید تاج محمود امروٹیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ یہ فقیر خدمتِ اقدس میں حاضر تھا، آپؒ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا بیٹا! مجھے ان اہلِ علم پر تعجب ہے جو میری نسبت وہابیت کی طرف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہابی ہو گئے

ہو۔ ایک دفعہ مولوی سرحد والے نے کسی شخص کے ہاتھ پیغام بھجوایا کہ اپنے پاؤں کی تکلیف کے ازالے کے لیے اپنے شیخ کے مزار پر استغاثہ کیجیے۔ انہیں جواب میں کہلوایا گیا کہ مجھے میرے شیخ نے نفع نقصان کے لیے خدا کا دروازہ دکھایا ہے کہ ہر چیز اس کی قدرت میں ہے مجھے میرے مرشد نے یہ نہیں بتایا کہ میری رحلت کے بعد مجھ سے سوال کرنا پھر آپ نے فرمایا بیٹے! یہ حال ہے اہل علم کا۔

ایک بات اختیار کرنی چاہیے:

خلیفہ سید تاج محمود امروٹیؒ کا بیان ہے کہ حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ موجود ہے سب کا ظہور اسی (ذاتِ خداوندی) سے ہے۔ طالبِ صادق اور اہلِ توحید کو چاہیے کہ وہ ہر دکھ سکھ میں اسی کی طرف نگاہ رکھے۔ اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ راہِ توحید میں دو قبلے اختیار کرنے سے یہ راستہ طے نہیں ہوسکتا یا دوست (اللہ جل شانہ) کی رضا کو مقدم سمجھے یا اپنی خواہش کو۔

خلیفہ سید تاج محمود امروٹیؒ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ کس قدر آفت میں مبتلا ہیں کہ غیر اللہ کی طرف پوری توجہ رکھتے ہیں مگر اپنے خالق کی طرف اتنی (مخلوق جتنی) توجہ بھی نہیں رکھتے چنانچہ اپنے جیسے لوگوں سے فائدے کی امیدیں رکھتے ہیں حالانکہ خزانہ خداوندی سے ہر شخص اپنی ہر ضرورت پوری کر رہا ہے وہ کسی سوال اور مشقت کے بغیر ہر شخص پر اپنی رحمت نازل فرما رہا ہے اس کے بعد آپؒ نے فرمایا:

ان گھر یا موتی ملن منگے ملے نہ بیکھ

(بغیر مانگے موتی مل جاتے ہیں اور بعض اوقات مانگے سے بھیک بھی نہیں ملتی)۔

امام کی انوکھی تشریح:

فقیر احمد الدین خلیفہ تاج محمود امروٹیؒ کی زبان بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت والاؒ نے عشاء کی نماز میں سورۃ بنی اسرائیل پڑھی نماز کے بعد میں (خلیفہ صاحب امروٹیؒ) نے عرض کیا حضور! اس آیت کے معنی کیا ہیں۔ یوم ندعوا کل اناس بامامھم اور یہاں امام سے مراد کون ہے؟ آپ نے فرمایا امام سے مراد نفس ہے یعنی اگر اس کا نفس آنحضرت ﷺ کے تابع ہے تو وہ شخص آنحضرت ﷺ کے پیچھے ہوگا یعنی آپ کی جماعت میں شامل ہوگا لیکن اگر اس کا نفس شیطان کے تابع ہے تو اس کا امام شیطان ہوگا اور وہ شخص شیطان کی جماعت میں شامل ہوگا۔

ایک ہندو کا واقعہ:

فقیر عمر الدین زنگیجہ خلیفہ صاحب امروٹیؒ کی زبانی بیان کرتا ہے کہ ایک ہندو حضرت والاؒ کی خدمت میں بہ طور مہمان مقیم ہوا۔ آپ نے اسے کھانے پینے کے لیے جو برتن دلوائے ایک دن وہ برتن چوری کر کے غائب ہوگیا۔ فقراء کو اطلاع ہوئی تو اس کی تلاش میں نکل پڑے اور اسے ڈہرکی سے چوری شدہ سامان سمیت پکڑ لائے اور اسے مسجد کے دروازے کے نزدیک باندھ کر بٹھا دیا۔ حضرت والاؒ اشراق پڑھ کر مسجد سے باہر نکلے اور ہندو کو باندھا ہوا دیکھا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ اسے کیوں باندھا گیا ہے؟ فقراء نے عرض کیا حضور! یہ شخص لنگر کے برتن چرا کر بھاگ رہا تھا فقیر اسے ڈہرکی سے پکڑ لائے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا تم لوگ اس سے اپنے باپ کا سامان چھین لیتے اسے باندھ کر نہ لاتے (خفگی کا انداز) پھر آپؒ نے پوچھا کون کون سے فقیر اسے پکڑ لائے ہیں۔ حاضرین نے ان کے نام بتائے، آپؒ نے فرمایا کہ انہیں جلدی بلاؤ۔ حاضرین نے عرض کیا حضور! ابھی ابھی انہیں خدمتِ عالی میں پیش

کرتے ہیں اتنی دیر میں اس ہندو نے عرض کیا حضور! میں مسلمان ہوتا ہوں یہ سنتے ہی اسے باندھ کر لانے والوں پر حضرتِ والاؒ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا آپؒ کے چہرے سے خوشی و مسرت ٹپکنے لگی ادھر فوراً مولود خوانی شروع ہو گئی' حجام کو بلا لیا گیا اور ہندو کا ختنہ ہوا۔

پیر سُہری کا واقعہ:

فقیر عمر الدین زنگیجہ خلیفہ صاحب امروٹیؒ کی زبانی بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ بلوچستان کے سفر پر تشریف لے گئے راستہ میں پیر سہری کی قبر سے گزر ہوا۔ پیر سہری کی قبر بعض بلوچ قبائل کا مرجع عقیدت ہے۔ ان بلوچ قبائل کی عورتیں پیر سہری کی قبر پر جا کر سوال کرتی اور منت مانتی ہیں اگر قدرتِ الٰہی سے انہیں فرزند پیدا ہو جائے یا ان کا وہ کام ہو جائے تو یہ عورتیں اپنے بالوں کو لٹ کی صورت میں گوندھ کر پیر سہری کی قبر پر جاتی ہیں اور قبر کے مجاوروں سے لٹ کے یہ بال کٹوا کر پیر کی قبر کے نزدیک لٹکا دیتی ہیں۔ اتفاق سے حضرتِ والا اس قبر کے نزدیک سے گزرے تو آپ پیر سہری کی قبر پر تشریف لے گئے۔ آپ نے ختم کے لیے ہاتھ اٹھائے تو آپ کو کشف کے ذریعے معلوم ہوا کہ یہ قبر فرضی ہے اس میں کوئی میت سرے سے ہے ہی نہیں۔ چنانچہ آپؒ نے اٹھائے ہوئے ہاتھ فوراً نیچے گرا لیے اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنے لگے۔ عبدالرحیم فقیر جو حضرت والا کے نزدیک تھا اس صورت حال سے باخبر ہو گیا اور اس نے باقی جماعت کو اصل حال سے مطلع کیا۔ یہ سنتے ہی فقراء نے لاٹھیوں سے قبر کو توڑ پھوڑ کر زمین کے برابر کر دیا' حضرت مع جماعت یہاں سے تھوڑا آگے چل کر سواریوں سے اتر پڑے اور آپ نے فرمایا کہ کوہر (ابلے ہوئے چنے) پکاؤ ہم رات یہیں بسر کریں گے۔ پیر سہری کے مجاروں

نے یہ حالت دیکھی تو فوراً پیر سہری کے مریدوں کو اطلاع دی کہ ایک ایسا غنیم آ گیا ہے جس نے پیر سہری کا مزار توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ تھوڑی دیر میں سو سے زیادہ بلوچ گھوڑوں پر سوار ہو کر حضرت والاؒ کے پاس پہنچ گئے۔ جماعت کے ظاہر بین حضرت نے یہ حالت دیکھی تو کہنے لگے کہ حضرت والا نے ہمیں مروایا تو سی مگر بے گور و کفن بھی کیا۔ حضرت والاؒ نے یہ بات سنی تو آپؒ نے فرمایا کہ تم نے قرآن نہیں پڑھا؟

بلوچوں نے حضرات والا سے پوچھا کہ پیر سہری کی قبر تم نے توڑی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ سہری، گاجی اور پنجو مجھے جہاں بھی ملے میں انہیں ہرگز نہیں چھوڑوں گا، اس لیے کہ انہوں نے تم بلوچوں کی بے عزتی کی ہے۔ بلوچ کہنے لگے تو آپ ہمارا بدلہ لینے آئے ہیں۔ حضرت والاؒ نے فرمایا انشاءاللہ میں ان سے بدلہ لے کر رہوں گا۔ تھوڑی گفتگو کے بعد آپ نے بلوچوں سے پوچھا کہ تمہارے پاس مال مویشی کیا ہیں۔ انہوں نے کہا بھیڑ بکریاں اور اونٹ۔ آپؒ نے فرمایا تم لوگ اپنے جانور (گلے میں سے) کس طرح شناخت کر لیتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم نشانی کے طور پر اپنے اپنے جانوروں (ان کے جسم کے کسی حصے) کو کاٹ دیتے ہیں۔ حضرت والا نے ان کی (بڑھی ہوئی) مونچھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ قیامت کے روز ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی امت کو اسی علامت (مونچھوں کی سنت) سے شناخت فرما کر دوسری امتوں سے الگ کریں گے، بلوچ کہنے لگے ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حُر ہیں بالآخر معمولی بحث و تمحیص کے بعد راضی ہو گئے اور عرض کرنے لگے حضور ہماری مونچھیں سنت کے مطابق بنا دیجیے۔ مگر ہمیں وہی راستہ دکھلائیے جو آپؒ نے کھوسوں (ایک اور بلوچ قبیلہ) کو دکھلایا ہے۔ حضرت والا نے سب کو بیعت فرمایا۔ بعد میں بلوچوں نے عرض کیا حضور! ہماری دعوت قبول

فرمائیں۔ آپؒ دعوت قبول فرما کر اس طرف چل پڑے چنانچہ ان بلوچوں کے تمام اہل وعیال بیعت ہوئے۔ کچھ دنوں بعد یہ لوگ بھرچونڈی شریف حاضر ہوئے۔ چند دن رہ کر رخصت ہوئے تو اتفاق سے اُن کی چادر حضرت والا کی چادر سے بدل گئی۔ یہ لوگ اپنے گھروں کو پہنچے تو انہیں علم ہوا کہ ہم اپنی چادر کی بجائے حضرتِ والاؒ کی چادر لے آئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت والاؒ کی چادر کو رومال کے غلاف میں لپیٹا اور ان میں سے آٹھ آدمی اسے انتہائی احترام کے ساتھ لے کر بھرچونڈی شریف واپس آئے۔ حضرت والاؒ نے فرمایا کہ اپنی چادر لے جاؤ اور ہماری چادر بھی واپس لے جاؤ اور جمعہ کے دن اس چادر کی زیارت کرایا کرو۔ انشاء اللہ العزیز اس چادر کے ذریعے سے اللہ جل شانہ کی محبت بڑھے گی۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست:

فقیر عمر الدین زنگیجہ خلیفہ صاحب امروٹیؒ کی زبانی بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت والا نے تمام جماعت کی طرف رخ کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میں سے جوانی میں جس شخص نے بہادری کا جو کام کیا ہے وہ بیان کرے۔ جماعت میں سے کوئی نہ بولا ہر شخص خاموش رہا۔ حضرت والا نے اپنا ایک واقعہ سناتے ہوئے فرمایا کہ جوانی کے زمانے میں ایک رات میں نے دیکھا کہ پانی کے مٹکے خالی ہیں۔ میں مٹکے لے کر تالاب پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ پانی کے اوپر برف جمی ہوئی ہے۔ میں نے اپنے عصا سے برف میں سوراخ کیا۔ وضو کے مٹکے بھرے پھر غسل کیا اور مٹکے لا کر مسجد میں رکھے۔ جماعت نے بیدار ہو کر اسی پانی سے وضو کیا۔

اللہ والوں کے قدم:

فقیر عمر الدین زنگیجہ خلیفہ صاحب امروٹیؒ کی زبانی بیان کرتا ہے کہ ایک

دفعہ دو عورتوں نے جو باہم ہمشیرگان تھیں حضرتِ والاؒ کی دعوت کی۔ اتفاق سے اس موقع پر حضرتِ والاؒ کے مرشد کریم (حضرت جیلانیؒ) بھی اسی قصبے میں موجود تھے۔ حضرت والاؒ نے آتے ہی پوچھا کہ میرے شیخ کو بھی تم نے دعوت دی ہے یا نہ۔ عورتوں نے جواب دیا حضور! ہم نے تو آپؒ کو دیکھا ہے آپؒ نے انہیں دیکھا ہے ہم نے آپؒ کی خدمت میں دعوت پیش کی ہے انہیں ہماری طرف سے آپ خود دعوت دیں۔ آپؒ نے پوچھا گھر میں اناج کتنا موجود ہے؟ انہوں نے عرض کیا حضور! تقریباً پندرہ سیر۔ آپؒ نے فرمایا پانچ سیر کا شیرہ (گندم کا دلیہ جو میٹھا پکایا جاتا ہے) تیار کرلو اور باقی آٹا۔ دعوت کا انتظام شروع کردو، میں ابھی آتا ہوں۔ حضرت والاؒ واپس تشریف لے گئے تو آپ نے ان عورتوں سے فرمایا ''جب طعام تیار ہو جائے تو مجھے اطلاع کر دینا''۔ تھوڑی دیر بعد عورتیں حاضر ہوئیں کہ طعام تیار ہو گیا ہے۔ آپؒ نے اپنی چادر عنایت فرمائی کہ اسے طعام پر ڈال دیا جائے اور جماعت میں تین تین آدمیوں کی ایک ایک ٹولی بنا کر روٹی اور حلوہ کی تقسیم شروع کی جائے۔ ہر ٹولی کو تین تین روٹیاں دی جائیں اسی طرح دو سو بیس آدمیوں میں کھانا پہنچا دیا گیا تھوڑی دیر بعد آپؒ کو اطلاع دی گئی کہ جماعت نے کھانا کھالیا ہے۔ آپؒ نے فرمایا اب ہمسائے اور کارندے کھائیں یہ لوگ بھی کھا کر فارغ ہو گئے تو آپ کی خدمت میں اطلاع کی گئی کہ حضور! تمام لوگ فارغ ہو گئے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا اب تم کھاؤ انہوں نے کہا ہم دو بہنیں ہیں اور صرف آپس میں دو کا کھانا خلافِ سنت ہے۔ اتنے میں چند اور آدمی جو باہر گئے ہوئے تھے واپس آ گئے اتفاق سے ان میں سے ایک عورت تھی چنانچہ تینوں عورتوں نے اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھایا اس کے بعد ان عورتوں نے اپنے قصبے کے لوگوں سے کہا اب تم دعوت کرو خرچہ ہم دونوں بہنیں

دیں گی۔ چنانچہ اہلِ قصبہ نے دعوت کی۔ حضرت والاؒ کو حقیقتِ حال کا پتہ چلا تو آپؒ نے ان عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپؒ لوگوں نے ہمیں کس لیے اتنی دیر روک لیا؟ عورتیں عرض کرنے لگیں ہم حضور پر قربان جائیں۔ بکریوں کی چار مینگنیاں جہاں جمع ہو جاتی ہیں وہاں سبزی اور فصل کو چار چاند لگ جاتے ہیں اور جہاں اللہ والوں کے قدم آ جاتے ہیں وہاں رب کی رحمت برسنے لگتی ہے۔

فقیر دریا خان اور خیر محمد کی حاضری:

فقیر عمر الدین زنگیجہ خلیفہ صاحب امروٹیؒ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ فقیر دریا خان (معروف مجذوب سندھی شاعر) اور صوفی خیر محمد (سندھی شاعر) بھر چونڈی شریف کے نزدیک اپنے مریدوں میں آئے وہاں سے حضرتِ والاؒ کی ملاقات کی خاطر بھر چونڈی شریف حاضر ہوئے چونکہ نماز کا وقت تھا حضرتِ والاؒ نے انہیں نماز کی دعوت دی دریا خان کہنے لگا قبلہ! ہم ہمیشہ نماز میں ہیں۔ آپؒ نے فرمایا تمہاری بات درست ہے مگر تمہارے تمام اعضاء اس نعمت سے محروم ہیں انہیں بھی اس نعمت سے بہرہ ور کرنا چاہیے۔ انہوں نے نماز پڑھی نماز کے بعد حضرت والاؒ نے جماعت کے فقیر کو قینچی لانے کا اشارہ فرمایا آپؒ نے قینچی ہاتھ میں لے کر دریا خان کی مونچھیں سنت کے مطابق بنانے کا ارادہ کیا مگر دریا خان اس پر آمادہ نہ ہوا۔ صوفی خیر محمد اسے کہنے لگا! درّو! اندھے ہو گئے ہو کیا؟ ہاتھ (قینچی والا) نہیں پہچانتے ہو ہاتھ کس کا ہے؟ یہ سن کر دریا خان نے منہ حضرت والا کے سامنے کر دیا آپؒ نے اس کی مونچھیں درست کیں اور فرمایا تم لوگوں نے اسلام میں ایسی رخنہ اندازی کی ہے کہ اگر میری حکومت ہو تو تم جیسے لوگوں کا منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کراؤں اور اس طرح ذلیل و خوار کروں۔ دریا خان نے کہا حضرت! ساری سفید آنکھ میں سیاہی کے ایک

نکتے کی بدولت سارا جہاں نظر آتا ہے اگر آپ جیسے مردِ راہ نے ذرّہ کا سارا منہ کالا کر دیا تو اس کے سامنے تو دو جہاں روشن ہو جائیں گے۔

رخصت لے کر یہ حضرات روانہ ہونے لگے تو انہوں نے دیکھا کہ جماعت کا ایک فقیر قران مجید کی تلاوت میں مشغول ہے دریا خان کہنے لگا جس طرح اس فقیر کے کپڑے کالے ہیں اسی طرح قرآن کے حرف بھی کالے ہیں اس فقیر کا دل بھی تو اسی طرح کالا ہوگا۔ فقیر نے جواب میں کہا! سیاہ حروف سے میرا واسطہ نہیں ہے میں تو سیاہ حروف کے درمیان واقع سفیدی کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ دریا خان نے بات بڑھانا چاہی مگر صوفی خیر محمد اسے کہنے لگا بیوقوف بک بک نہ کرو۔ فقیر کی بات سمجھتے نہیں ہو تو بات کیوں کرتے ہو؟

مجذوب مؤذّن:

فقیر عمرالدین زنگیجہ خلیفہ صاحب امروٹیؒ کی زبانی بیان کرتا ہے کہ حضرتِ والاؒ کی خدمت میں ایک مجذوب رہا کرتا تھا کہ ایک دفعہ اس نے بے وقت مسجد میں اذان دے دی۔ مقررہ مؤذن نے اسے منہ پر تھپڑ مارا کہ تم نے بانگ کیوں دی ہے؟ مجذوب آزردہ خاطر روتا ہوا حضرتِ والاؒ کی خدمت میں آیا اور عرض کرنے لگا کہ مؤذن نے اذان دینے پر مجھے تھپڑ مارا ہے۔ آپؒ نے فرمایا یار! مسجد اسی مؤذّن کی ہے اس نے ہی بنائی ہے نہ تو نے بنائی ہے اور نہ میں نے۔ تیرا اور میرا تو یہ باغ ہے۔ اگر وہاں ہمیں کسی نے روکا تو ہم بھی اسے تھپڑ ماریں گے تو چل اور اپنے باغ میں اذان کہہ اگر وہاں کوئی شخص تیرا نام لے تو میں اسے سزا دوں گا۔ وہ مجذوب فوراً باغ میں پہنچا اور اذان کے بعد کہنے لگا اب کوئی مجھے بانگ سے منع کر دکھائے تو اس کی خبر لوں۔

پھر حضرتِ والاؒ نے مؤذن کو بلا کر تنبیہہ فرمائی اور فرمایا تمہیں شرم نہیں آئی

کہ اس مسکین مجذوب نے خانہ خدا میں اذان دی اور تم نے اسے تھپڑ مارا۔

جامِ جہاں نما:

فقیر عمر الدین زنگیجہ خلیفہ صاحب امروٹی ؒ کی زبانی بیان کرتا ہے کہ ایک شخص نے حضرتِ والاؒ کو جماعت سمیت دعوت پیش کی۔ آپؒ دعوت پر پہنچے تو وہ شخص جماعت (کثرت) کو دیکھ کر کچھ پریشان ہو گیا۔ حضرتِ والاؒ تھوڑی دیر بیٹھے' دعا فرمائی اور رخصت لے کر روانہ ہو پڑے۔ اس شخص نے عرض کیا حضور! طعام تناول فرمائیں۔ آپؒ نے فرمایا کس لیے؟ تم مجھے طعام کی دعوت تو نہیں کی تھی تم نے بلایا ہم آگئے بلانے کا حق ادا ہو گیا اب ہم جا رہے ہیں یہ کہہ کر آپؒ روانہ ہو گئے۔

گلوبند:

خلیفہ صاحب امروٹی ؒ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں محفلِ اقدس میں حاضر تھا کہ ایک عورت نے آکر عرض کیا حضور! میرا گلوبند! (ایک زیور) ہمسائیگان میں سے کسی نے چوری کر لیا ہے خدا کے لیے مہربانی فرمائیں (دعا فرمائیں کہ واپس ہو جائے) آپؒ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا بیٹا! ہم سب کا گلوبند لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے۔

احترامِ سادات:

فقیر پیر محمد لانگری کا بیان ہے کہ ابتدائی ایام میں ایک مسکین سید اپنی گھوڑی سمیت حضرتِ والاؒ کی خدمت میں رہا کرتا تھا یہ سید صاحب صرف اپنی گزر بسر کی خاطر یہاں رہا کرتا تھا۔ اتفاق سے ایک دفعہ لنگر عالیہ میں گھاس موجود نہ تھا۔ سید صاحب مذکور روزانہ گرد و نواح سے حضرت والاؒ کے نام پر گھوڑی کے لیے چارہ مانگ لاتا۔ یہی وجہ تھی کہ خلیفہ میاں فیض اللہ اس مسافر سید پر ناراض رہتا تھا۔ ایک دفعہ

فقراء نے حضرت والاؒ کی خدمت میں بہ طور شکایت سید صاحب کی گدائی کا سارا حال بیان کیا۔ آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ سید صاحب مسکین اور مسافر ہے اگر وہ اس فقیر کے نام پر لوگوں سے کچھ لے لیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ فقیر اُن (اہلِ بیت) کے دَر کا معمولی غلام ہے۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ ایک دن خلیفہ میاں فیض اللہ اس مسکین سید پر سخت غضب ناک ہو گیا اور اس نے جوش میں آ کر سید صاحب کو لاٹھی دے ماری جس سے سید صاحب کے منہ سے خون جاری ہو گیا۔ سید صاحب نے تکلیف کی وجہ سے روتے ہوئے حضرت والاؒ کی خدمت میں سارا حال عرض کیا آپ سخت خشمناک ہوئے مگر چپ رہے۔ تھوڑی دیر بعد فقراء میں سے کسی نے پوچھا کہ قبلہ یہ کیا معاملہ ہے؟ اب آپ نے انتہائی جوش اور غصے سے فرمایا کہ میں فیض اللہ کی کھال ادھیڑ لیتا۔ مگر کیا کروں کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے روکتے ہوئے فرمایا کہ اس معاملے میں تیرا (حضرت والاؒ کا) کوئی کام نہیں، ہم قیامت کے دن اپنے مسکین سید کا بدلہ فیض اللہ سے خود لیں گے۔ آپ نے فرمایا میں اسی لیے خاموش ہو گیا ہوں۔

شیخ کی خدمت میں حاضری کیسے دی جائے:

فقیر محمد خان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ اپنے شیخ (حضرت جیلانیؒ) کی خدمت اقدس میں بیٹھے تھے کہ کوئی شخص ہدیہ لے آیا ایک درویش وہ ہدیہ لے کر جماعت میں تقسیم کرنے لگا۔ ہر شخص کو اپنا اپنا حصہ دیتا گیا جب حضرتِ والا کی باری آئی تو تقسیم کرنے والے کی بسیار کوشش کے باوجود آپؒ نے اپنا حصہ نہ لیا۔ یہاں تک کہ آپؒ نے سر بھی اوپر نہ اٹھایا آخر اس تقسیم کرنے والے فقیر نے حضرت جیلانیؒ کی خدمت میں شکایت کی مگر آپ خاموش رہے بعد میں حضرت والاؒ کی محفل میں یہ گفتگو چلی تو آپؒ نے فرمایا میرے بھائی اصل قصہ یہ ہے کہ اپنے شیخ کے حضور تمام

خواہشات کو دور کر کے بیٹھنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص ایسا نہیں کرتا تو وہ شیخ کی حاضری کے فیض سے محروم اور بے بہرہ ہے۔

ظاہر و باطن کی ہم رنگی:

اس کے بعد آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک وزیر بادشاہ کے حکم کا اس قدر پابند اور فرمانبردار تھا کہ اس نے گویا اپنے بادشاہ کا ایسا عاشق تھا کہ ہر وقت بادشاہ کے حضور رہتا ایک لمحے کے لیے بھی بادشاہ کی آنکھ سے دور نہ ہوتا۔ ایک دن بادشاہ کو وزیر کے امتحان کا موقع مل گیا۔ ہوا یوں کہ اعلان ہوا کہ آج بادشاہ شہر سے گزرے گا۔ تمام امیر' وزیر پاپیادہ بادشاہ کے حضور حاضر ہوں اور تمام لوگ انتہائی ادب کے ساتھ کھڑے ہو جائیں بادشاہ گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کے ایک چوراہے پر رک گیا' تمام شہری' امیر اور وزیر بادشاہ کے حکم کی پابندی کرتے ہوئے بادشاہ کے حضور ادب سے کھڑے ہو گئے۔ وہ عاشق وزیر بھی دوسرے لوگوں کی طرح موجود تھا اس کی نگاہ بادشاہ کے چہرے پر تھی کہ عاشق کو محبوب کے دیدار کے بغیر اور کوئی غرض ہوتی نہیں۔ اتفاق کی بات کہ جہاں یہ وزیر کھڑا تھا ساتھ والے مکان کی دیوار سے ایک سانپ نکلا اور وہ وزیر کے قدموں سے اوپر کو چڑھنے لگا اور اس کے سینے تک پہنچ گیا۔ وزیر نے معلوم کر لیا کہ سانپ خطرناک ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی نگاہ تو بدستور بادشاہ کے چہرے پر رکھی۔ مگر خیال اور توجہ سے جھپٹ کر سانپ کا سر ہاتھ میں پکڑ کر اسے دور جھٹک دیا۔ بادشاہ نے جونہی یہ کیفیت دیکھی وزیر کو عہدے سے ہٹا دیا اور اسے اپنے الطاف و اکرام سے محروم کر دیا اور اسے کہا تم میرے عشق کے دعوے میں سچے نہیں ہو لہٰذا میری حاضری کے لائق بھی نہیں ہو اس کے بعد آپ نے فرمایا اگر

ظاہر حاضری میں اور باطن کہیں اور ہو تو کیا فائدہ؟

حرص و ہوس:

ایک دفعہ حضرت والاؒ کی محفل اقدس میں عورتوں اور مردوں کے حرص و ہوس کی بات چل پڑی آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ عورتیں مردوں سے چالیس گنا زیادہ حریص ہیں اگر انہیں ہر قسم کے زیورات' کپڑے اور عیش و عشرت کے اسباب میسر ہوں تو بھی زیادہ کی طالب رہتی ہیں اور ہمیشہ بے شکر' بے صبر اور بے رحم ہوتی ہیں۔ اسی طرح یہ اکثر بے روزہ' بے نماز' اور غیر ساجد ہوا کرتی ہیں۔ اس کے بعد حدیث مبارک کا یہ واقعہ بیان فرمایا کہ آنحضورﷺ کی عادت کریمہ تھی کہ وضو اور سنتیں کاشانۂ اقدس میں ادا فرماتے فقط فرائض مسجد میں پڑھتے۔ ایک روز اتفاق سے آنحضورﷺ ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ سنتیں ادا کر کے فرضوں کی خاطر مسجد کی طرف تشریف لا رہے تھے کہ راستہ میں پڑا ہوا ہڈی کا ایک ٹکڑا حضرت صدیق اکبرؓ کے پاؤں میں چبھ گیا آپؓ کو خوف محسوس ہوا کہ کہیں وضو نہ ٹوٹ جائے۔ اسی حال میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اللہ تعالیٰ کے حضور منت مانی کہ اگر اسی وضو کے ساتھ مجھے آنحضورﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی توفیق مل گئی اور میرا یہ وضو قائم رہا تو میں اس ہڈی کے برابر سونا محتاجوں میں تقسیم کروں گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس بزرگ صحابی کی یہ دعا قبول فرمالی۔ نماز پڑھنے کے بعد نذر واجب ہوگئی۔ آپؓ کسی کو اطلاع دیئے بغیر فوراً تشریف لے گئے اور اندازے سے ہڈی کے برابر سونا پلڑے میں رکھا۔ مگر ہڈی کا وزن بھاری رہا اس انداز سے سونا دوگنا کیا تو بھی ہڈی وزنی ثابت ہوئی۔ اپنے انداز کے مطابق سونے کو سہ گنا کیا مگر پھر بھی ہڈی کا پلڑا بھاری تھا وزن کرنے والا اور منت ماننے والا دونوں حیرت میں آ گئے اور دونوں

اٹھ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا آپؒ نے اپنے دستِ مبارک سے ہڈی ایک پلڑے میں ڈالی اور اس کے بدلے میں دیا جانے والا سونا دوسری طرف۔ البتہ آپؒ نے مٹی کی ایک چٹکی ہڈی پر ڈال دی۔ اب وزن کیا گیا تو سونا ہڈی کے برابر نکلا۔ صحابہ کرام نے بارگاہ نبویؐ میں عرض کیا کہ حضور اس سارے واقعے کی اصلیت سے ہمیں آگاہ فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ ہڈی ایک ایسی حریص عورت کے جسم کی ہے جس کا رواں رواں حرص میں مبتلا تھا۔ الغرض آنحضرت ﷺ کے علم کی وجہ سے صحابہ کرام اس معاملے کی حقیقت تک پہنچے۔

ضمیر منیر دوست:

فقیر خان محمد کا بیان ہے کہ یہ فقیر ابتداء میں حضرتِ والاؒ کی خدمت میں قرآن پڑھنے کی خاطر حاضر ہوا۔ آپؒ کی بارگاہ میں باریابی نصیب ہوئی تو آپؒ نے فرمایا درویش! یہاں روٹی نہیں ہے البتہ جوار کا ملیدہ یا کبھی کبھار سوکھی روٹی کے ٹکڑے مل سکیں گے۔ میں نے عرض کیا حضور! مجھے قبول ہیں۔ کچھ عرصہ گزرا تو میرا دل اداس ہو گیا اور میں نے روانگی کا ارادہ کیا۔ ایک درویش سے میں نے کہا کہ مجھے حضرتِ والا سے اجازت لے دو۔ یہ درویش حضرتِ والاؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میری طرف سے اجازت طلب کی مگر رخصت نہ ملی۔ ایک روز حضرت والا کا سامنا ہوا تو آپؒ نے فرمایا اے درویش! تجھے پٹن منارہ کے شلغم اور قصبے لکھن کا دہی یاد آیا ہے۔ حضرت والاؒ کے اس فرمان سے مجھے ایسی شرم دامن گیر ہوئی کہ میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ کچھ دنوں بعد آپؒ نے پھر ارشاد فرمایا کہ سناؤ بھئی اب بھی پتن منارہ کے شلغم اور لکھن (قصبہ) کا دہی یاد آتا ہے کہ نہیں؟ میں اس دفعہ بھی خاموش رہا۔ مجھے جواب کی مجال نہ ہوئی۔ کچھ دنوں بعد آپ نے تیسری بار پھر وہی بات دہرائی۔ اب کے

میں نے اپنے دل میں ان چیزوں کے خیال سے توبہ کی اور دل میں عہد کیا کہ آئندہ کبھی ان چیزوں کا دل میں خیال تک نہ لاؤں گا۔ میں نے توبہ کر لی تو پھر آپؒ نے کبھی اس کا اعادہ نہ کیا۔

اسی ناقل کا بیان ہے کہ اتفاق سے ایک روز پھر میرے دل میں روانگی کا خیال پیدا ہوا۔ آپؒ نے اس فقیر کی طرف رُخ کرتے ہوئے فرمایا فقیر! تم جا رہے ہو مگر یہ تو بتاؤ جاؤ گے کہاں؟ اس فرمان کی برکت کا ایسا اثر ہوا کہ میرے دل سے جانے کا خیال نکل گیا اور مجھے صبر آ گیا۔ سبحان اللہ' سبحان اللہ! حضرتِ والاؒ کی کیسی عجیب عادتِ کریمہ تھی کہ باطنی نگاہ سے طالبوں کے دل کا جائزہ لے کر اس کے مطابق عمل فرماتے تھے۔

اللہ والوں کی اپنی کوئی چیز نہیں:

فقیر خان محمد مؤذن کا بیان ہے کہ حضرتِ والا کے زمانہ اقدس میں دستور تھا کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں تمام درویشوں کے پاس اپنے اپنے پیالے ہوتے تھے افطار کے وقت ہر درویش اپنی افطاری کا سامان اسی پیالے میں لے لیتا اور افطار کرتا۔ ان دنوں صاحبزادہ والاتبار (شیخ ثانی ہادیٔ گمراہاں حضرت محمد عبداللہ قدس سرہ العزیز) میاں صاحب سجادہ جو دس سال کی عمر کے تھے بھی دوسرے فقراء کی طرح اپنے ہاتھ میں پیالہ لیے کھڑے تھے۔ آپؒ نے صاحبزادہ سے پوچھا کہ تم نے یہ پیالہ کیوں اٹھایا ہے۔ انہوں نے عرض کیا افطاری کے سامان سے اپنا حصہ لینے کی خاطر۔ آپ نے حکم دیا کہ عبداللہ! یہ پیالہ جو تم نے اپنے نفس کی خاطر اٹھایا ہے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ صاحبزادہ صاحب پیالہ کو توڑنے کی خاطر اٹھے اتنے میں ایک معمر فقیر نے عرض کیا حضور! آئندہ یہ (صاحبزادہ صاحب) اپنے نفس کے لیے پیالہ

ہر گز نہیں اٹھائیں گے بلکہ مسکینوں اور درویشوں کی خدمت کے ارادے سے اٹھائیں گے۔ اسی وقت سجادہ نشین صاحب نے اپنی نیت درویشوں کی خدمت کے لیے کی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی ہر چیز مسکینوں کے لیے وقف کرنے کی نیت کرے اور پھر اس سے فائدہ اٹھائے اگر ایسا نہیں کرتا تو اس کے لیے اس چیز سے نفع حاصل کرنا حرام ہے اور نہ اس سے دوسروں کو فائدہ پہنچے گا۔

جماعت کے ساتھ محبت:

ایک دفعہ حضرت والاؒ قضائے حاجت کے لیے جنگل کی طرف تشریف لے جانے لگے اس موقع پر شفیع محمد فقیر نے وطن واپس جانے کی اجازت طلب کی کچھ اور درویش بھی اجازت حاصل کرنے کے لیے تیار تھے۔ حضرتِ والاؒ نے شفیع محمد سے فرمایا کہ تم رخصت لینا چاہتے ہو تا کہ اپنی والدہ کے پاس پہنچو، مگر ذرا پہلے یہ بوٹی (ریت سے تازہ پیدا شدہ معمولی جڑوں والی کوئی بوٹی) اکھاڑ کر میرے حوالے کرو۔ شفیع محمد نے فوراً اسے پکڑ کر جڑوں سمیت کھینچ لیا اور حضرتِ والاؒ کی خدمت میں پیش کی۔ پھر آپ نے فرمایا اچھا اب اس کنڈی کے درخت کو بھی اسی طرح زمین سے نکال لو۔ اس نے شاخوں کو پکڑ کر ہر چند کھینچا مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ عرض کرنے لگا قبلہ! یہ (درخت) کانٹے دار ہے مشکل سے نکلے گا۔ آپ نے فرمایا کہ فقراء میں سے جو شخص اجازت طلب کرتا ہے اس سے مجھے ایسے تکلیف محسوس ہوتی ہے جیسے تمہیں گنڈی کے درخت کو کھینچتے وقت ہوئی مگر میری یہ حالت قدیم درویشوں کی اجازت کے وقت ہوتی ہے البتہ جو لوگ نئے نئے آتے ہیں اور واپس چلے جاتے ہیں ان کے جانے سے اتنی معمولی تکلیف ہوتی ہے جتنی تجھے بوٹی نکالتے وقت ہوئی۔

ریوڑ کی حفاظت مالک کے ذمے ہوتی ہے:

خان محمد فقیر کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ بھرچونڈی شریف کی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ طالبانِ معرفت اور سالکانِ معرفت پروانوں کی طرح جمع تھے۔ توحید و معرفت کی روح پرور باتیں ہو رہی تھیں کہ اتنے میں حضرت صاحب الروضہ (قبلہ عالم سید محمد راشدؒ) کے عاشقوں اور حُرّوں میں سے ایک شخص حاضر ہوا' حضرتِ والاؒ نے اس کی مناسبت سے حضرت صاحب الروضہؒ کی تعریف و منقبت شروع کر دی۔ آپؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت صاحب الروضہ سفر کے دوران جیسلمیر کے علاقے میں ایک جگہ قیام پذیر ہوئے اس علاقے کے لوگوں کو حضرت صاحب الروضہ سے ایسی عقیدت و محبت تھی جو بیانُ میں نہیں آ سکتی ان لوگوں میں سے ایک جماعت پیر سائیںؒ کے لیے رات کی خدمت اور حاضری پر مقرر ہوئی۔ یہ لوگ حضرت مرشدؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے کہ ایک سر برآوردہ شخص نے عرض کیا حضور جماعت کے درویشوں نے آپؒ کو اونٹوں کے بوروں کی طرح طعام سے بھر لیا ہے اور وہ اس طرح پڑے ہیں جیسے مردہ ہوں ان میں سے کوئی شخص بھی رات کے وقت نگہبانی کے فرائض انجام نہیں دے رہا۔ حضرت صاحب الروضہ نے فرمایا میرے بھائی اونٹوں اور بوریوں کی حفاظت جت (اونٹوں کے مالک) پر ہوا کرتی ہے اونٹ اور بورے اپنی نگہبانی آپ نہیں کیا کرتے۔ ان کا جت (مالک) تمہارے پاس (بیدار) موجود ہے۔

فقیر خان محمد مؤذن کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ایک رئیس آدمی فقیر عبدالرحیم سے پوچھنے لگا کہ تم سارے لوگ (جماعت کے فقراء) اپنے شیخ کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار اور ان کے حکم کے منتظر رہتے ہو تم میں سے ہر ایک کی کتنی ماہانہ تنخواہ یا عطیہ

مقرر ہے۔ فقیر عبدالرحیم نے (ازراہ تفنن) جواب دیا کہ جو لوگ سوار ہیں ان کے عطیات روزانہ ان میں ہر شخص کے سر پر دس جوتے اور جو پیدل ہیں ان کے لیے پانچ پانچ جوتے مقرر ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے۔ وہ امیر آدمی کہنے لگا مذاق کرتے ہو یا سچ کہتے ہو۔ فقیر عبدالرحیم نے کہا میں سچ عرض کرتا ہوں۔

مرید بمنزلہ اولاد ہیں:

فقیر خان محمد کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ایک عربی شخص حضرتِ والاؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے آپؒ سے پوچھا حضرت آپؒ کے صاحبزادے کتنے ہیں؟ آپؒ نے (جماعت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا یہ سارے میرے بیٹے ہیں۔ اس شخص نے پوچھا حضرت! یہ مختلف ماؤں کے بطن سے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا ہاں۔ فقراء اس وقت اپنے اپنے اوراد و اشغال میں مصروف تھے۔ اس شخص نے پھر عرض کیا! ہماری اولاد اپنے والدین کا کسب اختیار نہیں کرتی مگر یہ سارے اپنے کام میں مستعد ہیں۔ آپؒ نے فرمایا بعض فرزند صالح ہوتے ہیں اور بعض بدبخت۔ میرے یہ فرزند سب کے سب صالح ہیں۔

فقراء کا باہمی ربط کے ساتھ ہونا چاہیے:

فقیر خان محمد کا بیان ہے کہ حضرتِ والاؒ نے یہ نقل بیان فرمائی کہ ایک دفعہ حضرت جیلانی سائیںؒ فقراء کی جماعت کے ساتھ ساون کے مہینے میں جب کہ دریا کا پانی زوروں پر ہوتا ہے، کشتی میں سوار ہو کر دریا کے پار تر کھانوں کی دعوت پر تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں پانی کے درمیان ایک جگہ آپؒ نے ملاحوں کو کشتی روکنے کا حکم دیا۔ کشتی اسی وقت روک دی گئی۔ اتفاق سے اس جگہ واقع ایک درخت پر بڑی بڑی چیونٹیاں پانی میں غرق ہونے کے خوف سے آپس میں ایک

دوسرے سے چمٹی ہوئی تھیں اور یہ منظر بھڑوں کے جھتے کا سماں پیش کر رہا تھا۔ حضرت جیلانیؒ نے دریافت فرمایا اے درویشوں کی جماعت! یہ چیونٹیاں کم از کم دو تین مہینوں سے اسی حالت میں ہیں تمہارا کیا خیال ہے یہ کیا چیز کھا کر زندہ ہیں حالانکہ ان کے اردگرد تو سارا پانی ہے۔ درویشوں میں سے کسی نے جواب نہ دیا۔

آپؒ نے ارشاد فرمایا میرے عزیزو! ان کی خوراک اور غذا باہمی محبت اور آپس کی صحبت ہے اسی وجہ سے تو ایک دوسرے سے چمٹی ہوئی ہیں انہیں خوراک وغذا کا احساس تک نہیں ہے۔ پس طالبانِ راہ کو چاہیے کہ وہ ان سے نصیحت حاصل کریں اور اطاعتِ الٰہی پر ہر وقت کمر بستہ رہیں۔ نیز اس راہ میں اپنے اندر ایسی محبت اور یک جہتی اختیار کریں کہ ان کے سر میں کسی دوسرے خیال کا گزر تک نہ ہو۔

آپؒ کی قرات آپ کی پہچان:

فقیر خان محمد کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ ایک کفش دوز کی دعوت پر لغاری واہ کے کنارے اترے وہاں سے میاں گوٹھ قریب تھا۔ چنانچہ حضرتِ والاؒ بزرگوں کے مزارات کی زیارت اور ایصالِ ثواب کی خاطر خانقاہ پر تشریف لائے۔ مغرب کی نماز کا وقت تھا آپؒ نے امامت فرمائی۔ آپؒ نے قرآن مجید کی قرآت پڑھی تو میاں صاحب کے مدرسے کے ایک شاگرد نے جو پہلے بھی حضرت والاؒ کو جانتا تھا قرات سے آپ کو اچھی طرح پہچان لیا اور دوڑ کر اس نے خانقاہ کے بزرگوں کو اطلاع دی کہ حضرت قبلہ بھرچونڈی شریف والے بزرگ خانقاہ میں تشریف لائے ہیں۔ بزرگوں نے یہ سنتے ہی مع جماعت فوراً حضرتِ والاؒ کی خدمت میں حاضری دی اور دعوت پیش کی۔ اتفاق سے رات بھی ہوگئی تھی۔ آپؒ نے پیچھے رہ جانے والی جماعت کو بھی بلوالیا۔ چنانچہ ان صاحبزادگان نے دو دن تک حضرتِ والاؒ کو اپنے

پاس ٹھہرالیا۔

خاکپائے درویشاں:

فقیر خان محمد مؤذن کا بیان ہے کہ حضرتِ والاؒ امام بخش خان مزاری کی دعوت پر ان کے ہاں تشریف لائے تو اس موقع پر ایک ضعیف العمر اور عاجز خاتون نے بھی دعوت کے لیے عرض کیا یہ مائی حضرتِ والاؒ سے بیعت تھی۔ حضرت والاؒ نے جماعت کو اس مائی کی دعوت پر روانہ کیا اور خود اپنی عادتِ کریمہ کے مطابق فقراء کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ فقراء کی جماعت بڑی سڑک پر پہنچی تو فقراء کے قدموں کی گرداڑی جماعت میں سے ایک خلیفہ نے جماعت کو اشارہ کیا اور کہا جماعت! کنارہ اختیار کر کے چلو کہ حضرت والاؒ پر گرد پڑ رہی ہے۔ اس وقت حضرتِ والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ چلو چلو اللہ والوں کے قدموں کی دھول رحمت ہے یہ مٹی میری پسندیدہ خاطر ہے اور میں اس سے بے حد خوش ہوں۔

مرشد کے گاؤں کا ادب:

فقیر خان محمد کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت والاؒ کے حکم سے میں جماعت کے ساتھ گندم کی کٹائی پر گیا ہوا تھا۔ سوءِ اتفاق کہ اس فقیر اور اسماعیل خان افغان کا آپس میں جھگڑا ہو گیا اور معاملہ یہاں تک بڑھا کہ میری کافی مار پٹائی ہوئی۔ یار محمد خان افغان نے خدا ترسی کرتے ہوئے میری طرف سے اس کے ساتھ پنجہ آزمائی شروع کر دی۔ دونوں طرف آدمی تنومند اور مضبوط تھے۔ جم کر لڑنے لگے۔ معاملہ اس قدر زیادہ ہو گیا کہ حضرتِ والاؒ کے کانوں تک شور و غوغا پہنچا۔ آپؒ تشریف لائے اور شرع شریف کے مطابق اصل واقعے کو دیکھا جانچا۔ مزید تحقیق فرمائی اور حکم فرمایا کہ یار محمد خان اور تم دونوں خانقاہ سے نکل جاؤ۔ چنانچہ آپؒ کے حکم کے مطابق ہمیں

خانقاہ سے نکال دیا گیا مگر کچھ دنوں بعد آپؒ نے یار محمد کو واپس بلوا لیا تھوڑی دیر بعد میں بھی راستہ سے واپس آ گیا اس لیے کہ فقراء کو تو صرف ہمیں نکال دینے کا حکم تھا۔ یہ حکم نہیں تھا کہ اگر ہم لوگ واپس آ جائیں تو بھی ہمیں نہ آنے دیا جائے اس کے بعد تین دفعہ حضرتِ والاؒ نے مجھے نکلوایا جونہی آپؒ کی نگاہ پڑتی مجھے نکلوا دیتے میں پھر واپس آ جاتا' اتفاقاً حضرتِ والاؒ اپنے شیخ کے مزار کی زیارت کی خاطر سوئی شریف تشریف لائے وہاں ایک سید صاحب مجاور تھے میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرتِ والاؒ مجھ سے ناراض ہیں میں کیا کروں؟ اس نے کہا آپؒ واقعی ناراض ہیں مگر ان لوگوں کی ظاہری ناراضگی سے زیادہ فکرمند نہیں ہونا چاہیے میں نے مجبور ہو کر ایک دوسرے درویش کو اپنی درد بھری کہانی سنائی اس درویش نے جرأت کر کے حضرت والاؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور! خان محمد پر اپنی رنج معاف فرمائیں۔ حضرتِ والاؒ نے اسی وقت کلمہ توحید پڑھا اور فرمایا خان محمد آج کے بعد میرا بھائی ہے اور عزیز ہے۔ میں سوئی شریف کے تو ہندوؤں کو بھی ناراض نہیں کر سکتا۔

قرآن مجید پر اُجرت:

فقیر حاجی خان محمد کا بیان ہے کہ حضرتِ والاؒ کا طریقہ مرضیہ تھا کہ جماعت کے ہر درویش کو قرآنِ مجید حفظ کراتے۔ یہ حفظ خالصتاً فی سبیل اللہ اور تجوید کے قواعد کے مطابق ہوتا اور طالبوں اور حفاظ کو نصیحت فرماتے کہ اگر تمہارے دل میں قرآن مجید سنانے کا خیال آئے تو محض لوجہ اللہ سنانا۔ خبردار! قرآن مجید کو دنیوی روپے پیسے کے لالچ کا ذریعہ نہ بنانا۔ یہاں تک کہ اس کے بدلے کسی سے پانی کا پیالہ بھی نہ پینا تاکہ اس طرح تمہاری قرأتِ قرآن کا ثواب ضائع نہ ہو اس پر آپؒ نے ایک نقل بیان فرمائی۔

قیامت کا خزانہ:

کہ گزشتہ زمانہ میں ایک بادشاہ نے اپنی سلطنت میں منادی کرائی کہ جس جس شخص نے قرآن مجید کی نعمت اپنے سینے میں محفوظ کر رکھی ہے وہ میرے حضور پیش ہو کر ایک ایک رکوع سنائے اور اس کے بدلے دیگر شاہی انعام و اکرام کے علاوہ شاہی خلعت حاصل کرے۔ شاہی حکم ہوتے ہی تمام لوگ اس کی تعمیل میں لگ گئے رعایا میں سے تمام حفاظ باری باری آتے گئے اور رکوع سنا کر انعام و اکرام اور خلعتیں حاصل کرتے گئے مگر ایک معروف متقی حافظ نہ آیا اس کے لیے فرمان شاہی جاری ہوا کہ حاضر ہو کر جلدی رکوع سنائے۔ حافظ نے جواب میں کہلوایا کہ اگر بادشاہ لوجہ اللہ قرآن مجید سنے تو میں حاضر ہوں ورنہ دنیو لالچ اور طمع کی خاطر میں سنانے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ معاملہ بڑھا۔ مگر آخر کار حافظ موصوف اپنی ضد پر قائم رہا بادشاہ نے حکم دیا کہ چونکہ اس نے شاہی حکم کی خلاف ورزی کی ہے لہٰذا اسے مار پیٹ کر یہاں سے نکال دیا جائے۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ رات ہوئی تو بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ حشر کے میدان میں تمام حافظ صاحبان اپنی قرأت کی اجرت اپنی اپنی مٹھی میں لیے ہوئے ہیں البتہ وہ متقی حافظ جو متوکل علی اللہ تھا اپنے ساتھ ایک وسیع خزانہ لیے بیٹھا ہے۔ اس سے پوچھا گیا کہ یہ خزانہ کیسا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ میرے بلا کسی طمع کے قرآن مجید پڑھنے کا ثمرہ اور نتیجہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔

مثنوی مولوی معنوی:

فقیر خان محمد حضرتِ والاؒ کی زبانی بیان کرتا ہے کہ حضرت پیر سائیں صاحب الروضہ (قبلہ عالم سید محمد راشدؒ) مثنوی شریف کا وعظ فرما رہے تھے جماعت میں ایسا جوش و خروش پیدا ہوا کہ سینکڑوں درویش وجد میں آ گئے۔ توحید کے شراب

طہور کی مستی کا یہ عالم تھا کہ کسی کو اپنے تن من کی خبر نہ تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان بلکہ چودہ طبق ان درویشوں کی اقتداء میں مست اور سرگرداں ہیں اور دریائے وحدت ان پر اپنی خصوصی گہر باری کر رہا ہے اس دوران ایک ظاہر بین مولوی بھی موجود تھا جو سب سے الگ ایک کنارے میں تنہا بیٹھا تھا اس نے اپنی خام خیالی میں سمجھا کہ حضرت صاحب الروضہؒ مثنوی کی عبارت پڑھنے کی عبارت پڑھنے میں غلطی کر رہے ہیں وہ فوراً بول اٹھا اور بے ادبی و گستاخی ایک کے دو جملے کہہ گیا۔ حضرت صاحب الروضہ نے اس کی بات پر کوئی توجہ نہ دی اور حسبِ سابق وعظ میں مشغول رہے وعظ ختم ہوا اور درویشوں کی جذب و مستی کی کیفیت تھمی تو آپؒ نے درویشوں کے احوال کے منکر اس مولوی کو طلب فرمایا وہ آیا تو آپؒ نے اسے نزدیک بٹھایا اور پوچھا کہ مولوی صاحب تم نے مثنوی پڑھی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں بہت اچھے طریقے سے۔ آپؒ نے فرمایا جب تم اپنے استاد سے مثنوی پڑھا کرتے تھے تو تمہارے استاد کو گریہ ہوتا تھا کہ نہیں؟ اس نے کہا نہیں۔ آپؒ نے فرمایا پڑھتے وقت تمہارے آنسو بہتے تھے کہ نہیں؟ اس نے کہا نہیں۔ آپؒ نے فرمایا میرے بھائی! پھر وہ مثنوی اور ہے جو تم نے پڑھی اور یہ مثنوی دوسری ہے جو ہم پڑھ رہے ہیں۔

فقر کی خودداری:

ایک دفعہ حضرتِ والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ ایک درویش حرمِ کعبہ شریف زادہ اللہ شرفاً و تعظیماً میں بیٹھا تھا کہ ایک رئیس یعنی کوئی پاشا یا شریف، انتہائی تکبر، غرور اور بے ادبی کے انداز میں بیت اللہ کا طواف کرنے لگا۔ درویش نے اسے فرمایا بھائی! بیت اللہ کا طواف آنحضور ﷺ کی سنت ماثورہ اور فقراء کے طریقے کے مطابق انتہائی عاجزی اور مسکینی کی صورت میں کرنا چاہیے۔ ایسے نہیں جیسے تم کر رہے

ہو۔ رئیس نے سمجھا شاید اس درویش نے مجھے پہچانا نہیں ہے۔ چنانچہ وہ کہنے لگا فقیر صاحب! مجھے پہچانتے نہیں ہو۔ درویش نے جواب دیا میں تمہیں جانتا ہوں۔ اس نے دوسری بار پوچھا مجھے پہچانا ہے؟ درویش نے کہا ہاں ہاں میں نے تجھے اچھی طرح پہچان لیا ہے تیرے پیٹ میں گند بھرا ہوا ہے اور تیری قبر میں کیڑے مکوڑے تجھے کھانے کے لیے تیرے منتظر ہیں۔

آپؒ نے فرمایا اے طالبانِ راہ! غور کرو اور عبرت حاصل کرو کہ اگلے زمانے کے درویش کس قدر بے خوف اور دولت مند کیسے متحمل اور بردبار تھے؟

حیدر آبادی سید کی حاضری:

ایک دفعہ حیدر آباد کے سادات میں سے ایک شخص حضرتِ والاؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا حضور! میری لڑکی جس کا نام فلاں ہے اور میرے پاس رہتی ہے میں اس کے نکاح کی نسبت آپ سے کرتا ہوں آپ قبول فرمائیں کہ یہ لڑکی میں نے آپ کو بخشی ہے۔ آپ نے قبول فرمائی۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ خان محمد! ذرا میری چادر لانا میں نے فوراً چادر حاضرِ خدمت کی۔ آپؒ نے لے کر سید صاحب مذکور کے حوالے کی اور فرمایا اسے اپنے کاندھے پر ڈالو۔ بعد میں روانگی کے وقت سید صاحب کو ململ کی ایک چادر عنایت فرمائی۔ یہ چادر باریک کپڑے کی تھی۔ گویا پردہ دار خواتین کے لیے برقع اوڑھنی کا کام دیتی تھی۔ یہ چادر باندھ کر سید صاحب کو دی گئی تا کہ وہ اسے اس سے مستورہ کے سر پر ڈالیں۔ جب سید صاحب روانہ ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ اس سے پہلے میرے نکاح کی نسبت میں ۴۹ عورتیں تھیں اب پچاس[۳۹] پوری ہو گئیں۔ سبحان اللہ! کس قدر کریم عادات کے مالک تھے کہ ہر شخص کو راضی فرما دیتے تھے۔

انسان ظاہری اور انسان معنوی:

فقیر ولی محمد نعت خواں کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ کی خدمت میں دو شخص بہ طور سائل حاضر ہوئے۔ ایک نے عرض کی حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس فقیر کو کسی انسان کا محتاج نہ کرے یعنی کبھی کسی انسان کا محتاج نہ ہوں۔ آپؒ نے فرمایا بھائی تو ہرگز کسی کا محتاج نہ ہوگا۔ دوسرے شخص نے عرض کیا قبلہ دعا فرمائیں کہ میں ہمیشہ محتاج رہوں آپ نے فرمایا تو محتاج رہے گا۔ جب یہ دونوں سائل چلے گئے تو حاضرین نے عرض کیا حضرت! دونوں سائلوں کا مقصد انسان کے بارے میں تھا۔ آپ نے ایک کے لیے محتاج ہونے اور دوسرے کے لیے محتاج نہ ہونے کی دعا فرمائی اس میں حکمت کیا ہے؟ آپؒ نے فرمایا برادرانِ طریقت پہلے سائل کی مراد ظاہری اور موجود انسان سے متعلق تھی یعنی دعا فرمائیں کہ دنیاوی گزر گزران میں۔ میں اس (ظاہری انسان) کا محتاج نہ ہوں اور دوسرے سائل کی مراد انسان معنوی اور عارفِ کامل سے تھی یعنی دعا فرمائیں کہ میں امورِ اخروی اور مراتبِ سلطانیؒ کے حصول میں ہمیشہ اس (انسانِ معنوی) کا محتاج رہوں۔ اس لیے کہ عارف کامل کے بغیر اس راہ (حقیقت) میں کوئی وسیلہ نہیں ہے۔ چنانچہ اس شخص کے لیے اس کے ارادے سے اور نسبت کے مطابق دعا کر کے میں نے اسے مطمئن کیا۔

بسی مولویاں کے علماء کی بحث:

حاجی خان محمد فقیر کا بیان ہے کہ جب پہلی بار بستی مولویاں (چوہان) پر بھر چونڈی شریف کے اُفق سے آفتابِ ہدایت طلوع ہوا تو اس وقت وہاں مولوی جان محمد اور مولوی سید محمد ؛ ایسے صاحبِ علم و فضل بزرگ موجود تھے ان حضرات نے

مولوی صاحب میاں نور محمد کے ہمراہ حاضر ہو کر دعوت پیش کی۔ مولوی صاحب میاں نور محمد اس سے پہلے حضرتِ والاؒ کی بیعت اور توجہ کا شرف حاصل کر چکے تھے۔ آپؒ جب یہاں پہنچے تو پہلے پہل رواج کے مطابق آپ ان حضرات کے مہمان خانے میں اترے اس وقت تک یہ مولوی صاحبان فقراء کے طور طریقوں سے کسی قدر بے خبر اور متوحش تھے۔ آپؒ کی آمد پر حاضر ہوئے اور محفل مبارک میں بیٹھ گئے۔ اتفاق سے اس وقت نماز جمعہ کی بات چل پڑی کہ نماز جمعہ (بستیوں میں) جائز ہے یا نہ۔ مولوی صاحبان مذکور کے نزدیک جمعہ کے وجود کی شرائط یہاں نہیں پائی جاتی تھیں اس لیے یہ حضرات جمعہ کی نماز کے بجائے نماز ظہر پڑھا کرتے تھے۔ جب ان مولوی صاحبان نے دیکھا کہ حضرتِ والاؒ نمازِ جمعہ کے جواز کے کے حق میں ہیں تو ان حضرات نے علماء کی عام روش کے مطابق **لِمَ وَلاَ نسلم** (کیوں اور کس لیے) کے انداز میں حضرتِ والاؒ سے گفتگو شروع کر دی اور اس بارے میں انہوں نے مختلف تاویلات' کتابوں اور فقہا کے اختلافات کے حوالوں سے غلغلہ برپا کر دیا اور بڑی کوشش سے اپنا مؤقف ثابت کرتے رہے۔ جب ان حضرات کی بے فائدہ گفتگو ختم ہوئی تو حضرتِ والاؒ نے نماز جمعہ کی فرضیت میں کہ نماز جمعہ مطلقاً فرض ہے اگر چہ اس کے شرائط پائے جائیں یا نہ۔ اپنی گفتگو شروع فرمائی۔ آپؒ کے پرتاثیر انداز بیان' واضح اور شافی دلائل اور براہِ راست قران وسنت کو معیار و مدار اقرار دینے سے تھوڑی ہی دیر میں یہ تمام حضرات مطمئن ہو کر حضرتِ والاؒ کے مؤقف کو درست تسلیم کرنے لگے اپنی تقریروں اور بحث و مباحثے پر پشیمان ہو کر تائب ہوئے اور حضرتِ والا کی اقتداء میں سب نے نماز جمعہ ادا کی اور کچھ دیر بعد حضرت والاؒ کو اپنی حویلی میں لے گئے جہاں ان کی تمام مستورات نے شرفِ بیعت حاصل کیا اور اس طرح یہ حضرات

طالبانِ مولیٰ اور ذاکرانِ حق کے پاک گروہ میں شامل ہو گئے۔

سبحان اللہ! اس واقعے سے بخوبی یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ اہل ظاہر کے عزائم وارادے جو بھی ہوں اولیاء اللہ اور عارفوں کا فیضان کرم اپنی شان کے مطابق اثر دکھاتا ہے۔

انوکھے شکاری:

حاجی خان محمد فقیر کا بیان ہے کہ جس زمانے میں حضرتِ والاؒ بیمار ہوئے ہندوستان کے ایک حکیم نے علاج کے طور پر آپ کے لیے جنگلی (حلال) جانوروں اور پرندوں کا گوشت تجویز کیا۔ یعنی ہرن، خرگوش، تلور، تیتر اور صحرائی مرغ وغیرہ میں سے جو بھی درویشوں کے ہاتھ لگیں وہ تیار کر کے حضرتِ والاؒ کو کھلائیں۔ فقیر عبدالرحیم جو ہر وقت کا حاضر باش اور خدمت گزار تھا، نے یہ بات سنی تو بہت خوش ہوا اور فوراً بندوق لے کر شکار کے ارادے سے چل پڑا۔ اتفاق سے اس نے ایک خرگوش شکار کیا ایک ہاتھ میں خرگوش، کاندھے پر بندوق اٹھائے خوش خوش واپس آرہا تھا کہ ایک کوچے میں حضرت والاؒ کا سامنا ہو گیا۔ آپؒ نے فقیر عبدالرحیم کو اس حالت میں دیکھا تو تنبیہ اور ڈانٹ کے انداز میں فرمانے لگے عبدالرحیم! اگر اس بے فائدہ شکار کی بجائے تم نے اللہ جل شانہٗ کی وحدانیت کا شکار (معرفت) کیا ہوتا تو کتنی اچھی بات تھی یا اس شکار کے ذریعے اس شکار کا طریقہ سیکھ لیتے اور وہ یہ کہ شکاری شکار کے وقت اپنی نگاہ کو ایسا مرتکز کرتا ہے اور اپنے شکار مثلاً ہرن وغیرہ پر ایسی توجہ مبذول کرتا ہے کہ گویا وہ خود شکار ہے۔ اسی طرح طالبِ حق کو بھی سمجھنا چاہیے کہ وہ مستعد ہو کر آئینہ قلب میں اپنی نظر جمائے اور بندوق کی نالی پر نشان سیدھا کرنے والی مکھی کی طرح اسے اپنی نظر گاہ قرار دے کر محبوبِ حقیقی کی طرف توجہ کرے اور یہ

توجہ ایسی ہو کہ طالب اپنی ذاتِ حقیقی میں گم کردے تاکہ اس ذریعے سے گوہر مقصود ہاتھ آئے اور یہ گوہر مقصود دیدارِ الٰہی ہے۔

خوب صورت پرندے:

فقیر خان محمد کا بیان ہے کہ ایک دفعہ اتفاق سے کسی آسمانی حادثے سے ہنج کی قسم کے پرندے ''کوری والے'' تالاب میں آ گرے۔ فقراء کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضرتِ والاؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا حضور! تالاب میں دو خوب صورت پرندے دیکھے گئے ہیں آپؒ نے حکم فرمایا ذرا تحقیق تو کر لو کہ کون سے پرندے ہیں؟ کسی نے عرض کیا قبلہ یہ ہنج ہیں۔ عبرت پذیری اور عجائباتِ قدرت کے نظارے کی خاطر آپؒ نے بذاتِ خود تالاب پر قدم رنجہ فرمایا۔ اتفاق کی بات کہ آپ کے پہنچنے سے پہلے فقیر عبدالرحیم نے دونوں پرندوں کو پکڑ لیا۔ جونہی آپؒ وہاں پہنچے اسؒ نے دونوں پرندے سامنے حاضر کیے۔ آپؒ نے ان دونوں خوب صورت پرندوں کو دیکھا اور اور فقیر عبدالرحیم سے فرمانے لگے کہ عبدالرحیم! تم کرو گے تو وہی جو تمہارے دل میں آئے گا لیکن میں تمہیں کہتا ہوں کہ ان پروندوں کو چھوڑ دو۔ یہ مسافر پرندے ہیں جو قضائے الٰہی سے یہاں آ گرے ہیں۔ فقیر عبدالرحیم نے عرض کیا حضور! ان پروندوں کو شہباز کا ہاتھ لگا ہے ان کے بال و پر ٹوٹ گئے ہیں۔ اگر میں نے اس حالت میں انہیں چھوڑا تو وہ ہلاک ہو جائیں گے، بچے انہیں پکڑ لے جائیں گے اور یا پھر یہ گیدڑوں کا شکار ہوں گے۔

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تُو ہی تُو ہے:

ایک دفعہ آپؒ نے امام بخش خان مزاری کو دعوت کو شرفِ قبول بخشا وہاں ایک ایسا بنگلہ تھا جس کی دیواریں شیشہ و بلّور سے آراستہ کی گئی تھیں اور یہ اس قدر

صاف وشفاف تھیں کہ اگر کوئی شخص اس مکان میں داخل ہوتو تو ہر طرف اس کی صورت نظر آنے لگی گویا کہ ایک صورت کی سینکڑوں صورتیں بن جاتیں۔ امام بخش خان مزاری نے حضرتِ والاؒ کے ٹھہرانے کا انتظام اسی محل میں کیا۔ جب آپؒ اس محل میں داخل ہوئے اور شیخ کی ایک صورت کے بدلے سینکڑوں صورتیں نظر آنے لگیں، جماعت نے صورتِ مرشد کی یہ کیفیت دیکھی تو طالبانِ دیدار اور عاشقانِ زار پھڑک اٹھے اور فقراء میں وہ جوش وخروش اور ہاؤ وہو پیدا ہوئی کہ اس کا سماں الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتا۔ تھوڑی دیر بعد فقراءِ عالم صحو میں واپس آئے اور منکرین تصورِ شیخ کے بارے میں گفتگو چل پڑی کہ صورتِ شیخ کی تاثیر کیا ہی عجیب ہوتی ہے کہ ہر طالبِ راہ کے دل میں فوراً سرایت کر جاتی ہے اور یہ معاملہ ایسا ہے کہ جو ظاہری عقل کی گرفت سے بلند ہے۔ اتنے میں فقراء کے مقامات واحوال کے منکر ایک مُلاّ نے اپنے نفسانی تعصب اور ملایانہ بحث ومباحثے کی عادت کے مطابق امتحان کی خاطر حضرتِ والاؒ سے اس شعر کے معنی پوچھے ؎

هفتصد و هفتاد دیده قالب دیده ام ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

اس کی تشریح کرتے ہوئے آپؒ نے یہ نقل بیان فرمائی کہ گزشتہ زمانے میں کسی بادشاہ کے دور میں ایک برہمن پنڈت فقیری کا دعویٰ دار تھا وہ اپنی صورت سے دس مختلف آدمیوں کی صورتیں پیدا کر لیتا تھا۔ بادشاہِ وقت کو یہ خبر پہنچی کہ اس طرح پنڈت اپنے آپ کو دس مختلف صورتوں میں ظاہر کرتا ہے تو بادشاہ کے دل میں پنڈت کی عقیدت پیدا ہوگئی۔ یہ بات پھیلی تو صاحبِ دل اور عارفِ کامل حضرات بادشاہ کی اس لغزش سے پریشان اور آزردہ ہوگئے۔ کچھ دنوں بعد ایک بزرگ بادشاہ کے پاس آئے اور اسے وعظ ونصیحت کے انداز میں فرمایا کہ آج رات تمام شہر والوں

کے لیے شاہی حکم جاری کیا جائے کہ رات کے کھانے میں ہر شخص اپنا منہ ڈھانپ کر الگ کھانا کھائے اور صبح کے وقت دربارِ بادشاہی میں آ کر بتائے کہ رات اس کے ساتھ کیا واقعہ گزرا ہے۔ بادشاہ نے فوراً حکم جاری کر دیا۔ صبح ہوئی تو سارے شہر کے لوگ کشاں کشاں آنے لگے جو آتا اس کی زبان پر یہی بات ہوتی کہ یہ درویش جس نے حکم جاری کرایا تھا رات میرے ساتھ کھانے میں شریک تھا۔ جب ہر جگہ سے تمام لوگوں نے ایک ہی بات دہرائی تو بادشاہ متعجب ہوا اور اس کا متزلزل اعتقاد صحیح ہو گیا۔ اس بیان کے بعد ہر خواندہ و ناخواندہ شخص کے ذہن میں سوال شدہ شعر کی تشریح اچھی طرح واضح ہو گئی۔

ایک طالبِ طریقت پر شفقت:

مولوی امین اللہ صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ محمد پور کے قصبے میں دعوت کے سلسلے میں تشریف فرما تھے کہ حسنِ اتفاق سے وہاں ایک مشہور و معروف بزرگ کا ایک مرید (طالب) بھی آ گیا اس نے حضرتِ والاؒ کی قدم بوسی حاصل کی تو آپؒ نے پوچھا میرے بھائی! اپنے شیخ سے تم نے کوئی نفع بھی اٹھایا ہے یا نہیں؟ اس نے عرض کیا الحمدللہ! مجھے بہت نفع پہنچا ہے۔ آپؒ نے فرمایا تمہیں اجازت بھی عطا ہوئی ہے یا نہ؟ اس نے عرض کیا حضور! مجھے اجازت (خلافت) نہیں ملی۔ صرف (ذکر) نفی و اثبات میں پختگی نصیب ہوئی ہے۔ حضرتِ والاؒ نے تسبیح ہاتھ میں لے کر اسے ”حبسِ دم“ کا حکم دیا۔ چنانچہ اس نے حبسِ دم شروع کیا اور آپؒ نے تسبیح کے دانے پھرانے شروع کیے۔ ایک ہزار سے کچھ اوپر شمار پہنچ گیا مگر فقیر ابھی تک ٹھیک ٹھاک تھا۔ حضرتِ والاؒ نے تسبیح رکھ دی اور اس پر لطف و عنایات کرتے ہوئے اسے اجازت بخشی۔

دستِ پیراز غائباں کوتاہ نیست :

مولوی شمس الدین صاحب احمد پوری کا بیان ہے کہ ایک دفعہ خلوت کے وقت میں اکیلا حضرتِ والاؒ کی خدمت میں موجود تھا میں نے پوچھا حضور! شیخ اپنے طالب (مرید) کے حالات سے کتنے عرصے میں آگاہی حاصل کر لیتا ہے؟ آپؒ نے فرمایا ایک آن اور لحظے میں۔ آنکھ جھپکنے کی دیر میں شیخ مشرق سے مغرب تک ہر مرید کے حالات جان لیتا ہے اور اس کی امداد و اعانت کرتا ہے۔

وجہ عزت و افتخار کیا چیز ہے؟

مولوی شمس الدین صاحب احمد پوری کا بیان ہے کہ جب میری شادی کا مکمل سامان مہیا ہو گیا اور پوری طرح تیاری ہو گئی تو میں نے حضرتِ والاؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا حضور! کرم بخشی فرما کر جماعت سمیت اس فقیر کی شادی خانہ آبادی میں شرکت فرمائیں اور نکاح بھی خود پڑھائیں تو عین عنایت' احسان اور شفقت ہو گی۔ آپؒ نے ارشاد فرمایا مولوی! میں چاہتا ہوں کہ تمہاری پیشانی بلند اور تمہارا ماتھا اونچا ہو (یعنی روحانی مدارج بلند ہوں) اور تم چاہتے ہو کہ میری ناک اونچی ہو اور مجھے لوگوں میں سرخروئی حاصل ہو۔

شیخ مرید کے حالات سے آگاہ ہوتا ہے :

ایک دفعہ حضرتِ والا سفر پر تھے یار محمد فقیر آپؒ کی تلاش و جستجو میں پھر رہا تھا کہ رات کا وقت ہو گیا۔ یار محمد کو ویرانے میں ایک مکان نظر آیا۔ اس نے سوچا رات یہیں بسر کر لی جائے۔ یہ وہاں جا کر بیٹھ گیا اتفاق سے یہ ایک ایسی عورت کا مکان تھا جو تن تنہا تھی نہ اس کا شوہر تھا اور نہ کوئی بھائی وغیرہ۔ عورت نے پکار کر یار محمد سے کہا فقیر صاحب یہاں سے چلیے اور فوراً آگے بڑھیے ورنہ تمہارے لیے اچھا نہ ہوگا۔

خدا جانے تم چور ہو یا درویش! درویش نے یہ بات سن کر صبر اختیار کیا اور خاموش رہا۔ اتنے میں دوسری بار عورت نے انتہائی کرخت لہجے میں اسے پکارا کہ او بھیڑ کی طرح (بھیڑ کے بال اتار لیے جاتے ہیں) داڑھی منڈے ہوئے روانہ ہوتے ہو کہ میں آؤں؟ فقیر بے چارہ خوف زدہ ہو گیا اور کہنے لگا میں جا رہا ہوں مگر یہ تو بتاؤ کہ بھر چونڈی شریف والے بزرگ اس علاقے میں تشریف لائے ہوئے ہیں تمہیں کچھ پتہ ہے کہ وہ کہاں ہیں؟ یہ سنتے ہی وہ مائی فوراً فقیر کی طرف دوڑی اور پوچھنے لگی ایک دفعہ پھر بتاؤ تم کسے تلاش کر رہے ہو؟ فقیر نے پورا حال سنایا کہ میں حضرتِ والاؒ کا غلام ہوں اور ان کی تلاش میں حیران و سرگرداں پھر رہا ہوں۔ یہ سن کر مائی کی عقل ٹھکانے آئی اور کہنے لگی میرے بھائی! میں بھی اسی دروازے کی ادنیٰ غلام ہوں، اب میری دعوت قبول کرو۔ چنانچہ رات کے وقت اس نے فقیر کو عمدہ خوراک کھلائی اور اس کی اچھی طرح تواضع کی۔

فقیر یار محمد جب حضرتِ والاؒ کی خدمت میں پہنچا اور قدم بوس ہوا تو آپؒ نے از خود فقیر سے سارا حال پوچھا فقیر نے باقی سارا واقعہ عرض کیا مگر مائی نے بے خبری میں اسے جو برا بھلا کہا تھا وہ چھپا گیا۔ حضرتِ والاؒ نے فرمایا:

''یار محمد! تم نے پورا حال نہیں بتایا''۔

اس نے عرض کیا قبلہ میں نے تو مکمل حال پیش کیا ہے۔ آپؒ نے فرمایا مائی نے تمہیں جو بُرا بھلا کہا وہ تو تم نے نہیں بتایا اسے چھپا گئے ہو۔ اس کے بعد جب میں نے ذرا ذرا حال بیان کیا تو آپؒ تبسم فرمانے لگے۔

دل کی روشنی:

ایک دفعہ حضرتِ والاؒ مسجد کی تعمیر کے کام میں مصروف تھے۔ ان دنوں مسجد

کے مینار تعمیر ہو رہے تھے کہ اس دوران ایک سائل حاضر ہوا آپؒ نے پوچھا:

''بھائی کس طرح آئے ہو''؟

اس نے عرض کیا ''قبلہ میری آنکھوں میں روشنی نہیں ہے''۔

آپؒ نے کمال مہربانی سے اس کی آنکھیں کھولیں دیکھا تو فرمانے لگے میرے بھائی تمہاری آنکھیں تو روشن ہیں۔ اس نے عرض کیا حضور! میں دل والی آنکھوں کی روشنی چاہتا ہوں ظاہری روشنی سے مجھے کوئی غرض نہیں ہے اس کا کہنا تھا کہ وحدت کا سمندر جوش میں آ گیا اس کی موجیں اچھلنے لگیں اور وہ اسرار و کیفیات ظہور پذیر ہونے لگے کہ کسی کو اپنا ہوش نہ رہا مسجد کی تعمیر کا کام رُک گیا مگر سالکین کی دلوں کی تعمیر کا کام جاری ہو گیا۔ سارے لوگ معمار ہوں کہ نقاش یا خدا پرست درویش ایسے جوش و خروش اور عالمِ وجد میں آئے کہ دور سے قیامت کا سماں معلوم ہوتا تھا اس روز دن کے دو پہر اسی طرح گزر گئے۔

اللہ والوں کی نگاہ سے گرنا:

مولوی غلام محمدؒ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایک بادشاہی مجلس میں امراء وزراء کے ساتھ بیٹھا تھا کہ حرمِ شاہی سے دایہ نے آ کر اطلاع دی کہ بادشاہ سلامت! آپؒ کا شہزادہ گر گیا ہے۔ پہلے پہل محبتِ پدری کی وجہ سے بادشاہ کے خون نے جوش مارا اور اٹھ کھڑا ہوا مگر بعد میں اس نے دایہ سے پوچھا کہ شہزادہ کس چیز سے اور کیسے گرا ہے؟ اس نے کہا ''چھت سے گرا ہے''۔

بادشاہ یہ سنتے ہی اطمینان و سکون اور قدرے خوشی کے عالم میں اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا فکر کی بات نہیں پہلے میں نے سمجھا تھا کہ شاید میرا لڑکا اولیاء اللہ کی نظروں سے گر گیا ہے اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ مکان کی چھت سے گرا ہے تو

کچھ فکر کی بات نہیں۔ اگر اس کا بازو ٹوٹ جائے تو جڑ سکتا ہے۔ اگر مر جاتا تو شہید ہوتا لیکن اگر اللہ والوں کی نظر سے گر جاتا تو قیامت تک محروم رہتا۔

اس واقعے کے مطابق طالبِ راہ کو چاہیے کہ وہ فاستقم کما امرت کی پیروی کرتے ہوئے اولیاء اللہ کے فرمان پر استقامت اختیار کرے تاکہ ان کی نظر سے نہ گرے۔ گرنے سے مراد یہ ہے کہ اولیاء اللہ کے احکام کی پرواہ نہ کرے اور انہیں فراموش کر دے۔ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن۔

مرید پر شیخ کی نگاہ:

فقیر جامع اوراق اپنے والد فقیر دتی ڈنہ سکنہ مرید گوٹھ جو حضرتِ والاؒ کا غلام تھا کی زبانی عرض کرتا ہے کہ اپنے ابتدائی ایامِ جہالت میں مجھے زنا کاری کی عادت تھی۔ بعد میں حضرتِ والاؒ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ آپؒ نے شریعت وسنت کی تلقین فرمائی اور میں اپنے قصبے میں آ کر درود و وظائف میں مشغول ہو گیا۔ اتفاق کی بات کہ ایک روز پرانے محبوب نے مجھے پیغام بھیجا کہ مدت گزر گئی ہے کہ تمہارا دیدار نصیب نہیں ہوا میرا دل سخت بے قرار ہے اور مضطرب ہے، مجھے ایک ایک لمحے کے لیے بھی آرام و سکون حاصل نہیں ہے میں ہر وقت تیرا راستہ تک رہی ہوں، مہربانی فرما کر فلاں روز چاشت کے وقت فلاں نالے کے اندر فلاں جگہ آ کر مجھے ملو۔ فقیر مذکور کا بیان ہے کہ جونہی مجھے یہ پیغام ملا میری رگوں میں خون دوڑنے لگا، نفسانی خیال مجھے گدگدانے لگا اور میں نے شیطان کے ہاتھوں مجبور ہو کر وقتِ مقررہ پر ملاقات کا وعدہ دے دیا۔ وقتِ مقررہ پر اس جگہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ فریقین کے وکیل شیطان نے اسے بھی میری طرح پہلے وہاں پہنچا دیا ہے۔ جب ہم دونوں باہم قریب ہوئے ایک دوسرے کو ملنے اور چومنے چاٹنے کے شغل میں مصروف ہوئے

کہ اچانک ایک پتھر کا ڈھیلا اس زور سے میر پیٹھ پر آن لگا کہ میں بلبلا اٹھا ہم دونوں اس واقعے سے انتہائی خوف زدہ ہوگئے اور ڈر کر ایک دوسرے سے دور بھاگ کھڑے ہوئے۔ میں نالے کے کنارے پر پہنچا تو میرے دل میں خیال آیا کہ دوپہر کا وقت ہے' ہاڑ کا گرم موسم ہے اس جگہ کسی کے آنے کے بھی کوئی امکانات نہیں ہیں' آخر یہ واقعہ کیا ہے؟

شیطان نے ہمیں پھر اکٹھا کر دیا۔ دوسری دفعہ پھر پتھر کے ڈھیلے کی آواز آئی۔ الغرض تین دفعہ یہی معاملہ پیش آیا۔ پھر میرے دل میں خیال آیا کہ یہ پتھر میرے مرشد کی طرف سے آئے ہیں اور وہ مجھے اس فعل سے بچانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں فوراً وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اور شیطان کی بیل منڈھے نہ چڑھی۔ اس واقعہ کو کافی عرصہ گزر گیا کہ میں حضرت والاؒ کی زیارت کے ارادے سے درگاہِ عالیہ حاضر ہوا میں نے ادباً پاؤں پر ہاتھ رکھے تو آپؒ نے میرا ہاتھ کھینچتے ہوئے فرمایا دور ہٹو کتے! اس کے بعد آپؒ نے لانگری کو بلا کر حکم دیا کہ اسے لنگر سے کھانا نہ دینا۔ الغرض میں تین دن بھوکا خدمتِ عالی میں موجود رہا۔ تین دن کے بعد آپؒ نے نگاہِ کرم سے دیکھا اور شفقت کا ہاتھ میرے دل پر پھیرتے ہوئے ارشاد فرمایا کمینہ! اگر رحمتِ الٰہی تیری دستگیری نہ کرتی تو تُو انتہائی ذلیل ہوتا۔ اب توبہ کرو اور (عبادتِ الٰہی میں) کوشش کرو تاکہ راہِ حق میں پیچھے نہ رہ جاؤ۔

اصل چیز حکم کی فرمانبرداری ہے:

ایک دفعہ یہ فقیر (جامع اوراق) محفلِ اقدس میں حاضر تھا کہ آپؒ نے یہ نقل بیان فرمائی کہ ایک دفعہ ایک بادشاہ اپنے ہاتھ میں چمکدار قیمتی ہیرا لیے بیٹھا تھا دوسرے درباریوں کے علاوہ وزیر دربار بھی حاضر تھا۔ وزیر عرض کرنے لگا عالم پناہ!

ہیرا تو خوب ہے مگر اس میں ایک بڑا عیب ہے کہ اس کے اندر ایک کیڑا ہوا کرتا ہے۔ بادشاہ کو وزیر کی یہ بات ناگوار گزری اور رنجیدہ خاطر ہو کر درباریوں سے کہنے لگا ''تم نے سنا ہے وزیر کیا کہتا ہے''؟ اس کا کہنا ہے کہ ہیرے کے اندر کیڑا ہے میں اسے توڑتا ہوں اگر واقعی کیڑا نکل آیا تو درست ورنہ جو میری مرضی ہوگی سزا دوں گا۔ وزیر نے یہ بات قبول کر لی۔ چنانچہ بادشاہ نے تمام امراء وزراء وارا کینِ حکومت کو جمع کیا۔ ہیرا سب کے سامنے رکھ دیا اور حاضرین میں سے ایک شخص کو حکم دیا کہ ''لو اسے توڑو''۔ اس نے عرض کیا'' حضور! بلا وجہ اتنے قیمتی ہیرے کو توڑنا مناسب نہیں''

بادشاہ نے دوسرے کو حکم دیا اس نے بعد معذرت کی۔ الغرض تمام حاضرین اس قیمتی ہیرے کو یوں بلا وجہ توڑنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ اب اس وزیر کی باری آئی بادشاہ نے اسے حکم دیا تو اسنے بلا پس و پیش فوراً اٹھ کر ہیرا چکنا چور کر دیا۔ بادشاہ نے کہا بھئی اس میں سے کیڑا تو نہ نکلا بتاؤ اب کیا کہتے ہو؟ وزیر نے عرض کیا بادشاہ سلامت تمام حاضرین نے آپ کا حکم پسِ پشت ڈال دیا اور اس غلام کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ بادشاہ سلامت کے حکم کو سر آنکھوں پر رکھتے ہوئے فوراً اسے بجالایا۔ ہیرے کا نقصان تو معمولی ہے البتہ بادشاہ سلامت کے حکم کی نافرمانی کا نقصان ناقابلِ تلافی ہے۔ بادشاہ کو وزیر کی یہ بات پسند آئی اور اسے انعام واکرام سے نوازا گیا۔

میرن ٹ کا واقعہ:

ایک فعہ کھیل تماشے کے سلسلے میں میرن ٹ نامی مشہور شخص حاضر خدمت ہوا آپؒ نے اسے فرمایا میرن ٹ کھیل تماشے کے وقت جو بول دہراتے ہو ذرا وہ ہمیں بھی سناؤ۔ اس نے عرض کیا حضور! اب میں ان باتوں سے تائب ہو چکا ہوں۔ آپؒ نے

دوبارہ فرمایا سناؤ سناؤ۔ اس نے عرض کیا قبلہ ! مجھ پر گناہ لکھا جائے گا۔ آپؒ نے فرمایا "گناہ کون لکھے گا"؟ سناؤ چنانچہ میرن ٹ شے کی خاطر اُٹھ کھڑا ہوا اور اس نے یہ شعر پڑھا۔

پپل تهنجا پنَّ سب مڑهائندس سون سال پاروچل هئدی آء

عارفِ کامل کے یہ شعر کہتے ہی میرن ٹ پر استغراق کی کیفیت طاری ہوگئی اور ساری محفل میں ایک خاص ذوق اور جوش وخروش پیدا ہوگیا۔ چنانچہ ایک شخص بار بار اس شعر کو دیر تک دہراتا رہا۔

خدا ہر جگہ موجود ہے پیر کی کیا ضرورت ہے؟

فقیر محمد قاسم کھوسہ سکنہ قریہ پیارا خان کھوسہ بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ میں حضرتِ والاؒ کی زیارت فیض بشارت کے ارادے سے جارہا تھا کہ راستے میں مجھ سے ایک شخص نے پوچھا کہ کہاں جارہے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ اپنے مرشد کی زیارت کے لیے جارہا ہوں۔ اس نے کہا کیوں میں نے کہا اللہ اللہ سیکھنے کی خاطر۔ وہ کہنے لگا خدا یہاں بھی موجود ہے اسے یہاں کیوں یاد نہیں کرتے؟ میں خاموش ہوگیا اور اسے کوئی جواب نہ دیا۔ جب حضرتِ والاؒ کی خدمت میں پہنچا تو میں نے سارا حال عرض کیا۔ آپؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میرے بھائی پانی تو زمین میں ہر جگہ موجود ہے مگر پانی لینے کی خاطر ہر شخص جاتا کنوئیں پر ہے اور پانی کے لیے جا کر کنوئیں کا محتاج بنتا ہے۔ اس کے بعد آپؒ نے حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کا یہ شعر پڑھا جو واقعے کے عین مطابق ہے۔

ڪوڙا سامي ڪوڙا سامين پنڌ

هوت آهيِ هر هنڌ چو وڃن هنگلاج ڏي

سچا سامي سچا سامين پنڌ

هوت آهي هر هنڌ هنن ڏنو هنگلاج ۾

اللہ تعالیٰ سے عبادت کی توفیق مانگنے والے کا واقعہ:

فقیر عبداللہ اوچ والے کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ نے وعظ میں ارشاد فرمایا کہ ایک شخص بصرہ میں فوت ہوگیا۔ وارثوں نے تجہیز و تکفین اور جنازے کے بعد اس جونہی لحد میں رکھا اس کی میت غائب ہوگئی۔ یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی، بادشاہ کے کانوں تک پہنچی تو وہ بنفس نفیس آیا اور رات کے وقت روشنی کا انتظام کرا کے اس نے قبر کھلوائی، دیکھا تو میت غائب تھی بادشاہ کو یقین ہوگیا کہ اس شخص کے وارثوں نے صحیح اطلاع دی ہے۔ بادشاہ نے اس کی اولاد کو طلب کیا تو پتہ چلا کہ اس کی صرف ایک لڑکی ہے صبح کے وقت بادشاہ سوار ہو کر اس کی تعزیت کے لیے روانہ ہوا اور اس شخص کے دروازے پر واقع ایک عمارت میں اُترا اتنے میں امام حسن بصریؒ تشریف لائے تو آپ بھی بادشاہ کے ساتھ بیٹھ گئے اسی دوران متوفی شخص کے ساتھ کافی جان پہچان رکھنے والا ایک شخص آ گیا اس نے بادشاہ اور دوسرے لوگوں کو جمع دیکھ کر پوچھا کہ آپ حضرات کس لیے جمع ہیں؟ اسے بتایا گیا کہ ہم فلاں شخص کی تعزیت کے لیے آئے ہیں۔ اس نے کہا عجیب بات ہے اسے ابھی ابھی میں فلاں جنگل میں نماز پڑھتے پڑھتے دیکھ کر آ رہا ہوں۔ بعد میں بادشاہ نے اس شخص کی لڑکی سے پوچھا کہ تیرا والد کون سا عمل کرتا تھا؟ اس نے کہا میرا والد عبادت گزار شخص تھا مگر گھر میں نفل ادا کرنے کے بعد ہمیشہ یہ دعا مانگتا تھا کہ مولا! مجھے زندگی اور موت دونوں صورتوں میں اپنی عبادت میں مشغول رکھ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا

قبول کرلی۔

چلنے اور بیٹھنے کے آداب:

ایک دفعہ حضرتِ والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ برادرانِ طریقت! چلنا بھیڑ کی طرح چاہیے اور بیٹھنا اونٹ کی طرح چاہیے۔

ایک دفعہ فقیر نے عرض کیا حضور! معمولی تعلیم یافتہ یعنی نیم ملا قسم کے لوگوں کو بھی مولوی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ آپؒ نے فرمایا کہ قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورتیں انا اعطینک اور سورۃ اخلاص ہیں، انہیں قرآنِ مجید سے ذرا الگ کر کے دکھاؤ؟ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جو شخص معمولی تعلیم یافتہ ہے اس فقیر کے نزدیک تو وہ بھی مولوی ہے۔

آدابِ دُعا:

ایک دفعہ نماز کے بعد دعا مانگتے وقت آپؒ نے فرمایا کہ جو شخص دعا مانگتے وقت اپنی نگاہ اپنے ہاتھوں سے دُور رکھے گا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور رہے گا اور جو شخص رحمتِ ایزدی سے محروم رہا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنے منہ پر خاک مل رہا ہو اور جو شخص دعا طلب کرتے وقت اپنی آنکھوں سے بھی دعا طلب کر رہا ہے اس پر رحمتِ الٰہی نازل ہوتی ہے۔

گیارہویں:

ایک دفعہ ایک شخص نے گیارہویں کے بارے میں پوچھا کہ عام لوگ اس تاریخ پر خیرات کرتے ہیں، آپؒ نے فرمایا میرے بھائی میں گیارہویں کو بارہویں نہیں کہتا البتہ میرے پاس دودھ دینے والی گائے بھی نہیں ہے کہ مہینے میں ایک رات میں بھی خیرات کر دوں البتہ ہر رات گیارہ دفعہ قل ہو اللہ پڑھ کر حضرت پیر سائیںؒ

(غالباً اس سے مراد حضرت کے مرشد حضرت جیلانیؒ ہیں) کی روح کو ختم دیتا ہوں اور اس کے علاوہ ذکر خداوندی بھی کرتا ہوں۔

آپ فقراء کی دعوت کیسے کرتے:

فقیر خان محمد مؤذن کا بیان ہے کہ حضرتِ والاؒ کی ہمیشہ عادت کریمہ تھی کہ جب کبھی جماعت کی دعوت کرتے انہیں اپنے گھر لے جاتے اپنے ہاتھ میں پانی کا کوزہ اور ہاتھ دھونے کی چلمچی پکڑتے تاکہ فقراء کے ہاتھ دھلائیں سب لوگوں کے سامنے خود لے کر جاتے شروع شروع میں فقراء نے ادب کی وجہ سے اپنے شیخ کے سامنے ہاتھ نہ بڑھائے آپؒ نے فرمایا کہ اے جماعت مؤمنین! حضرت صاحب الروضہؒ (قبلہ عالم سید محمد راشدؒ) کے زمانے میں بھی ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا۔ فقراء نے دھونے کے لیے ہاتھ آگے نہ بڑھائے کہ اتنے میں جماعت سے میں ایک طالبِ حق اٹھا اور ہاتھ بڑھاتے ہوئے عرض کرنے لگا حضور! اس غلام کے سارے گناہ دھو دیجیے' بعد میں ساری جماعت نے مسئلے کی حقیقت کو سمجھا اور ہاتھ دھلوانے لگے۔ پس یہ واقعہ سن کر ساری جماعت اٹھی اور حضرتِ والا کے سامنے آکر اپنے ہاتھ دھلوانے لگے۔

فقیر خان محمد خان بیان ہے کہ حضرتِ والاؒ ہمیشہ جماعت کو حلقہ بنا کر بیٹھنے کا حکم دیتے اور دھلاتے وقت اپنے ہاتھ میں پانی کا کوزہ اٹھاتے اور ہاتھ ایسے برتن میں دھلاتے جاتے جس میں قدرے گھاس پھونس پڑا ہوتا۔ (تاکہ چھینٹے نہ اڑیں) ہاتھ دھلانے کے بعد حکم دیتے کہ یہ پانی گھر کے چار کونوں میں گرا دیا جائے آپ فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے خود صحابہ کرام کے ہاتھ دھلائے ہیں اور یہ پانی رحمتِ خداوندی کی خاطر چار کونوں میں ڈالا جائے اور خیال رہے کہ پانی

چولہے میں ہرگز نہ گرایا جائے جو شخص ایسا کرے گا وہ قیامت کے دن اپنے اعمال صالحہ سے خالی ہوگا یعنی اس روز اسے اپنے اعمال نامے میں کوئی نیکی نظر نہ آئے گی اور وہ حیران و پریشان ہوگا لہٰذا ضروری ہے کہ یہ پانی آگ کے چولہے میں گرایا جائے اور نہ ہی اس میں ہاتھ دھوئے جائیں۔

کسر نفسی اور عجز:

ایک روز ایک شخص نے حضرتِ والاؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا حضور! لڑکا نہیں ہوتا۔ لڑکے کا سوالی ہوں، آپؒ نے ارشاد فرمایا: میرے بھائی! جس شخص کے سات بیٹے ہوں یہ سوال اسی سے کرو میرا تو اپنا بیٹا نہیں ہے (حضرت نے شادی نہیں فرمائی تھی)۔

جب کبھی حضرتِ والاؒ کی نگاہِ شفقت فقیر عنایت اللہ، فقیر علی محمد اور فقیر علی پہ کہ جسے آپ کال کنچو کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے، پڑتی تو آپ اسی وقت یہ اشعار پڑھتے۔

کلهي قاٿو ڪنجرو متو اگهاڙو

منهنجو ڪجاڙو يـنر هن ينيور ۾

بے حد و شمار اجر:

ایک روز آپ نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کو بے حد و شمار اجر ملے گا پہلا جس کے مکان کا شہتیر ٹوٹا ہوا ہو، دوسرا جو کپڑا اپھٹ جانے پر اسے پیوند لگا کر پہنتا رہے اور موجب عار نہ سمجھے، تیسرا وہ جو خود نہ کھائے پہلے بھوکے کو کھلائے۔

اے کریمے کہ از خزانہ عیب:

ایک روز آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یاد ہے کہ میں تعلیم کی خاطر

اُبھ (مشرق) میں تھا تو ایک دفعہ میں نے اپنے ہاتھ سے سی کر کرتہ اپنے گلے میں ڈالا اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کریمہ سے عطا فرماتے ہیں جب سے میں نے اس محبوبِ حقیقی کی غلامی اختیار کی ہے وہ مجھے تو مجھے تمام فقرائے جماعت کو بے پایاں رزق عطا فرما رہا ہے۔ اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ جتنے مہمان جمع ہو جاتے ہیں مجھے یہ خیال کبھی نہیں آیا کہ یہ لوگ کہاں سے کھائیں گے چاہے ان کی تعداد سینکڑوں بلکہ ہزاروں تک جا پہنچے مجھے ان کے خورد و نوش کا مطلقاً فکر نہیں ہوتا کہ سب کا رزّاق مطلق تو وہی آپ ہے۔

نفسانی خیالات کا علاج:

حافظ شیر محمد مشوری کا بیان ہے کہ شادی کے بعد میرے دل پر نفسانی خیالات کا ایسا غلبہ ہوا کہ ہر وقت میرے اوپر یہی دھن سوار تھی کہ کسی طرح دماغ سے یہ سودا نکلتا ہی نہ تھا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ حضرتِ والاؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کروں۔ آپؒ دعا فرمائیں گے یا کوئی دوا تجویز فرمائیں گے تو انشاء اللہ اس پریشانی سے نجات مل جائے گی۔ میں یہ خیال لے کر خدمتِ عالی میں حاضر ہوا اس وقت آپ پلنگ پر آرام فرما رہے تھے میرے آتے ہی آپ اٹھے اور فرمانے لگے کہ نمازِ تہجد کے بعد سو مرتبہ یہ دعا پڑھ لیا کرو انشاء اللہ یہ نفسانی خیال دفع ہو جائے گا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَفُوَّ الْغَفُوْرُ

آمیں نے یہ دعا شروع ہی کی کہ میرے دل سے سارے خیالات کافور ہو گئے۔

طالب کو عقدہ پیش آئے تو کیا کرے:

حافظ شیر محمد کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں قصبہ میں ایک زلف گرہ گیر کا اسیر ہو گیا۔ میری یہ کیفیت ہو گئی کہ ہر وقت اس کی خیالی تصویر میرے سامنے تھی میں وہاں

سے گھر واپس لوٹا مگر راستے میں بے قراری اور اضطراب نا قابلِ برداشت ہو گیا میں نے دل میں طے کر لیا کہ اس مشکل سے حضرتِ والاؒ کے بغیر اور کوئی مجھے نہیں نکال سکتا۔ چنانچہ میں دو اور ساتھیوں کے ہمراہ جمعہ کے روز حضرتِ والاؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا' یہ دونوں حضرات مجھے بطور سفارشی لے آئے تھے کہ حضرتِ والاؒ کی خدمت میں ہماری معروضات پیش کرو۔ ان میں سے ایک شغل اشغال باطنی اور دوسرا دنیا کا طلب گار تھا میں نے ان دونوں کے معروضات پیش کیے مگر اپنی کیفیت مخفی رکھی۔ اس غرض سے کہ میرا سارا حال حضرتِ والاؒ پر عیاں ہے' بیان کی کیا ضرورت ہے؟ مگر میں نے مولوی محمد جامی کو اپنا سارا حال کہہ سنایا انہوں نے فرمایا اپنے تمام مخفی حالات مرشد کے حضور پیش کر دینے چاہییں۔ ان سے چھپانی کوئی بات نہیں چاہیے۔ میں تمام رات پاؤں دبانے کی سعادت حاصل کرتا رہا اور اپنے دل میں گویا عرض بھی کرتا رہا۔ حضرتِ والاؒ صبح ذرا جلدی اٹھے' باغ میں جا کر آپ نے وضو فرمایا اور مجھے بھی وضو کا حکم دیا آپ نے جلدی جلدی صبح کی نماز پڑھائی اور جماعت کی طرف رُخ کر کے فرمایا:

''اگر کسی فقیر کو کوئی عقدہ (مشکل امر) پیش آ جائے تو اسے چاہیے کہ اس کا شیخ زندہ ہو تو اس کی خدمت میں عرض کرے اگر شیخ زندہ نہ ہو تو کسی پختہ اور صاحب مقام پیر بھائی کے پاس جائے اگر کوئی پیر بھائی بھی ایسا نہ ہو تو وہ اپنے شغل باطنی اور اسباق طریقت میں سخت محنت شروع کر دے۔ انشاء اللہ اس کا عقدہ کھل جائے گا اور مشکل آسان ہو جائے گی اس لیے کہ عقدہ (مشکل' رکاوٹ) باریک ابر کی طرح ہے جس طرح باریک بادلوں کو ہوا فوراً اڑا لے جاتی ہے اسی

طرح سالک کے عقدے کو بھی اشغال و عبادات فوراً راستے سے ہٹا دیتے ہیں"۔

حضرت جیلانیؒ کا عقدہ:

اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ ہمارے حضرت (جیلانی سائیںؒ) کو اپنے شیخ (قبلہ عالمؒ) کے وصال کے بعد ایک عقدہ پڑ گیا آپ درگاہ شریف (پیر جو گوٹھ) روانہ ہو پڑے۔ راستے میں ...... کے مقام پر پہنچے تو بیراگی پر سر رکھ کی مراقبہ فرمانے لگے۔ اتفاق سے اس وقت دو عورتیں وہاں سے گزریں ان میں سے ایک نے دوسری سے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگی کیا پوچھتی ہو مجھ پر' خاوند' بھائیوں اور دوسرے اہلِ خانہ کے کام کا بڑا بوجھ ہے۔ پہلی عورت کہنے لگی دوسروں پر کسی کا کیا زور! تم اپنی ہمّت کرو' یہ سنتے ہی حضرت (جیلانی سائیںؒ) کا عُقدہ کھل گیا۔ رات آئی تو آپؒ نے مجھے فرمایا کہ:

"حافظ! تہجد کے وقت بیدا ہو کر اچھی طرح وضو کر کے پہلے تحیۃ الوضو ادا کرو' اس کے بعد دس بار اللہ اکبر دس بار الحمد للہ و سبحان اللہ و بحمدہ دس بار سبحان الملک القدوس دس بار استغفر اللہ دس بار لا الہ الا اللہ دس بار اللھم انی اعوذ بک من ضیق الدنیا و ضیق یوم القیامۃ۔ اس کے بعد دعا مانگی جائے انشاء العزیز قبول ہوگی"۔

راہِ طریقت اور اسبابِ دنیا:

حافظ شیر محمد کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ خلیفہ لقمانؒ کے دل میں خیال آیا کہ لنگر میں روکھی سوکھی روٹی ہے فقراء اسی پر گزارا

کرتے ہیں۔ اگر لنگر کے لیے ایک دو گائیں خرید لی جائیں تو لسی اور دودھ فقراء کے لیے میسر آ جائے گا۔ خلیفہ صاحب یہ خیال کر کے سوئے اور کسی مزارع نے اپنے ہمسائے سے کہا کلسی تے پڑوہ جونہی یہ آواز کانوں میں پہنچی بیدار ہو کر فرمانے لگے میں اس خیال سے توبہ کرتا ہوں۔ یعنی عارفوں کے کان ہر بات سن رہے ہیں۔

خلیفہ محمودؒ کا واقعہ:

ایک دفعہ حضرتِ والاؒ نے فرمایا کہ خلیفہ محمود کڑیہ والاؒ نے خواب میں دیکھا کہ ایک کنواں دودھ سے لبریز ہے مگر اس میں گیدڑ گر پڑا ہے۔ انہوں نے اپنا یہ خواب خلیفہ لقمانؒ کے سامنے بیان کیا اور اس کی تعبیر چاہی انہوں نے کہا کنوئیں سے مراد سالک کا دل دودھ، علم وحدت اور گیدڑ سے مراد پلید دنیا ہے۔ خلیفہ محمودؒ نے محسوس کیا کہ مجھے چچا کی وراثت سے جو نقد مال ملا ہے یہ اسی کی طرف اشارہ ہے انہوں نے فوراً یہ روپیہ نکال کر گنا تو بارہ ہزار نکلا وہ سارا روپیہ لے کر حضرت شیخ الشیوخ صاحب الروضہ (قبلہ عالمؒ) کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؒ نے پوچھا خلیفہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے خواب اور اس کی تعبیر کا سارا معاملہ عرض کیا، آپؒ نے ارشاد فرمایا میں نے جان لیا ہے کہ تم نے بات سمجھی مگر یہی سمجھے ہو کہ ایک پلید چیز (اہلِ طریقت کے ہاں) اٹھا کر میرے پاس لے آئے ہو اسے فوراً یہاں سے لے جاؤ اسے جماعت میں بھی تقسیم نہ کرنا کہ یہ اہلِ حق کی جماعت ہے یہ پلیدی میں ملوث نہ ہو، خلیفہ محمودؒ اسی وقت یہ رقم اٹھا کر اپنے قصبے میں پہنچے اور وہاں کے غرباء و مساکین میں تقسیم کر دی۔ الغرض اس طرح اس بلا سے نجات حاصل ہوئی۔ اس کے بعد آپؒ نے فرمایا ''ترک'' یہ ہے۔

حافظ شیر محمد کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ابراہیم نے ایک برتن میں ریت

لا کر حضرتِ والاؒ کے سامنے رکھی اور عرض کرنے لگا' حضور فصل میں کیڑا پڑ گیا ہے۔ ریت پر دم فرمادیں تا کہ کیڑے دفع ہو جائیں چونکہ ابراہیم کا حضرتِ والا سے گہرا ربط اور نسبت کا تعلق تھا۔ آپؒ نے حکم دیا کہ اس (ابراہیم) کے سر پر پانچ جوتے لگاؤ۔ پھر آپؒ نے فرمایا ابراہیم دم کر کے دینا عوام الناس کے لیے ہوتا ہے۔ تمہارے لیے میری دلی دعا ہے کہ تمہاری فصل سے کیڑے دور ہو جائیں گے۔ قدرتِ الٰہی سے اسی روز ابراہیم کی فصل سے کیڑے ہٹ گئے۔

ہر شیخ کا اپنا انداز ہوتا ہے:

حافظ شیر محمد کا بیان ہے کہ ایک روز حضرتِ والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ فقیر الیاس کامارہ شریف کے بزرگ پیر محمد اشرف صاحبؒ کا طالب تھا۔ اس کے شیخ نے اس جہان فانی سے پردہ فرمایا تو میاں جان محمد صاحب ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ الیاس فقیر نے یہ خبر سنی تو آیا اور کہنے لگا سبحان اللہ! پہلے وہ وقت تھا کہ ہر زائر روتا ہوا آتا اور روتا ہوا رخصت ہوتا۔ اب حال یہ ہے کہ لوگ ہنستے ہوئے آتے ہیں اور روتے ہوئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد حضرتِ والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ یہ معاملہ ہر ولی اللہ کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔

یہ انگریز ہمارے سامنے کیا چیز ہے:

حافظ شیر محمد کا بیان ہے کہ عبدالمجید اپنے والد کے انتقال پر درگاہ شریف گیا اور پگڑی باندھ کر واپس آیا تو اس کا لباس بھی تبدیل تھا۔ کوٹ' ٹوپی' بوٹ وغیرہ یعنی انگریزی لباس زیب تن کر کے آیا۔ حضرتِ والاؒ نے اس حالت میں اسے دیکھا تو فرمایا عبدالمجید! اپنے افعال کو شراب اور زنا کاری (اعاذنا اللہ منہا) سے بدلو' خالی اپنے سلسلہ کے لباس بدلنے سے کیا ہوگا؟ (آپ نے غصے سے فرمایا) عبدالمجید نے

کم فہمی سے جواب دیا کہ یہ ذکر وفکر اور جماعت آخر ہے کیا؟ حضرتِ والاؒ نے جلال میں آ کر فرمایا کہ لڑکے تو کیا پوچھتا ہے؟ تیرا باپ مجھ سے پوچھے تو اسے بتاؤں۔ اسی وقت آپؒ نے غصے کے عالم میں فرمایا کہ یہ انگریز ہمارے سامنے کیا چیز ہے؟ ہم تو صرف رضا پر راضی ہیں۔

سر کے بال:

حافظ شیر محمد کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے سر کے بال رکھے ہوئے تھے اسی حالت میں حضرتِ والاؒ کی خدمت میں پہنچا اتفاقاً یہ جمعہ کا دن تھا۔ آپؒ نے فرمایا شیرو! تم نے سر کے بال رکھ لیے ہیں؟ میں نے عرض کیا قبلہ حجام موجود نہ تھا کہ سر کے بال صاف کرے۔ یہ بات ہو رہی تھی کہ حجام آ گیا ہے آپ نے اسے حکم دیا کہ شیرو کا سر مونڈ دو اس دن کے بعد آج تک میری کیفیت یہ ہے کہ جب تک سر کے بال نہ صاف کرا لوں طبیعت کو چین نہیں آتا۔ اسی طرح حضرتِ والاؒ گدی نشین صاحب (ہادیٔ گمراہاں حضرت شیخ ثانی حافظ محمد عبداللہ قدس سرہ) کو کئی بار بلوا کر ان کا سر موند وا دیا اور فرمایا کہ سر کے بال اچھے نہیں ہیں۔

نماز نہ پڑھنے والوں کو معاف نہ کیا جائے:

میاں گل محمد صاحب گڑھی اختیار خاں[۴۰] والے کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ کسی شخص کی دعوت پر تشریف لائے۔ آپؒ نے دیکھا کہ صاحبِ دعوت کی جماعت کے اکثر افراد نماز کے معاملے میں انتہا غیر محتاط اور سست واقع ہوئے ہیں حضرتِ والاؒ نے یہ کیفیت دیکھی تھ آپ نے صاحبِ سجادہ کو اشارۃً تنبیہ فرمائی کہ میاں صاحب! اپنی جماعت کو نماز کی تاکید کریں انہوں نے جواب میں کہا کہ

میں انہیں سمجھاتا ہوں مگر کیا کروں یہ بدستور سستی کرتے ہیں۔ حضرتِ والاؒ نے فرمایا جو لوگ نماز میں سُستی کریں آپ اُن کا کھانا بند کر دیں۔ انہوں نے عرض کیا قبلہ! میرے پاس تو نماز میں سُستی کرنے والے چند لوگ ہیں۔ یہ جو کافر، مجوسی اور دوسرے منکرینِ خدا ازل سے اس کا رزق کھا رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان کی روزی بند نہیں کی۔ آخر بے نمازوں کا کھانا کیسے بند کیا جائے۔ آپؒ نے فرمایا میاں صاحب اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین، اکرم الاکرمین اور ارحم الراحمین ہے۔ اس سے حساب کتاب طلب کرنے والا کوئی نہیں ہے مگر ہم اور آپ سے تو حساب کتاب لیا جائے گا (یعنی پوچھا جا سکتا ہے کہ تم نے بے نماز کو کھانا کیوں دیا)۔

جماعتِ فقراء پر اعتراض :

مولوی میاں حامد اللہ صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ جماعت کے ہمراہ کسی دعوت پر تشریف لے جا رہے تھے کہ اتفاق سے میں بھی طلبِ علم کے سلسلے میں سفر پر تھا میں نے جماعت کو دیکھا تو مجھے اس میں سیاہ لباس میں ملبوس چند عورتیں نظر آئیں یہ دیکھ کر حضرتِ والاؒ کی قدم بوسی حاصل کرنے پر میرا دل آمادہ نہ ہوا اور میں ایک طرف ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں مَیں نے دیکھا کہ ایک گدھا جو رسی سے بندھا ہوا تھا رسی تڑوا کر بھاگتا ہوا آیا۔ حضرتِ والاؒ کی قدم بوسی کرنے لگا میں نے یہ معاملہ دیکھا تو حیرت میں آ گیا دوڑ کر قدم بوس ہوا اور آئندہ کے لیے جماعت پر خوردہ گیری اور عیب چینی سے توبہ کی۔

نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین:

ایک دفعہ کسی شخص نے پوچھا کہ حضور! عام لوگوں کی گزر گزران کسی نہ کسی کسب اور محنت و مشقت کے بغیر نہیں ہوتی مگر کیا وجہ ہے کہ یہاں کے فقراء بالکل بے

کار (کارِ دنیا سے) بیٹھ کر خوش خوش وقت گزارتے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا جو شخص مر جاتا ہے اس پر لوگ جمع ہو کر خدمت کرتے ہیں یہاں بھی ایک مردہ ہے اسی سبب سے جمع ہونے والے لوگ مفت کھا پی رہے ہیں اور میت کے لیے خدمت کی خاطر آنے والوں کا تو تانتا بندھا ہوا ہے۔

جو کچھ ہو رہا ہے سب اسی کے حکم سے:

ایک دن فقیر محمد لانگری نے حسبِ عادت بھات (مختلف اناجوں کا ملغوبہ) کا تھال بھر کر ایک امیر آدمی کے سامنے رکھا۔ امیر آدمی نے بھات کو ناپسندیدگی سے دیکھتے ہوئے کہا فقیر محمد! یہ (کھانا) تم اپنے خیال سے لے آئے ہو یا حضرتِ والاؒ کے حکم سے۔ لانگری نے جواب دیا کہ نہ حضرتِ والاؒ کے حکم سے اور نہ اپنے خیال سے بلکہ میں یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے لایا ہوں۔ حضرت والاؒ کے علم میں فقیر محمد کا یہ جواب آیا۔ تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ طالبانِ حق کو ہمیشہ ایسی ہی پختگی اور قلبی قوت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

دین صحبت سے حاصل ہوتا ہے:

ایک دفعہ عصر کے وقت صوبہ دار خان داریجہ حضرتِ والاؒ کے حضور بیٹھا تھا کہ ایک طالبِ راہ حاضر ہوا اور دوزانو ہو کر آنکھیں بند کر کے انتہائی ادب کے ساتھ حضورِ دل کی کیفیت میں حضرتِ والاؒ کے سامنے بیٹھ گیا تا کہ تلقین (ذکر) حاصل کرے۔ آپؒ نے اسے تلقین فرمائی۔ مولوی صوبہ دار خان اس صورتِ حال سے بگڑ گیا اور کہنے لگا حضرت! اسے تلقین کیا فائدہ دے گی؟ پہلے اسے توبہ کرائی جاتی پھر ایمان کا مفہوم اس کے ذہن نشین کرایا جاتا۔ بعد میں اسے تلقین کی جاتی تا کہ سمجھتا تو سہی۔ آپؒ نے ارشاد فرمایا:

''کلمہ کی تلقین تو اسے ہوگئی اب ایمان اسے آپ سمجھا دیں''۔

مولوی صاحب خاموش ہو گئے فجر کا وقت آیا تو حضرتِ والاؒ نے جماعت کی طرف رُخ کر کے وعظ و نصیحت شروع کر دی۔ آپؒ نے فرمایا تلقین شیخ کے وقت ابتداء میں مرید کی خود نفی ہو جاتی ہے پھر اس کا اثبات ہوتا ہے۔ جب نفی آتی ہے تو اس وقت ایمان کی حاجت نہیں رہتی۔ اور جب شیخ کی صورت مرید کے اندر جاگزیں ہو جاتی ہے تو مرید نہیں رہتا۔ اثبات آتا ہے تو نماز روزے کی حاجت نہیں رہتی۔ اس وقت سالک ظاہری حال سے باطنی حال کی طرف مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسے میں اسے تلقین کی حاجت نہیں رہتی اگرچہ کوئی شخص سینکڑوں کتابیں پڑھ لے مگر جب تک عارف کامل کی صحبت اختیار نہیں کرے گا اسے رموزِ حقیقت کی ہوا بھی نہیں لگے گی اور نہ ہی اسے نعمتِ حقیقی سے کچھ حاصل ہوگا۔

فقیر خیر محمد کا واقعہ:

ایک دفعہ خیر محمد صوفی سیرانی حضرتِ والاؒ کی خدمت میں حاضر ہوا یہ شخص قلندرانہ وضع میں رہتا تھا یعنی نماز نہیں پڑھتا تھا اور ناخن اور مونچھیں وغیرہ بڑھی ہوئی تھیں۔ آپؒ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا:

''خیر محمد آج تماشا دکھاؤ''۔

اس نے کہا قبلہ فرمائیں، آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ ذاتِ حق وحدت میں تھی پس کس طرح کثرت میں ظہور فرما کر عرب میں احمد کی شکل میں اس نے جلوہ فرمایا۔ خیر محمد صوفی نے شریعت کے احکام کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا۔ ناخن اور مونچھیں درست کرائیں کپڑے پاک کیے اور نماز کے لیے کھڑا ہو گیا اور حضرتِ والاؒ کی خدمت میں عرض کرنے لگا حضرت! وحدت کے کثرت میں ظہور فرمانے کا ایک نتیجہ یہ ہے اور کیا

ہی اچھا تماشا ہے۔

آداب زیارتِ شیخ:

شیخ فتح الدین کا بیان ہے کہ حضرتِ والاؒ اپنے مرشد کی زیارت کی خاطر (سوئی شریف) تشریف لے جاتے تو راستے میں لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتے' پاؤں سے جوتے اتارتے اور نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ پیدل چل کر لکڑیوں کا گٹھا لنگر میں ڈالتے' فقراء کی قدم بوسی کرتے اس کے بعد مرشد کے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر ختم پڑھتے۔ایک دن روضۂ اقدس کا دروازہ بند تھا' وقتی طور پر چابی میسر نہ آسکی تو آپؒ نے دیوارِ (روضہ) کے ساتھ کھڑے ہو کر ختم پڑھا اور ہنستے ہوئے واپس مُڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد رونے لگے پھر سر گریباں میں ڈال لیا اس کے بعد پھر ہنسنے لگے چونکہ کافی مُدت کے بعد آئے تھے لنگر میں جو کچھ موجود تھا وہ باصرار لے کر تناول فرمایا اور فرمانے لگے کہ لنگر تو میرے مرشد کا ہے۔

بعد از وصال جسم ظاہری کے ساتھ آمد:

وصال کے بعد ایک رات حضرتِ والاؒ ظاہری جسم اور عصا و دستار سمیت مسجد میں تشریف لائے اور تین دفعہ آپؒ نے بلند آواز سے فرمایا یہ آواز مسجد میں موجود تمام طالبین نے سنی کہ اے درویشو! اگر یہ بندہ صدیق اس دنیا سے رخصت ہو گیا ہے تو کیا غم؟ اللہ تبارک و تعالیٰ تو زندہ و موجود ہے اسے یاد کرو' خبردار! اس کی یاد میں سستی نہ کرو۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ میری جماعت کے فقراء (زہد و اتقاء میں) صحابہ کرام کے نقشِ قدم پر اور ان کی مانند ہیں۔

فقراء کا پھٹا پرانا لباس:

اگر کبھی اپنے فقراء کو پھٹی پرانی چادر یا گدڑی لپیٹے دیکھتے تو انتہائی خوش ہوتے اور فرماتے کہ الحمدللہ طالبانِ راہ نے اپنے آپؒ کو صحابہ کرام کی اقتداء میں ادب واستقامت سے آراستہ کرلیا ہے اور **فاستقم کما امرت** کے مطابق کبھی یہ لوگ (جماعت) روزہ سے ہیں کبھی افطار سے یا حالتِ قیام میں ہیں یا حالتِ سجود میں۔

ایک دفعہ کسی شخص نے غلہ چوری کرلیا اور اس کا برتن خالی چھوڑ دیا۔ آپؒ کو اطلاع ہوئی تو فرمایا یہ برتن خالی نہیں ہے اگر غلہ سے خالی ہے تو ہے ذکرِ الٰہی سے خالی نہیں ہے بلکہ اس سے پُر ہے۔

ایک دفعہ حضرتِ والاؒ نے اپنے شیخ کی زیارت کا ارادہ فرمایا کہ اتنے میں اندرون حویلی سے چاندی کا ایک کنگن ہاتھ سے اتار کر بھجوایا گیا کہ اسے لنگر میں خرچ کیا جائے۔ آپؒ نے کہلا بھیجا کہ دوسرا کنگن بھی بھجوایئے تاکہ فقراء اس سے روزہ افطار کریں۔ چنانچہ یہ کنگن آیا تو آپؒ نے دونوں درویشوں پر خرچ کر دیئے۔

فقراء پر شفقت:

شیخ فتح الدین کا بیان ہے کہ حضرتِ والاؒ اپنے مریدن وطالبین پر ہر دم و ہر آن نگاہ رکھتے تھے اور ان میں سے ہر شخص کے حال سے ہر وقت باخبر ہوتے تھے۔ مجھے شروع سے گڑ کھانے کی عادت تھی، پلے کچھ تھا نہیں۔ میں نے فقراء کی خاطر لنگر میں موجود چنے آہستہ آہستہ چوری کر کے اپنی غرض پوری کرنی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ سارے چنے ختم ہو گئے۔ اتفاق کی بات ایک روز حضرتِ والاؒ نے لانگری کو حکم دیا کہ آج درویشوں کے لیے چنے پکا لو۔ دیکھا گیا تو چنے موجود ہی نہ تھے۔ لانگری نے تمام درویشوں پر چوری کی تہمت لگا دی، ہر ایک سے کہتا کہ چنے تم نے کھائے ہیں

معاملہ حضرتِ والاؒ کی خدمت میں پہنچا تو معاً آپؒ نے مجھے فرمایا شیخ صاحب! تم نہ ڈرو بے فکر رہو یہ سنتے ہی میرے اندر سے آواز اُٹھی اور میں نے کہا قبلہ! سارے چنے میں نے گڑ پر خرچ کر دیئے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ شیخ کے لیے لنگر سے ایک آنہ روزانہ مقرر کر دیا جائے تا کہ یہ اس سے گڑ خرید سکے اور چوری سے بچ جائے۔ آپؒ نے میرا عیب قطعاً ظاہر نہ فرمایا۔ الغرض میری طرح ہر شخص پر آپ کے احسانات حد وشمار سے باہر ہیں۔

نبی دنیا میں مقصد کی خاطر آتا ہے:

میاں خلیفہ فیض اللہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ نے ''ترک'' کے ضمن میں حدیث بیان فرمائی کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ مسجد کے دروازے پر واقع بالا خانے میں آرام فرما تھے' چٹائی کے نشانات جسم مبارک پر ظاہر تھے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا حضور! آپ دونوں جہان کے بادشاہ ہیں مگر حالت یہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا عمر! میں اللہ تعالیٰ کا وکیل ہوں (نمائندہ) اس کے کچھ کام پورے کر چکا ہوں کچھ ابھی باقی ہیں جونہی یہ باقی ماندہ کام پورے ہو جائیں گے میں واپس روانہ ہو جاؤں گا میں یہاں بیٹھنے کی خاطر نہیں آیا ہوں۔

اپنی ہستی کو فنا کرنا ہی اصل ایمان ہے:

ایک دفعہ احمد فقیر حُر حضرتِ والاؒ کو وضو کرا رہا تھا کہ ایک بلوچ نے اس کی خدمت کی یہ کیفیت دیکھی تو کہنے لگا کہ یہ شخص یا حضرتِ والاؒ کا غلام ہے یا پھر کفر سے اسلام میں آیا ہے۔ حضرت والاؒ نے یہ بات سنی تو فرمایا احمد! بندہ جب تک اپنی ہستی مٹا نہیں دیتا اس وقت تک (کامل) مسلمان نہیں ہو سکتا۔ مسلمان (کامل اسلام) ہونا بڑا مشکل ہے۔

ایک سالک کو عجیب تلقین:

ایک دفعہ ایک سفید ریش شخص بیعت ہوا۔ بیعت کے بعد حضرتِ والاؒ سے عرض کرنے لگا قبلہ! یہ سفید داڑھی اب آپ کے حوالے ہے! یعنی قیامت کے روز سفارش کا امیدوار ہوں۔ حضرت والا اسے فرمانے لگے بھائی! تجھے بھی اپنی سفید داڑھی کا کچھ پاس کرنا چاہیے (یعنی اعمالِ صالحہ کی طرف توجہ دینی چاہیے)۔

وہ کیا ہے جو ان پر عیاں نہیں:

نتھو فقیر معمار روضہ مقدس حضرت مرشدنا قدس اللہ سرہ کا بیان ہے کہ ایک روز میرے دل میں خیال آیا کہ ہمارے کام کی پوری پوری اُجرت فقراء سے ملنی مشکل ہے اس لیے کہ ان کے پاس ہے ہی کچھ نہیں تو دیں گے کہاں سے؟ رات گزری تو صبح کے وقت حضرتِ والاؒ نے مجھے قبے میں بلایا اور پہلے دن سے لے کر آخری دن تک ایک ایک روز کی پوری مزدوری کے دام گن کر میرے حوالے کر دیئے مجھے مطلقاً پتہ نہ چل سکا کہ یہ رقم کہاں سے آئی۔ اس لیے کہ نہ تو آپ نے جیب سے نکالی نہ کوئی گٹھڑی کھولی صرف میں نے یہی دیکھا کہ بحرِ عطا کے ہاتھوں سے روپے گر رہے ہیں ساتھ ہی آپؒ نے فرمایا واللہ الغنی و انتم الفقراء۔

سمجھے نہ کوئی آدمِ خاکی کو حقیر:

نتھو فقیر کا بیان ہے کہ ایک روز مجھے جوار کی روٹی ملی مجھے دل میں بہت غصہ آیا، صبح کا وقت تھا، تھوڑی دیر میں حضرت والاؒ گندم کی روٹی لیے ہوئے آئے اور فرمانے لگے جوار کی روٹی اور گندم کی روٹی دونوں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں تھیں جوار کی روٹی اس نے تمہیں بھجوا دی کہ اس میں ہدایت تھی اور گندم کی روٹی دولت مندوں کے حوالے کی کہ اس میں گمراہی تھی مجھے تو (گندم کی روٹی دینے میں) کوئی اعتراض

نہیں۔ زیادہ غصہ نہ کرو میں دل میں بہت شرمندہ ہوا اور آئندہ کے لیے میں نے اس قسم کے خیالات سے توبہ کی۔ میرے ساتھ یہ واقعہ بیعت ہونے سے پہلے پیش آیا۔

طالب المولیٰ مذکر:

ایک دفعہ مخدوم پیر محمد کھوڑہ والے اپنے فرزند کے ہمراہ حضرتِ والاؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے پوچھا حضور! نکاح سنت ہے آپ نے نکاح کیوں نہیں کرایا؟ اس وقت مخدوم صاحب کا لڑکا کھیل کود میں مصروف تھا آپ نے ارشاد فرمایا ذرا اپنے لڑکے کو تو بلوائیے۔ مخدوم صاحب نے تین دفعہ لڑکے کو بلوایا مگر وہ بدستور کھیل کود میں مصروف رہا اور نہ آیا۔ آپ نے جماعت کے ایک فقیر کو بلایا تو وہ سر پر برتن (جس حالت میں تھا) رکھے ہوئے دست بستہ حاضر ہو گیا اور نہایت ادب سے کھڑا ہو گیا تھوڑی دیر بعد آپؒ نے فرمایا اب جاؤ چنانچہ وہ چلا گیا آپؒ نے فرمایا مخدوم صاحب! شادی اور نکاح کا مقصد اولاد پیدا کرنا ہے میری اولاد آپؒ نے دیکھ لی ہے اور اپنے فرزند کو بھی آپؒ نے دیکھ لیا ہے کہ تین دفعہ بلانے کے باوجود نہیں آیا۔ اب بتائیے آپؒ کی اولاد اچھی اور فرمانبردار ہے یا میری؟ مخدوم صاحب خاموش ہو گئے اس کے بعد مخدوم صاحب نے عرض کیا حضور! آپ کی ہمشیرہ صاحبہ نے کیوں شادی نہیں کی؟ آپؒ نے فرمایا مخدوم صاحب دروازے پر جا کر میری ہمشیرہ کو خود سمجھائیں، چنانچہ مخدوم صاحب حسبِ ارشاد دروازے پر گئے اور وعظ و نصیحت شروع کر دی۔ حضرتِ والاؒ کی ہمشیرہ محترمہ نے اندر سے جواب میں یہ لکھ کر بھجوایا۔ طالب الدنیا مخنّث، طالب العقبیٰ مؤنث، طالب المولی مذکر (طالب دنیا مخنّث ہے، طالب آخرت عورت ہے اور طالبِ مولیٰ مرد ہے) یعنی میں طالبِ مولیٰ ہوں اس لیے خود مرد ہوں۔ مجھے شادی کی کیا ضرورت ہے مخدوم صاحب لاجواب ہو کر

واپس آئے۔

ایک مقامی زمیندار کو نصیحت:

ایک دفعہ حضرتِ والاؒ ابوالخیر (ڈاہر خاندان کا ایک معروف زمیندار) کی تعزیت کے لیے بھنبو خان کے پاس تشریف لے گئے۔ طالبانِ راہ فکر مند تھے کہ نہ جانے حضرت والاؒ کن الفاظ میں اس سے تعزیت فرماتے ہیں جونہی آپؒ نے تعزیت کی خاطر بچھے ہوئے فرش پر اپنے قدم مبارک رکھے۔ آپؒ نے زبانِ وحی ترجمان سے بھنبو خان کو نصیحت کے انداز میں فرمایا کہ ایک بادشاہ کو دو چیزیں نہایت عزیز تھیں اور وہ ہر وقت ان دونوں کو اپنی نگاہ کے سامنے رکھتا تھا ایک تازہ میوہ جات اور مختلف کھانے پینے کی چیزیں اور دوسرے فوجی لشکر، دراصل یہ دونوں چیزیں اسے اپنی جان (کھانے پینے اور فوج کے ذریعے اس کا تحفظ) کی خاطر عزیز تھیں، اتفاق سے ایک صاحب ولایت فقیر بادشاہ کے پاس آیا اور اسے بیعت کے طریقے کے مطابق کہنے لگا کہ بادشاہ میری صورت کی طرف دیکھ کر آنکھیں بند کر لو اس نے فقیر کی صورت ذہن میں پختہ کر لی تو فقیر اسے تلقین کرنے لگا کہ میری صورت کا تصور کر کے اللہ اللہ کیا کرو کہ اللہ کے بغیر کوئی ذریعۂ نجات نہیں ہے یہ کہہ کر فقیر نے رخصت لی۔ کچھ عرصہ بعد بادشاہ کا وقت پورا ہو گیا۔ نزع کے وقت اس نے دیکھا کہ اپنی حفاظت جو لشکر میں ہر وقت اپنے ساتھ تیار رکھتا تھا وہ سارا بھاگ گیا ہے اور جسم کے اعضا شل ہو گئے ہیں یہاں تک کہ ان میں میوے وغیرہ اٹھانے کی بھی طاقت نہیں رہی۔ الغرض جب ہر طرف سے مایوس ہوا تو شیخ کی صورت اسے یاد آئی اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی توجہ اور رجوع میں اس نے جان جانِ آفرین کے سپرد کی بھنبو خان! اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کوئی شے باقی رہنے والی نہیں ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اپنے آپ

کو اللہ کی یاد میں مصروف رکھو۔ ہم اللہ اللہ میں مصروف ہیں آپ بھی اللہ اللہ کریں۔

صوفیاء کا مشترک نظامِ معیشت:

ایک دفعہ حضرتِ والا نے طالب نامی فقیر سے فرمایا کہ اے درویش! مجھے بھوک بہت ستاتی ہے چونکہ میری ملک کوئی چیز نہیں ہے سب کچھ فقراء کی ملکیت ہے۔ اگر میرے پاس کچھ ہو تو تھوڑے سے چنے لے کر کسی برتن میں رکھ دوں اور بھوک کے وقت ان میں سے کچھ کھا لیا کروں اور اگر کوئی سفر پر جائے تو اس میں سے اسے بھی کچھ دوں تا کہ سفر میں اس کے کام آئے۔ اتفاق سے اس وقت فقیر موصوف کی جیب میں پانچ آنہ رقم موجود تھی جو اس نے کہیں سے مزدوری کر کے کمائی تھی۔ اس نے فوراً رقم نکال کر پیش کی۔ آپ نے قبول فرمالی اور اسے اپنی ضرورت میں خرچ کیا۔

شانِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

اللہ وسایا خان بہاول پوری کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں حضرتِ والاؒ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا کہ میرے منہ سے ایک ایسی بات نکل گئی جو مرید کے لیے بے ادبی کے دائرے میں آتی تھی میں سخت پشیمان ہوا اور حضرتِ والاؒ کی خدمت میں بے ادبی پر آپ سے معافی کا خواستگار ہوا' آپؒ نے ارشاد فرمایا شرعی مسئلے کے ضمن میں کسی قسم کی گفتگو بے ادبی کے دائرے میں نہیں آتی بلکہ معاف ہے اس کے بعد آپؒ نے فرمایا اپنا ہاتھ زور سے اپنے جسم پر مارو ایذا پہنچتی ہے۔ یعنی میرے مرید میری جان ہیں۔ میں انہیں کیسے رنجیدہ خاطر کر سکتا ہوں اس کے بعد آپؒ نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ:

ایک مرتبہ جبرئیل امین علیہ السلام وحی کے سلسلے میں (بشری شکل میں دربارِ نبویؐ میں حاضرِ خدمت تھے کہ خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ حضرت

جبرئیل علیہ السلام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہی استقبال کی خاطر کھڑے ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد خلیفہ دوم ان کے بعد خلیفہ سوم اور آخر میں خلیفہ چہارم تشریف لائے۔ مگر جبرئیل امین علیہ السلام ان میں سے کسی کے استقبال کے لیے نہ اُٹھے' آنحضور ﷺ نے جبرئیل امین علیہ السلام سے خلفائے ثلٰثہ کے استقبال کے لیے نہ اٹھنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کیا حضور! صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میرے استاد ہیں جب حضرت آدم علیہ السلام کا جثہ تیار کیا جا رہا تھا تو تمام فرشتوں نے اعتراض کیا کہ مولا آدم کو پیدا نہ کر۔ اس وقت میں فرشتوں کی ہمنوائی میں یہی بات کہنے لگا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روحانیت ظاہر ہو گئی اور اس نے سکھلایا کہ تمہیں اپنے مولا کی رضا پر راضی رہنا چاہیے وہ جو کچھ کرے مالک ہے نہ کسی میں یہ طاقت ہے اور نہ کسی کو علم ہے کہ وہ کیوں ایسے کر رہا ہے؟ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میرے استاد ہوئے اس لیے ان کا ادب میرے لیے فرض ہے۔

اُمّی و گویا بزبان فصیح:

ایک دفعہ مولوی میاں اسحٰق و ملا عیسیٰ ساکن تعلقہ میر علی مراد دو تین آزاد خیال قسم کے ہمراہیوں کے ساتھ حضرتِ والاؒ کی خدمت زیارت کے لیے حاضر ہوئے ایک دن آیت ثم استویٰ علی العرش (یونس: رکوع ۱) کے بارے میں بات چل پڑی۔ مولوی صاحب نے حضرتِ والاؒ سے اس بارے میں کچھ پوچھا تو آپؒ نے فرمایا کہ یہ فقیر تو ناخواندہ ہے۔ پھر آپ نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

مولوی صاحب نے فرمایا کہ اس بارے میں اس قدر علمی مواد اور گفتگو کی گئی ہے کہ اس کا یہاں بیان کرنا مشکل ہے۔ باقی ہمارے نزدیک ''مکان'' ثابت ہے

اس کے جواب میں آپؒ نے فرمایا کہ ذاتِ خداوندی قدیم ہے یا حادث؟ مولوی صاحب نے کہا قدیم۔ آپ نے فرمایا عرش قدیم ہے یا حادث؟ مولوی صاحب نے کہا عرش حادث ہے؟ اس کے بعد حضرتِ والاؒ نے فرمایا کہ پھر مسئلہ تو حل ہو گیا مولوی صاحب کے ذہن کے ذہن میں جونہی یہ باریک نکتہ آیا فوراً بیعت کے لیے دوزانو ہو گئے البتہ ان کے ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے۔

کعبہ حکمی و کعبہ حقیقی:

فقیر خان محمد مؤذن کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ نماز کے بعد جماعت کی طرف رُخ کر کے مصلّٰی پر بیٹھ گئے اور طالبانِ حقیقت کے سامنے توحید و معرفت کے اسرار و نکات بیان کرنے لگے کہ اس دوران ایک درویش نے اپنا عقدہ یوں پیش کیا کہ حضرت! اس کی کیا وجہ ہے کہ امام نماز سے فراغت کے بعد کعبہ کی طرف پیٹھ کر لیتا ہے جب کہ جماعت کی طرف رُخ کرتا ہے آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ کعبہ ظاہری حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا بنا کردہ ہے جب کہ مومن کے قلب کا عرش الٰہی ہونا ثابت شدہ امر ہے۔ پس کعبہ حکمی کی بہ نسبت کعبہ حقیقی کی طرف رُخ کرنا کہیں اعلیٰ و افضل ہے۔ طالبانِ حقیقت جو کشتہ خنجرِ تسلیم ہوتے ہیں اور ذبح کی تکبیر اللہ اکبر سے موتوا قبل ان تموتوا کی موج کے گرداب میں آئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس حالت سے رجوع کر کے شریعتِ نبوی ﷺ کے تابع یحیی الموتی کا لباس پہن کر اپنے شیخ کی صورت کے منتظر ہوتے ہیں وہ صورت جو دراصل انسانی شکل میں نورِ الٰہی ہوتی ہے۔ چنانچہ طرفین کے درمیان محبتِ حقیقی جوش مارتی ہے۔ الغرض امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ کعبہ حکمی سے کعبہ حقیقی کی طرف اپنا رُخ پھیرے۔

بعداز وصال شیخ کا فیض:

حافظ میاں عبداللہ[۴۱] کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں خدمتِ اقدس میں حاضر تھا کہ آپؒ نے زبانِ حقیقت کھولی فرمایا کہ دنیا میں عارف کی توجہ تین طرف ہوتی ہے۔ ایک شریعت کی طرف' دوسری وحدت کی طرف' تیسری طالب کی حالت کی طرف۔ مگر جب شیخ اس دنیا سے نقل مکانی کرتا ہے تو شریعت کی پابندی کی تکلیف ختم ہوجاتی ہے اور دو امور پر (یعنی وحدت پر اور طالب کی حالت پر) اس کی نگاہ باقی رہتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کا فیض اس دنیا سے وصال کے بعد طالب کے حق میں پہلے سے زیادہ ہوجاتا ہے مگر اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ طالب کی نسبت اپنے شیخ سے پختہ اور مضبوط ہونی چاہیے۔

محبتِ الٰہی کسی لباس کی محتاج نہیں ہے:

کیچی فقیر کا بیان ہے کہ ایک دن حضرتِ والاؒ آرام فرمارہے تھے اچانک عجلت میں بیدار ہوکر اٹھے اور فقیر اللہ بخش کو بلا کر حکم دیا کہ فوری طور پر اونٹ تیار کر کے ریلوے اسٹیشن (ڈہرکی) لے جاؤ وہاں تمہیں پنڈت شکل وصورت کا ایک فقیر ملے گا جو گیروے رنگ کے لباس میں ہوگا اس کی مونچھیں دراز اور ماتھے پر تلک ہوگا۔ عقیق کی مالا گلے میں ہوگی اسے اونٹ پر سوار کر کے لے آؤ۔ فقیر اللہ بخش حضرتِ والاؒ کے حکم پر اونٹ لے کر فوراً اسٹیشن پہنچا' بتائی گئی نشانیوں کے مطابق اس نے فقیر کو پہچان لیا اور حضرتِ والا کی طرف سے اسے سلام کہا۔ فقیر نے جواب میں کچھ نہ کہا بلکہ خاموش رہا۔ تھوڑی دیر بعد فقیر اللہ بخش سے پوچھا کہ تم میری انتظار میں کیسے کھڑے ہو؟ فقیر اللہ بخش نے حضرتِ والاؒ کے حکم کا سارا حال کہہ سنایا۔ چنانچہ وہ فقیر اونٹ پر سوار ہوکر حضرتِ والاؒ کی خدمت میں پہنچا اور کچھ ایام اس نے آپ کے حضور

میں گزارے۔ جب اس سے صحبت ہوتی (درویشانہ مجلس) حضرتِ والاؒ کی جماعت میں بے حد گریہ وزاری شروع ہو جاتی وہ فیوض سے مالا مال ہو کر روانہ ہو گیا تو بھی تین دن تک جماعت میں ایک خاص ذوق وشوق کی کیفیت رہی۔ اس کی روانگی کے بعد حضرتِ والاؒ نے فرمایا۔ فقر و درویشی اور محبتِ الٰہی کسی خاص شکل وصورت اور لباس کی محتاج نہیں ہے یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

جینویں توں رتجھ رہیں پیارا:

فقیر کیچی کا بیان ہے کہ ایک دن ایک گداگر بندر ہمراہ لیے ہوئے حضرتِ والاؒ کی خدمت میں حاضر ہوا چونکہ اس نے بندر کو سدھایا ہوا تھا چنانچہ وہ گداگر کے اشارے پر مختلف کرتب مثلاً ہاتھ باندھنا' نیاز کرنا' سجدہ وسلام کا اظہار کرنا دکھاتا رہا یعنی جو کچھ گداگر نے اسے سکھلایا تھا وہ سب اس نے کر دکھلایا۔ حضرت والاؒ اس کے ایک ایک کرتب کو بغور دیکھتے رہے اور اس سے آپ کی نگاہِ جمال غیبی کے مشاہدے میں مستغرق رہی۔ اسی وقت آپؒ نے ولی محمد فقیر نعت خواں کو بلوا کر یہ کافی پڑھنے کا حکم دیا۔

اساں اینویں کروں جینویں تو رتجھ رہیں رتجھ رہیں پیارا' رتجھ رہیں پیارا

فقیر نور محمد مست کا بیان ہے ایک دفعہ عصر کی نماز میں نیت باندھنے کے بعد اور تکبیر کہنے سے پہلے حضرتِ والاؒ نے جماعت کی طرف رُخ کرتے ہوئے فرمایا کہ سب عورتوں کے طالب ہیں' میرا طالب کوئی نہیں ہے۔

اوّل با آخر نسبتے دارد:

شیخ عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت والاؒ عصر کے وقت باغ والے چھپر میں تشریف فرما تھے کہ مجھے قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ جونہی آپؒ نے

میری طرف توجہ فرمائی میرے دل سے آواز آئی کہ یہ رسول اللہ ﷺ (کی مثال یا شبیہ) ہیں اتنے میں آپؒ عصر کی نماز کے لیے اُٹھے مسجد کے جنوبی دروازے سے متصل واقع تھلے پر پہنچے تو کالو فقیر ماچھی کی طرف رُخ کر کے فرمانے لگے ۔

کوڙن جو منهن ڪارو تيندو
مير مڪي جو ايهو
شڪر ڪيو سي پير ڏنوسي
مير مڪي جو ايهو

چنانچہ میرا عقدہ حل ہو گیا اور مجھے یقین کی کیفیت حاصل ہو گئی۔

آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا:

فقیر نور محمد مست کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپؒ نے یہ نقل بیان فرمائی کہ گزشتہ زمانے میں ایک طالب ہر وقت اپنے شیخ سے یہی سوال کیا کرتا تھا کہ حضرت! میرے لیے دعائے خیر فرمائیں۔ شیخ جواب میں اسے فرمایا کرتے اللہ تعالیٰ تجھے آدمی بنائے۔ کچھ دنوں بعد اس کے دل میں خیال آیا کہ میں آدمی ہوں جانور تو نہیں ہوں (شیخ یہ کیسی دعا فرماتے ہیں) شیخ نے اسے فرمایا کہ جمعہ کے روز میرے جوتے اپنے پاس لے کر بیٹھ جانا جس وقت بادشاہ وزیر اور باقی مخلوق نماز جمعہ کی خاطر جمع ہو جائیں اس وقت میرے جوتے اپنے سر پر رکھ لینا تمہیں حقیقتِ حال کا علم ہو جائے گا۔ اس نے ایسے ہی کیا چنانچہ اس نے دیکھا کہ تمام لوگوں کی شکلیں بدلی ہوئی ہیں۔ بادشاہ شیر کی شکل، وزیر کفتار کی شکل اور دوسرے تمام لوگ الگ الگ حیوانات کی شکلوں میں ہیں۔ البتہ صرف شیخ انسانی شکل میں ہیں۔ فوراً اس کی چیخ نکلی کہ حضور میں غلطی پر تھا، بات میری سمجھ نہ آئی تھی مجھے معاف فرمائیں۔

احیائے اسلام:

فقیر محمد ہاشم ماڑیچہ کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت صاحب الروضہ (قبلہ عالم سید محمد راشدؒ) سفر پر روانہ ہونے لگے تو سوار ہوتے وقت آپؒ ریشمی لنگی سے کمر باندھنے لگے، اتنے میں کسی ٹالپور نے پوچھا حضور! رسول اللہ ﷺ دنیا میں کتنی دفعہ تشریف لائے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا تین بار، ایک دفعہ مکہ معظّمہ میں، دوسری دفعہ بغداد میں اور تیسری دفعہ اب تشریف لائے ہیں۔ سائل نے پوچھا کہ حضور اب کس جگہ؟ آپؒ نے فرمایا جو کمر باندھ رہے ہیں اس کے بعد آپؒ سوار ہو کر سفر پر چل پڑے۔ (۴۲)

میت کی بخشش کی خصوصی دُعا:

فقیر پیر محمد پنجابی لانگری کا بیان ہے کہ حضرتِ والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ جہاں کہیں کوئی مسلمان اس دنیا سے رحلت کرے جو شخص پہلی رات اس میت کی قبر کے پاس یا جہاں بھی اس ترتیب سے دو رکعت نماز نفل ادا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک دفعہ سورۃ الھٰکم التکاثر دس دفعہ پڑھے۔ دوسری رکعت میں بھی یہی سورتیں اسی ترتیب سے پڑھے اس دو رکعت کا ثواب اس میت کی روح کو بخش دے تو اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل واحسان اور اس نماز کی برکت سے چار ہزار فرشتے اس میت کی قبر مقرر فرما دیتا ہے جو قیامت تک اس کے لیے مغفرت طلب کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ میت بخش دیا جاتا ہے اسی طرح یہ فرشتے نماز پڑھنے والے کے لیے بھی مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دونوں کو اپنی بخشش سے نوازتا ہے۔

ایک دفعہ حضرتِ والاؒ کی زبان مبارک سے سنا گیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ جو شخص کسی میت کی قبر پر آنحضور ﷺ کی یہ حدیث تین بار پڑھے اور اپنی شہادت کی

انگلی اس قبر کے سر کی طرف اٹھائے اللہ تعالیٰ اس میت کی مغفرت فرما دے گا وہ حدیث یہ ہے۔

اللھم انی اسئلک بحق محمد و آل محمد ان لا تعذب ھذا المیت

''اے اللہ میں محمد مصطفیٰ اور ان کی آل کے وسیلے دعا مانگتا ہوں کہ اس میت کو عذاب سے بچانا''۔

اس فقیر جامع نے اپنی آنکھوں سے بارہا دیکھا کہ حضرتِ والاؒ قبروں کی زیارت کے لیے جب بھی تشریف لے جاتے یہ دعا ہمیشہ پڑھتے۔

فقیر اللہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے حضرتِ والاؒ کی زبانِ مبارک سے سنا کہ آپ یہ کافی پڑھ رہے تھے۔

شکر کیو سي پیر ڏنوسي،

ناهي باهر محمد پیو

شمس تبریزیؒ کا واقعہ:

حافظ شیخ عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ نے وعظ کے دوران یہ نقل بیان فرمائی کہ شمس تبریزیؒ نے مردہ زندہ کیا تھا۔ وہ واقعہ یوں ہے کہ بادشاہِ وقت کا بیٹا کسی سبب سے فوت ہو گیا اس نے حضرت شمس تبریزیؒ کو بلوایا اور عرض کیا کہ حضور! میرا بیٹا زندہ کریں، آپؒ مردے کے سرہانے تشریف لائے اور دوبار قم باذن اللہ فرمایا مگر وہ مردہ نہ اٹھا۔ اس کے بعد آپ نے قم باذنی کہا تو مردہ اٹھ بیٹھا اس واقعے کی حقیقت یہ ہے کہ جب آپ نے قم باذن اللہ فرمایا اس وقت آپ کی اپنی ہستی قائم اور موجود تھی یعنی صورتِ خیالیہ میں اس وقت شمس تبریزی اور اللہ تعالیٰ دونوں الگ الگ موجود تھے اسی وجہ سے آپؒ کی بات میں اثر نہ ہوا اس کے

بعد آپ نے اپنی نفی کی اور حق کا اثبات کیا اور اسی صورت میں قم باذنی فرمایا تو شہزادہ زندہ ہو گیا اسی طرح ہر طالب حق کو چاہیے کہ شغل حق میں اپنے وجود اور اپنی ذات کو کسی شمار میں نہ لائے۔ صرف اور صرف ذات کی طرف متوجہ رہے۔

ہست قرآں در زبان پہلوی:

شیخ عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ نے فرمایا کہ کلامِ الٰہی تین دفعہ نازل ہوا ہے (۴۳)۔ ایک دفعہ عربی میں آنحضور کی زبانِ مبارک پر جاری ہوا۔ دوسری دفعہ فارسی میں جو مثنوی مولانا روم کی شکل میں موجود ہے، تیسری دفعہ سندھی میں حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے رسالے کی صورت میں۔

تو زندہ ہے واللہ:

شیخ عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ ایک دفعہ عصر کی نماز کے وقت نیت باندھنے کے بعد اچانک حضرتِ والاؒ نے جماعت کی طرف رُخ مبارک پھیرا اور فرمایا کہ سرورِ کائنات حبیبِ خدا ﷺ زندہ ہیں اس میں قطعاً کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

تین قسم کے لوگوں سے آپ کی ناپسندیدگی:

فقیر پیر محمد لانگری کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ نے جلال میں آ کر کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ تین شخصوں کی داڑھی نوچ لوں ایک وہ جو دوسرے لوگوں کی عورتوں کو دینی بہنیں بنا لیتے ہیں (۴۴) دوسرے وہ جو اپنی ساری عمر کیمیا گری ایسی لغو چیز کے پیچھے برباد کر دیتے ہیں اور تیسرے وہ جو دنیائے دوں کی خاطر وردووظائف میں سر مارتے ہیں۔

راز و نیاز کی باتیں:

فقیر عبدالرحیم عرف بڑے فقیر کا بیان ہے کہ ایک دفعہ سوئی شریف کے فقراء نے حضرت والاؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور! حضرت پیر سائیں

سانول صاحب (حضرت میاں ابوبکر عرف سانول سائیں شیخ ثالث سوئی شریفؒ) کافی عرصہ سے سفر پر ہیں اور گھر واپس نہیں ہو رہے مہربانی فرما کر انہیں خط لکھیں کہ چولستان کے سفر سے واپس تشریف لائیں۔ آپ نے زبانِ مبارک سے یہ بیت ارشاد فرمائے اور یہی لکھوا کر انہیں روانہ فرمائے:

لاکالج سنڌياءِ اوڏ اگلي آهيان

پکا سي پرتاءِ اڏيم تنهنجي آسريِ

حضرت سانول سائیںؒ نے جواب میں یہ اشعار لکھ بھجوائے:

وڌو کين وڻاھ پھڻ اوحپا نہ ٿيو

ٿموم نيٽاھ پير نھاريان پرين جو

فقیر عبدالرحیم کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ایک عقیدت مند کچے بیر بطور نذرانہ لایا اسی دوران ایک دوسرے عقیدت مند نے پختہ بیروں سے بھرا ہوا تھیلہ پیش خدمت کیا۔ پہلے عقیدت مندوں نے دل میں خیال کیا کہ شاید میرے کچے بیر پسند نہ آئے وہ دل میں قدرے نادم ہوا۔ آپؒ نے اسی وقت یہ شعر پڑھے:

کچا پي قبول آيل آديسين جا

آيا منجھ حضور لٿا حق حساب جا

اصل چیز توکل ہے:

فقیر اکبر علی کا بیان ہے کہ ایک روز حضرتِ والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت بھورل سائیںؒ (حضرت میاں محمد حسین شیخ ثانی سوئی شریف) ایک امیر آدمی اور ایک درویش اکٹھے بیٹھے کہ اتنے میں لنگر سے کھانا آ گیا حضرت صاحب اور دولت مند شخص اکٹھے کھانے لگے اور درویش کو بھی شریکِ طعام کر لیا۔ درویش ادب

اور لحاظ کی خاطر آہستہ آہستہ کھانے لگا۔ حضرت بھورل سائیںؒ نے دیکھا تو فرمایا کہ درویش ہمت کرو۔ درویش نے عرض کیا حضور! جو قسمت میں ہوگا کھالوں گا۔ آپؒ نے فرمایا ملک اور قسمت کوئی چیز نہیں تم ہمت کرو' اس کے بعد حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ ملک اور قسمت کیا ہے اصل بات تو توکل ہے پھر فرمایا توکل ہمارے حضرت (حضرت جیلانی سائیں قدس سرہ) کے زمانے میں تھا' ایک دفعہ میں آپؒ کے ہم رکاب تھا کہ آپؒ ایک دعوت پر تشریف لے گئے۔ جماعت کے لیے طعام نہ آیا تو آپؒ نے تمام درویشوں کو جمع کر کے پوچھا کہ کسی کے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے یا نہیں' اتفاق سے ایک درویش کے پاس پراٹھا مل گیا۔ آپؒ نے اس سے پوچھا یہ تم نے کیوں اٹھایا ہے؟ اس نے عرض کیا میں نے آپؒ کے لیے یہ روٹی اٹھائی تھی تا کہ اگر آپؒ طلب فرمائیں تو پیش خدمت کروں۔ آپؒ نے اسی وقت یہ پراٹھا سب میں تقسیم کر دیا اور فرمایا کہ فقراء کے رزق کو اسی نے تو روک رکھا ہے۔

میرے ماہی جیہا نہ کوئی ہور:

فقیر اکبر علی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ سردیوں کے موسم میں فقیر اللہ بخش اور میں سحر کے وقت حضرتِ والاؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم نے دیکھا کہ آگ سلگ رہی ہے اور آپؒ اکیلے تشریف فرما ہیں خوش طبعی کے انداز میں آپؒ نے گفتگو شروع کی اور فرمانے لگے کہ گاجی (ایک بزرگ کی طرف منسوب مزار) کے مجاوروں کا بیان ہے کہ ان کی قبر یہی ہے حالانکہ ان کی قبر ڈھوک میں ہے۔ اس کے بعد آپؒ نے شیخ موسیٰ نوابؒ کے مجاوروں کی کچھ باتیں بیان فرمائیں پھر ہمیں فرمانے لگے کہ تم دونوں اکٹھے جا کر ان مجاوروں سے کہو کہ ہمیں پیر (صاحبِ مزار) نے حکم دیا ہے آپ لوگوں کو ایسے طریقے سکھلائیں گے کہ خوب بخود تسخیر کا دروازہ کھل جائے گا۔ اس

کے بعد ان پر کچھ نہ کچھ نذرانہ مقرر کردو جو وہ تمہیں خود پہنچا دیا کریں گے۔ پھر آپ نے اللہ بخش سے فرمایا کہ میں تمہیں سمہ سلطان کے مرید بتاؤں۔ یہ فرما کر آپؒ نے یہ موضوع چھیڑ دیا اور آپؒ کی زبانِ مبارک پر یہ کافی جاری ہوگئی ؎

میرے ماہی جیہا نہ کوئی ہور
عرش منور بانگاں ملیاں سنیاں تخت لاہور

یہ مصرعہ آپؒ نے دو تین بار دہرایا اور مجھے ارشاد فرمایا کہ اس مصرعے کا معنی بیان کرو میں نے عرض کیا حضور مجھے علم نہیں، فرمایا بُلّہ شاہ کے مرشد لاہور میں تھے۔ یعنی عرشِ عظیم کی آواز (مراد الہام) صاحب لاہور یعنی میرے شیخ نے سنی پھر فرمانے لگے کہ بلھہ شاہ کے مرشد ارائیں تھے۔ میں نے پوچھا حضرت بلھہ شاہ کے مرشد قوم کے اعتبار سے ارائیں تھے؟ فرمانے لگے تم نے سنا نہیں دوسری جگہ بُلھہ شاہ فرماتے ہیں ع نوکر کھڑ ساں باغبانی دا

قصے کہانیوں کا کیا فائدہ:

فقیر عبدالرحیم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت والاؒ کے حکم سے بستی صالح خان میں سکونت اختیار کر رکھی تھی۔ اس دوران کتاب قوۃ العاشقین اکثر میرے زیرِ مطالعہ رہتی تھی ایک دفعہ حاضرِ خدمت ہوا تو آپؒ نے فرمایا قصے کہانیاں پڑھنے کا کیا فائدہ؟ باطنی اشغال میں اپنی ہمت صرف کرنی چاہیے اس میں قصے کہانیاں سننے کا شوق بھی پورا ہو جاتا ہے۔

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے:

فقیر عبدالرحیم کا بیان ہے کہ ایک دفعہ علی محمد فقیر مٹھن کوٹی اور میرے درمیان یہ گفتگو چل پڑی کہ ہم نے اتنے شغل اشغال کیے مگر کوئی خاص فائدہ معلوم نہیں ہوا،

اس گفتگو کے بعد میں کہیں باہر چلا گیا۔ آٹھ روز کے بعد واپس آیا تو یہی بات میں نے ایک اور شخص کی وساطت سے حضرتِ والاؒ کی خدمت میں عرض کرائی صبح کا وقت تھا، حضرتِ والاؒ وضو فرما رہے تھے، علی محمد مٹھن کوٹی کھجور کے درخت کی اوٹ سے دیکھ رہا تھا اس وقت میں کھڑا تھا آپؒ نے ارشاد فرمایا ادھر آؤ میں ادب کے ساتھ حاضر ہو کر سامنے بیٹھ گیا، آپؒ نے فرمایا تمہیں فاتحہ یاد ہے یا نہیں، میں نے کہا حضور یاد ہے، آپؒ نے فرمایا الحمد نماز میں پڑھو یا نماز کے باہر، اسے صرف الحمد ہی (روایتی انداز میں) نہ سمجھو اسی طرح اپنے ورود و وظائف کو بھی صرف ورد نہ سمجھو۔ میں نے تمہیں مولوی یار محمد راجن پوری کے کہنے پر رکھ لیا ہے ورنہ تمہارا کوئی حال نہیں ہے، دو کام نہیں ہو سکتے پڑھانا اور باطنی اشغال کمانا پھر آپؒ نے فرمایا گفتگو کرنا فضول ہے پہلے قال ہوتا ہے پھر حال قال تو ہے نہیں حال کیسے آئے گا۔ اتنے میں نماز کا وقت تنگ ہونے لگا، آپؒ نے جوش میں چند الفاظ فرمائے جو میری ناقص عقل میں سمجھ نہ آ سکے۔ مولوی شمس الدین صاحب نے چھ دفعہ نماز نماز کی آواز بلند کی۔ اب آپ اس حال سے واپس آئے اور سرد آہ بھر کر نماز کے لیے چل پڑے۔ نماز فجر اور اشراق کے بعد میں سامنے آیا تو آپؒ نے فرمایا جاؤ ہمت (عبادت ریاضت میں) کرو اس کے بعد میں ہر رات حاضر ہوتا یہ سردیوں کا موسم تھا، آپؒ آگ روشن کراتے تاکہ درویشوں کو سردی نہ ہو۔ اتفاق سے ایک رات درویش سو رہے تھے تو آپؒ نے آگ خود روشن کی، ایک رات فرمایا تمہارے راستے میں جو بستیاں اور گاؤں پڑتے ہیں وہاں کے لوگ تمہیں جانتے ہیں یا نہیں؟ میں عرض کیا حضور! مجھے کوئی نہیں جانتا پھر میں اجازت لے کر روانہ ہوا، کچھ دیر بعد آپؒ نے محمد ہاشم کو کھجوریں اور کچھ گرم چیزیں دے کر بھجوایا کہ فقیر (مجھے) کو دے آؤ کہ اس پر سردی اثر انداز نہ ہو سکے۔ وہ

بھاگتا ہوا آیا اور مجھے یہ چیزیں دے گیا۔ ایک رات پھر میں حاضر ہوا اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا تو ارشاد فرمایا کہ ہمت کرو دن تھوڑے رہ گئے ہیں میں بات نہ سمجھ سکا کہ اس سے حضرت والاؒ کی کیا غرض ہے؟ دوسری دفعہ رات کے وقت آپؒ نے پھر یہی کلمات دہرائے تو بھی میر ناقص عقل میں سمجھ کچھ نہ آیا۔ تیسری دفعہ آپؒ نے فرمایا وقت یہی ہے کچھ کرنا ہے تو کرلو ورنہ رہو گے نہیں۔

اے کریمے کہ اے خزانۂ غیب:

مولوی صاحب (غالباً مولوی عبیداللہ کے والد) کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ نے یہ نقل بیان فرمائی کہ ایک بیوہ عورت کا بچہ صغیر سن تھا اور وہ اسے ہمیشہ سکھلایا کرتی تھی کہ بیٹا جب تمہیں بھوک لگے وضو کر کے مراقبہ کرلیا کرو اللہ تعالیٰ تمہیں رزق عطا فرمادیں گے بھوک کے وقت لڑکا جونہی مراقبہ کرتا اس کی والدہ چپکے سے ایک روٹی اس کی بغل میں رکھ دیتی تھوڑی دیر بعد وہ سر اٹھاتا اور روٹی کھالیتا الغرض اس طرح ہوتا رہا یہاں تک کہ بچے کی عادت اور یقین پختہ ہوگیا۔ اتفاق سے ایک دن یہ لڑکا دوسرے لڑکوں کے ہمراہ جنگل سے لکڑیاں لانے کی خاطر گیا۔ لکڑیاں جمع ہوگئیں تو سب نے اپنے اپنے سروں پر اٹھا کر واپسی کی راہ لی۔ راستے میں ایک تالاب تھا جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو سب نے بار اتار دیا' تمام لڑکوں کے پاس روٹی موجود تھی جو ان کی ماؤں نے انہیں کپڑے میں باندھ کر ساتھ کردی تھی۔ چنانچہ وہ روٹی نکال کر کھانے لگی اور یتیم بچے کو کہنے لگے کہ تم بھی کھاؤ۔ اس کے پاس تو روٹی تھی نہیں۔ چنانچہ اس نے اپنی مقررہ عادت کے مطابق وضو کیا اور مراقبہ میں مشغول ہوگیا' سارے بچے مذاق کرنے لگے کہ اس کی والدہ نے چونکہ اسے روٹی نہیں دی تھی اس لیے شرم سے منہ چھپا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا اے فرشتو! بہشت

سے طعام لے کر جلدی اس لڑکے کو پہنچاؤ۔ فرشتوں نے بہشت سے طعام لے کر اس طرح اس کی بغل میں ڈال دیا جیسے اس کی ماں ڈالا کرتی تھی تمام لڑکوں نے اس کے انوکھے طعام پر تعجب کیا اور حیرت زدہ ہو گئے۔ اس کے بعد آپؒ نے فرمایا:

''اے طالبانِ حقیقت! جو شخص بھی خلوصِ نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق جوڑ لیتا ہے پس اللہ تعالیٰ اس کی ہر ضرورت پوری کرتا ہے اور کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہوتا''۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود:

مولوی صاحب کا بیان ہے کہ میں اور فقیر محمد اُبھ (مشرق) کے سفر میں حضرتِ والاؒ کے ہمراہ تھے۔ واپسی پر خمیس کے دن آپؒ نے فرمایا کہ انشاء اللہ کل جمعہ ہم اپنی جگہ (بھرچونڈی شریف) میں ادا کریں گے۔ اسی روز ایک مسکین سید صاحب نے عرض کیا حضور! میرے قصبے کے اکثر لوگ بے عمل ہیں، نماز بالکل نہیں پڑھتے، میری دعوت قبول فرمائیں تو کرم نوازی ہو گی۔ چنانچہ آپؒ نے اس کی دعوت قبول فرمائی اور روانہ ہو کر سید صاحب کے قصبے میں اُترے، ایک شخص بھی زیارت کے لیے نہ آیا۔ اتفاق سے قصبے کے تمام لوگ اپنی عورتوں سمیت شیخ موسیٰ نوابؒ کے میلے پر گئے ہوئے تھے۔ قصبہ بالکل خالی تھا۔ جمعہ کے روز تمام لوگ واپس آ گئے مگر حضرت والاؒ کی زیارت کے لیے کوئی بھی نہ آیا حالانکہ یہ لوگ جماعت فقراء کو دیکھ چکے تھے اور ہر شخص نے سن بھی لیا تھا کہ حضرتِ والاؒ مع جماعت تشریف لائے ہیں۔ جمعہ کا وقت قریب ہوا تو آپؒ نے حکم دیا کہ نماز کے لیے زمین صاف کی جائے اور وسیع میدان تیار کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیں بہت بڑی جماعت کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرائے گا۔ نیز میدان میں گھاس پھونس (مٹی سے بچنے کے لیے) ڈالا جائے۔ فقراء نے

تعمیلِ ارشاد کرتے ہوئے تنگ اور چھوٹی سے مسجد کے اردگرد وسیع میدان صاف کرلیا اور اس میں گھاس وغیرہ ڈال دیا۔ حضرت والاؒ نے اوّل وقت میں غسل فرمایا اور اس چھوٹی سے مسجد میں آ کر بیٹھ گئے۔ اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ اتنی کوشش کی جارہی ہے بڑی جماعت کہاں سے آئے گی زیارت کے لیے کوئی آیا نہیں' نماز کی خاطر میرے علاوہ زیادہ سے زیادہ دو تین آدمی اور آ جائیں گے۔ فقیر محمد اور میں سورج کی حرارت کی وجہ سے مسجد کی دیوار کے سایے میں جا کر بیٹھ گئے اور دیکھنے لگے کہ کیا ہوتا ہے؟ حضرت والاؒ نے تحیۃ المسجد پڑھی اور تھوڑی دیر کے بعد رُخ مبارک پھیر کر قصبے کے ایک آدمی کو فرمانے لگے میرے بھائی! جس شخص نے بھی اپنے سر پر عمامہ لپیٹا ہوا سے کہہ کر آؤ کہ نماز کے لیے آؤ' وہ شخص اپنی جگہ سے نہ اُٹھا۔ آپؒ نے ایک اور آدمی سے فرمایا تم جاؤ' وہ مسجد کے دروازے تک آیا پھر بیٹھ گیا۔ قدرت خداوندی! حضرت والاؒ کی یہ آواز ایسا صورِ اسرافیل ثابت ہوئی گویا ہر شخص نے سن لی۔ تھوڑی دیر میں لوگوں نے اس کثرت سے مسجد کا رُخ کیا کہ مسجد اور سارا میدان بھر گیا اور تمام لوگ صفیں بنا کر بیٹھ گئے۔ فقیر محمد اور میں نے غور کیا تو نو صفیں مسجد میں اور دس صفیں باہر تھیں اور ہر ایک صف میں دس دس آدمی تھے گویا پندرہ سو بیس آدمیوں نے نماز میں شرکت کی' مجھے سخت عبرت ہوئی اور یقین ہو گیا کہ کامل کی بات فرمانِ الٰہی ہے اس میں ذرہ بھر فرق نہیں ہے۔

فریادی اونٹنی:

فقیر اکبر علی محمود جت کی زبانی بیان کرتا ہے کہ ایک رات ایک کمزور بیمار اور کرم خوردہ اونٹنی آئی اس نے مسجد کے بڑے دروازے کے اندر تھوڑی دیر کے لیے اپنا سر رکھا اور پھر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد حضرت والاؒ نے پوچھا کہ اونٹنی کہاں چلی گئی؟

اسے جلدی تلاش کر کے لے آؤ۔ جب ہم لوگ اسے واپس لائے تو حضرتِ والاؒ نے حکم فرمایا کہ اس کی خدمت دوائی یہاں نہ ملے تو سکھر سے لے آؤ۔ چنانچہ میں اسے لے گیا اور خدمت کرنے لگا۔ یہ اونٹنی ایسی ضعیف اور کمزور تھی کہ گھاس بھی نہیں کھا سکتی تھی۔ چنانچہ میں جوار کا آٹا پانی میں بھگو کر اسے کھلاتا اور جو کوئی اس کا جو علاج بتاتا وہ کرتا، کچھ دنوں بعد اونٹنی تندرست ہو گئی اتنے میں اس کا مالک بھی آ گیا۔ آپؒ نے سخت تنبیہ فرمائی اور ڈانٹا، اس نے عرض کیا حضور! میری یہ اونٹنی گم ہو گئی تھی مجھے کہیں سے بھی اس کا پتہ نہیں چل سکا کہ کدھر گئی ہے۔ میں پوچھتے پوچھتے یہاں پہنچا ہوں۔ آپؒ نے فرمایا اسے لے جاؤ اور قابو کرو، جب وہ چلا گیا تو آپؒ نے فرمایا، یہ اونٹنی میرے پاس فریادی بن کر آئی تھی۔

تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا:

فقیر عبدالرحیم کا بیان ہے کہ ایک دفعہ لنگر کا ایک اونٹ چور لے گیا۔ حضرتِ والاؒ نے حاجی خان مہر کی طرف پیغام بھجوایا کہ ان ان علامات کا لنگر کا اونٹ چور لے گیا ہے یہ واپس کراؤ۔ حاجی خان نے بہاول خان کی طرف پیغام بھجوایا کہ تم آرام سے گھر میں بیٹھے ہو اور حضرتِ والاؒ کا اونٹ جا رہا ہے۔ بہاول خان اس علاقے کا بڑا افسر تھا اور چور اس سے ایسے ڈرتے تھے کہ اس کے پیغام یا نشانی پر ہی چوری شدہ مال واپس کر دیتے تھے۔ پیغام ملتے ہی بہاول خان سوار ہو کر چور کے نشانات پر اس کے تعاقب میں روانہ ہو گیا اور بالآخر اسے چوتھی منزل پر جا لیا اور اسے منہ پر طمانچہ لگاتے ہوئے کہنے لگا کمینہ تیرے اندر چوری کی لیاقت بھی نہیں ہے کہ میں تعاقب کر کے تمہیں پہنچ گیا ہوں اور اونٹ بھی تو نے ایسے آدمی کا چرایا جو تجھے کبھی نہ چھوڑتا۔ پھر اس نے پوچھا کہ آج اونٹ چرا کر روانہ ہوئے تمہیں کتنے دن ہو گئے ہیں اس نے کہا

ساتواں دن ہے۔ بہاول خان نے پوچھا اتنے دن کہاں رہے ہو؟ اس نے کہا کیاں کروں؟ بے طاقت اور اندھا ہو گیا تھا۔ چنانچہ بہاول خان نے اسے باندھ لیا راستے میں اس کی خوب مرمت کی اور اسے حاجی خان کے حوالے کیا۔ حاجی خان کہنے لگا میرا اس سے کچھ مطلب نہیں۔ میں اسے حضرت والاؒ کی خدمت میں حاضر کر دیتا ہوں آگے جو حضرت کی مرضی! چنانچہ چور کو حضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ چور آپؒ کو دیکھتے ہی فریاد و فغاں کرنے لگا کہ حضور! مجھے بہت مارا ہے میں نے اپنے اہل و عیال کی بے مائیگی اور بھوک کی وجہ سے آپ کا اونٹ چرایا تھا۔ میرا ارادہ تھا کہ اسے بیچ کر گزر راہ کروں۔ حضرتِ والاؒ نے فرمایا درویشو! یہ بات اچھی نہیں ہے کہ ایک مسلمان کو میں اپنے ہاتھ سے باندھ کر حکومت کے حوالے کروں۔ پھر آپؒ نے چور سے فرمایا کمینہ! چوری سے توبہ کر، اس نے توبہ کی' آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ اسے ایک لنگی اور عمامہ دیا جائے' فقراء نے یہ دونوں چیزیں لا کر اسے دیں تو آپؒ نے حکم فرمایا کہ اسے ایک روپیہ بھی دیا جائے تاکہ راستے میں اس کے کام آئے۔ چنانچہ اسے وہ بھی دے دیا گیا۔

حضرتِ والاؒ کی غذا:

فقیر محمود گبول کا بیان ہے کہ ایک دفعہ دہنگانہ طخان کے بھائی دودا' میں' اور' دو' اور ساتھی حضرتِ والاؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اتنے میں حضرت والاؒ نے اپنا کھانا طلب فرمایا۔ سالن میں ساگ تھا' آپؒ نے تھوڑا سا اس میں سے لے لیا اور باقی ساگ اور روٹیاں ہمارے حوالے فرمائیں اور آپؒ نے فرمایا کہ یہ ساگ کے پتوں کا سالن ہے میں نے پوچھا قبلہ حضور خوش طبعی فرما رہے ہیں یا حقیقت ہے۔ آپؒ نے فرمایا حقیقت ہے۔

مسجدے کو درِ درونِ اولیاء:

فقیر محمد گبول کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپؒ نے مسجد بھرچونڈی شریف کے شمالی دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ باب الرحمٰن ہے اور مسجد کے میناروں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ مینار بیت اللہ کے میناروں کی مانند ہیں۔ ایک اور درویش کا بیان ہے کہ آپؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نے مدینہ منورہ (مسجد نبویؐ) کے مینار نہ دیکھے ہوں تو وہ یہ مینار دیکھ لے۔ آپؒ نے ہاتھ کی انگلی سبابہ اُٹھا کر میناروں کی طرف اشارہ فرمایا اس وقت آپؒ مسجد کے سامنے والے بڑے دروازے کے سامنے صحن میں کھڑے تھے۔

سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے:

فقیر جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ ہمارے حضرت (جیلانی سائیںؒ) قصبے سے باہر نکلے تو آپؒ نے دیکھا کہ گدھے کا ایک چھوٹا سے بچہ سنڈاس کے ڈھیر پر پڑا ہے اس نے جونہی حضرت شیخ کو دیکھا آپ کی طرف منہ اُٹھا کر انتہائی پُر درد لہجے میں آوازیں نکالنے لگا، آپؒ نے فرمایا اس کی ماں کو چور لے گئے ہیں۔ فقراء کی جماعت کو آپؒ نے حکم دیا کہ دوڑو جلدی اس کی ماں کو واپس لاؤ۔ پھر آپؒ نے فرمایا جنوب کی طرف جاؤ کہ چور اسی طرف گدھی کو لے جا رہا ہے۔ فقراء اسی وقت دوڑ پڑے اور چور کو گدھی سمیت پکڑ لائے۔ آپؒ نے چور کی اچھی گوشمالی کرائی اور اسے آئندہ کے لیے چوری سے توبہ کرائی۔ پھر آپؒ نے فرمایا کہ کمینہ! تیرا خیال یہ تھا کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا اور مجھے پکڑ بھی کوئی نہیں سکے گا۔ اس نقل کے بعد حضرتِ والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ میرے شیخ (حضرت جیلانیؒ) کی فریاد رسی کا یہ عالم تھا کہ آپ حیوانوں پر بھی رحم فرمایا

کرتے تھے (یعنی ان کی دادرسی سے بھی گریز نہیں فرماتے تھے) اس وقت حکمرانی ان کے پاس تھی کہ تالپروں (امیرانِ سندھ) کا زمانہ تھا میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی ایسے کروں۔ مگر کیا کروں کہ وقت نازک ہے (انگریز کا کا دور شروع ہوگیا تھا)۔

مولانا ہمایونی سے آپ کے ایک فقیر کا مکالمہ:

مولوی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز مجھے "ہمایوں" جانے کا اتفاق ہوا میاں عبدالغفور صاحب کے خالو مولانا ڈنہ نے پوچھا کہ مولوی ! حافظ صاحب (حضرت والاؒ) کے مرید ہوئے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ انہوں نے کہا وہ تو فقط حافظِ قرآن ہیں عالم تو نہیں ہیں۔ میاں صاحب کے مرید کیوں نہ ہوئے کہ بادشاہ ہیں، میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے میرے پیر کو جو علم دیا ہے میاں صاحب کو اس کی کیا خبر؟ انہوں نے کہا ایسا مت کہو میں نے کہا کسی درویش کا شعر پڑھتا ہوں۔ میاں عبدالغفور صاحب اس کا معنی کر دکھائیں ؎

سر برہنہ نیستم دارم کلاہ چار ترک
ترکِ دنیا، ترکِ عُقبیٰ، ترکِ مولیٰ، ترکِ تُرک

ایک شخص نے کسی فقیر کو دیکھا کہ وہ ننگے سر نماز پڑھ رہا ہے اس نے کہا فقیر صاحب ننگے سر نماز درست نہیں ہوتی۔ درویش نے جواب میں یہی شعر پڑھا۔ مولا ڈنہ اسی وقت میاں صاحب کے پاس گیا اور کہنے لگا میں نے ایک درویش سے بحث کی ہے اس شعر کے معنی بیان کیجیے۔ میاں عبدالغفور صاحب نے فرمایا خالو! اس کلام کے معنی کسی درویش سے پوچھیے مجھے علم نہیں۔ اس نے کہا اتنے کمرے آپ نے کتابوں سے بھر رکھے ہیں آپ کو اس شعر کا معنی بھی نہیں آتا، انہوں نے فرمایا نہیں۔

مولا ڈنہ نے ہاتھ زانو پر مارے اور کہا افسوس ہے آپ پر، اتنے بڑے عالم

ہو کر آپ کو اس شعر کا معنی نہیں آیا۔ آپ نے تو مجھے رسوا کر دیا۔ میں اس وقت اپنے مرشد کی صورت کا تصور کیے ہوئے تھا۔ یہ بات پھیل گئی کچھ دنوں بعد مجھے کتنہ جانے کا اتفاق ہوا۔ فتنہ انگیز طلباء نے میاں عبدالغفور سے کہا کہ مولوی (میں) ہر شخص سے کہتا پھرتا ہے کہ میاں صاحب اس شعر کا معنی نہیں کر سکے۔ انہوں نے کہا مولوی صاحب کو میرے پاس لے آؤ میں اس وقت علیحدہ بیٹھا تھا مجھے لے گئے۔ میاں صاحب فرمانے لگے اس شعر کے معنی کیا ہیں؟ ترکِ دنیا' ترکِ آخرت کرنا' میں خاموش رہا اور سوچا کہ اگر کہوں کہ جناب آپ کے گھر میں خوب ترکِ دنیا ہے (تعریضاً) تو فتنہ اُٹھ کھڑا ہوگا بعد میں ان کے درویشوں سے میں نے کہا مولانا صاحب نے صرف لفظی بحث کا سہرا لیا ہے رہا ترکِ دنیا تو وہ بات اپنی جگہ ہے (یعنی نہیں ہے)۔

مولوی صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں ملا محمود کی شادی کی تقریب کے سلسلے میں ہمایوں آیا۔ مغنیہ نے گانے بجانے کے بعد ہر شخص سے بطور مبارک نقد رقم وصول کرنا شروع کر دی یہاں کہ میری باری آ گئی۔ اتفاق سے اس وقت میرے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ میں نے اپنے شیخ کو یاد کیا کہ مجھے اس مصیبت سے چھٹکارا دلائیں۔ مغنیہ میرے پاس آئی اور پانچ روپے طلب کرنے لگی کہ تم (دولہا کے) ساتھ ہو۔ اچانک میرے اندر سے آواز نکلی کہ دیکھو تو سہی یہ عورت زیورات و پیسے سے بھری ہوئی ہے وہ سن کر واپس چلی گئی اور لوگوں کو جا کر بتایا کہ مولوی نے مجھے بددُعا دی ہے ہو سکتا ہے کہ میں ہلاک ہو جاؤں سبحان اللہ! اسے روپے وصول کرنا بھول گئے اور اس پر خوف اور ڈر سوار ہو گیا بعد میں انہوں نے کچھ چیزیں خیرات کیں مجھے چھٹکارا مل گیا اور پھر اس نے کچھ طلب نہ کیا۔

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد:

فقیر (جامع اوراق) عرض کرتا ہے کہ ایک روز حضرتِ والاؒ نے یہ نقل بیان فرمائی کہ گزشتہ زمانے میں ایک عورت ہمیشہ اپنے بیٹے کو یہ تعلیم دیا کرتی تھی کہ بیٹا جب کبھی تمہیں سفر میں کسی قافلے کی ہمراہی میں جانا پڑے، قافلہ جہاں اُترے تم ہمیشہ اپنے ساتھیوں کی سرداری کرنا' لڑکے نے ماں کی نصیحت یاد کر لی۔ قافلہ جہاں بھی منزل انداز ہوتا یہ لڑکا ایک اونچی بوری پر بیٹھ جاتا اور ساتھیوں کو مختلف احکام جاری کرتا کہ لکڑیاں لاؤ' آگ جلاؤ' پانی لاؤ' روٹی پکاؤ۔ الغرض سارے سفر میں اس کی یہی کیفیت رہی کہ وہ ایک بڑے بورے پر بیٹھ جاتا کمر اور زانو کو کپڑا لپیٹ کر باندھ لیتا اور کسی کام کو ہاتھ نہ لگاتا' سفر سے واپس آیا اور اپنی والدہ کے پاس پہنچا تو اس نے پوچھا بیٹا تم نے اپنے ساتھیوں کی سرداری کی یا نہ؟ اس نے کہا ہاں والدہ نے کہا کس طرح؟ مجھے اچھی طرح بتاؤ چنانچہ اس نے سارا حال کہہ سنایا۔ ماں نے اس کے منہ پر طمانچہ مارا اور کہنے لگی بے ادب! سردار اسے تو نہیں کہتے قافلے یا ساتھیوں کا سردار تو وہ ہوتا ہے جو اپنے ساتھیوں کی خدمت کرے ان کے لیے لکڑیاں اور پانی وغیرہ لانے کی خدمت خود سرانجام دے نہ کہ دوسروں سے کرائے۔

تمیز بندہ و آقا فسادِ آدمیت ہے:

حافظ صاحب ڈنہ افغان کا بیان ہے کہ حضرت اپنے شیخ (حضرت جیلانیؒ) کی زبانی یہ نقل بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب الروضہ (قبلہ عالم سید محمد راشدؒ) نے جماعت فقراء سے فرمایا کہ آؤ مسجد کے فرش کے لیے گھاس (ایک خاص قسم کا گھاس جو فرش کی جگہ بچھایا جاتا ہے کہ فرش پختہ نہیں ہوتے تھے) کاٹ لائیں ہر شخص کو آپؒ نے اچھی درانتی عنایت فرمائی اور اپنے لیے ٹوٹے

ہوئے دستے والی درانتی رکھی۔ جب وہاں پہنچے تو ہر شخص اپنے اپنے طور پر کٹائی کے کام میں مصروف ہو گیا میرے شیخ (حضرت جیلانی قدس سرہ) حضرت صاحب الروضہ کے نزدیک کاٹ رہے تھے' حضرت جیلانیؒ کے ہاتھ نرم و نازک تھے۔

حضرت صاحب الروضہ فرمانے لگے شاہ صاحب! میں آپ کی طرف سے مسجد کے لیے گھاس کاٹ رہا ہوں آپ صبر کر کے بیٹھ جائیں جب تمام لوگ اپنا اپنا بار باندھنے لگے حضرت صاحب الروضہؒ نے بھی اپنا بار باندھا میرے شیخ (حضرت جیلانیؒ) کے لیے حضرت صاحب الروضہ نے خود باندھا اور اپنے ہاتھوں سے اٹھوا کر ان کے سر پر رکھا' پھر آپ نے اپنا بار اٹھایا' درمیان راہ میں پہنچے تو (حضرت صاحب الروضہؒ) نے ایک فقیر سے ارشاد فرمایا کہ تم اپنا بار میرے سر پر رکھ دو اس نے عرض کیا حضور! آپ اپنا وزن مجھے دیجیے کہ یہ خدمت میں سرانجام دوں ایک اور صاحبِ نسبت فقیر نے عرض کیا قبلہ! میرے گناہوں کا بار اٹھا لیجیے کہ مجھ سے نہیں اٹھایا جا رہا پھر آپ نے فرمایا اسی طرح کرنا چاہیے کہ اپنا وزن شیخ کے کاندھوں پر ڈال دینا چاہیے (زندگی کے تمام معاملات کا وزن) اپنے آپ کو درمیان میں نہ لانا چاہیے۔

فقراء کی ملکیت:

فقیر عبدالرحیم کا بیان ہے کہ ایک دفعہ لنگر کا ایک کمبل گم ہو گیا تو فقیر پیر محمد لانگری نے شور و غوغا کرنا شروع کر دیا۔ حضرت والاؒ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ باہر نکلے تو بھی پیر محمد فقیر بدستور اپنے شور و شغب میں مصروف رہا اس نے حضرتِ والاؒ کے ادب کا لحاظ نہ کیا اس کی زبان پر یہی شور تھا کہ کمبل گم ہو گیا حضرتِ والاؒ نے پیر محمد سے فرمایا کہ اس بارے میں جو تمہاری مرضی

آئے کرو۔ مگر اس نے پھر بھی شور جاری رکھا اس پر حضرتِ والاؒ جلال میں آ گئے اور پیر محمد فقیر کے منہ پر طمانچہ مارتے ہوئے فرمایا تمہارے لیے خرابی ہو مجھے کیوں پریشان کرتے ہو؟ جب میں لنگر کی ہر چیز سے دست بردار ہو گیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے سب کچھ تمہارے حوالے کر دیا ہے تو بھی تم لوگوں سے میری جان نہیں چھوٹتی پھر آپ نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا اولڑکے !ادھر آ ؤ! آپ حجرے میں تشریف لے گئے اور مجھے ارشاد فرمایا دروازہ بند کر دو' میں نے دروازہ بند کر دیا آپ زمین پر بیٹھ گئے اور اس فقیر کو اوراد و اشغال سکھلانے لگے۔ پھر اٹھے اور پلنگ پر بیٹھ گئے ملا واحد بخش دروازے کے باہر بطور محافظ کھڑا تھا یہ اپنے طور کھڑا تھا۔ حضرتِ والاؒ کا اسے حکم نہیں تھا اسی دوران عورتوں کا ٹولہ حضرتِ والا کی زیارت کی خاطر دروازے پر آ گیا' عورتوں نے ملا واحد بخش سے کہا کر دروازہ کھولو تا کہ ہم زیارت کا شرف حاصل کریں۔ ملا واحد بخش نے دروازہ نہ کھولا بحث و تکرار بڑھا تو عورتیں ملا واحد بخش سے کہنے لگیں اگر تمہارے منہ پر داڑھی ہوتی تو تمہیں کچھ شرم بھی ہوتی داڑھی تو ہے نہیں شرم کہاں سے آئے؟ حضرتِ والاؒ نے اندر سے یہ الفاظ سنے تو آپ نے تبسم فرماتے ہوئے حکم دیا کہ دروازہ کھولو غریب ملا مصیبت میں پھنسا ہوا ہے۔ خدا جانے حضرتِ والاؒ کا سابقہ غصہ کہاں گیا سبحان اللہ! کس قدر اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے اور کس طرح لوگوں کے دلوں کو لوٹ لیتے تھے۔ مجھے حضرتِ والاؒ کے چہرے مبارک میں ہر لمحہ مختلف کیفیات کا ظہور معلوم ہوتا تھا جلال کے وقت ایک انداز اور اوراد و اشغال کی تعلیم کے وقت دوسرا انداز پلنگ پر بیٹھے ہوئے تیسرا انداز' الغرض جس طرح موسم بہار میں ہلکے ہلکے ابر کی کیفیت و صورت ہر لمحہ الگ ہوتی ہے اسی طرح حضرتِ والاؒ کی صورت مبارک کا جمال بھی ہر لحظہ الگ شان کا حامل ہوتا اور حضرتِ

والا کی یہ خصوصیت تمام مریدین وزائرین اور حاضر باش خدمت گزاروں کے اچھی طرح علم میں ہے۔ یہ بات مخفی نہیں ہے۔

مبیں حقیر گدایانِ عشق:

کریم بخش خان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ نے یہ نقل بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت جیلانی سائیںؒ کی زیارت کی خاطر آیا اور جماعت کے ساتھ قیام پذیر ہو گیا لنگر کی تقسیم شروع ہوئی تو فقراء نے اسے بھی کوہر (ابلے ہوئے نمکین چنے) اور بھات (مختلف اجناس کا ملیدہ) دیا مگر اس نے نہ لیا تین دن برابر فقیر اسے لنگر کا طعام پیش کرتے رہے مگر وہ انکاری رہا آخر ایک درویش نے حضرت جیلانی سائیںؒ قدس سرہ العزیز کی خدمتِ عالیہ میں عرض کیا کہ حضور! فلاں مسافر لنگر کا کھانا قبول نہیں کرتا' خدا جانے کہاں سے کھاتا ہے۔ آپؒ نے اسے بلوا کر پوچھا کہ طعام کیوں نہیں لیتے ہو؟ اس نے کہا حضرت! بطور نذرانہ آپ کے پاس جو مال آتا ہے پتہ نہیں یہ مال حرام ہوتا ہے مشتبہ ہوتا ہے یا کیا صورت ہے۔ آپؒ نے پوچھا تم کیا کھاتے ہو؟ اس نے کہا میں ہندو سے بھونے ہوئے چنے لے کر کھاتا ہوں' آپؒ نے فرمایا کہ درویشو! ذرا جا کے اس ہندو سے پوچھو کہ اس نے یہ بھونے ہوئے چنے کہاں سے لیے ہیں۔ فقراء اسی وقت ہندو کے پاس پہنچے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں نے خیر پور (ڈہرکی کا پہلا نام) کے فلاں ہندو سے خریدے ہیں آپ نے فقراء سے فرمایا کہ اس کی اچھی طرح تحقیق کرو۔ ڈہرکی جا کر اس ہندو سے پوچھو کہ اس نے یہ چنے کہاں سے لیے ہیں۔ فقیر اس کے پاس پہنچے تو اس نے بتایا کہ میں نے فلاں بھوگڑی سے لیے ہیں۔ (بھوگڑی جو چنے آگ پر نیم پختہ کر کے فروخت کرتے ہیں) فقیر اس بھوگڑی کے پاس گئے اس نے بتایا کہ میں نے یہ چنے

فلاں حرام خور (غیر مسلم شکاری جو حلال و حرام جانور شکار کر کے کھا جاتے ہیں) شکاری سے خریدے ہیں۔ فقراء اس شکاری کے پاس پہنچے اور اس سے پوچھا کہ تم نے جو چنے فلاں بھوگڑی کو فروخت کیے ہیں وہ تم نے کہاں سے لیے؟ شکاری خوف زدہ ہو گیا اور کانپنے لگا۔ فقراء نے اسے کہا تم فکر نہ کرو تمہیں گرفتار نہیں کریں گے تم ہمیں سچ سچ بتا دو۔ اس نے کہا ایک رات میں چنوں کے ڈھیر کی حفاظت کر رہا تھا کہ اتنے میں ایک خنزیر آ گیا اور چنوں کے ایک ڈھیر پر چڑھ کر اس نے کھانا شروع کر دیا میں نے دل میں خیال کیا فی الحال اسے کچھ نہ کہوں یہ خوب اچھی طرح پیٹ بھر لے جب یہ پیٹ بھر کر روانہ ہو گا تو میں اسے بندوق سے مار ڈالوں گا جب صبح کے وقت چنوں کی فصل کا مالک آ کر یہ تماشا دیکھے گا تو وہ یہی کہے گا کہ اس مردار کو یہاں سے نکال کر کہیں دور پھینکو ورنہ یہ بدبو پیدا کرے گا۔ چنانچہ میں اسے دور لے جا کر اس کا پیٹ پھاڑ کر یہ چنے نکال لوں گا اور انہیں پانی سے دھو کر خشک کر کے فروخت کروں گا۔ اس لیے کہ مجھے علم تھا کہ یہ خبیث جانور دانے چبانے کے بغیر یونہی نگل جاتا ہے۔ پس میں نے یہ ساری اسکیم اسی طرح مکمل کی اور چنے آگے بیچے‘ فقراء نے حاضر ہو کر سارا واقعہ حضرت جیلانیؒ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپؒ نے اسے ارشاد فرمایا اے شخص! تم نے رزقِ خداوندی کو چھوڑ کر خواہشِ نفس کا رزق کھایا اس کا نتیجہ تم نے دیکھ لیا ہمیں امیدِ کامل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں رزق حلال ہی کھلائے گا۔ کیونکہ ہمارا رُخ ہر وقت اسی کی طرف ہے۔ یہ گفتگو جاری تھی کہ ایک شخص نے ایک موٹا تازہ دنبہ اور گندم کا تھیلہ بہ طور نذر پیش کیا۔ آپؒ نے اس سے پوچھا یہ تم کیسے لائے ہو؟ اس نے عرض کیا حضور! میں نے نذر مانی تھی کہ جب میرا کام ہو جائے گا میں اپنے مال میں سے فلاں دنبہ اور اپنے غلے میں سے گندم کی بوری حضرت کی خدمت میں

پیش کروں گا۔ میرے ذہن سے یہ بات اتر گئی تھی کچھ دنوں بعد بات یاد آئی تو سامان لے کر حاضر ہوا ہوں۔ آپؒ نے اس معترض سے پوچھا کہ یہ مال حلال ہے یا حرام؟ اس شخص نے فوراً توبہ کی۔

اسرار سے خالی نہیں یہ خاک کا پُتلا:

مخدوم صاحب میاں دین محمد کا بیان ہے کہ میں جب کبھی حضرتِ والاؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا آپؒ حد سے زیادہ میری تعظیم وتکریم فرماتے اور ہمیشہ مکلّف طعام کھلاتے۔ ایک روز لنگر کا طعام طبیعت کے موافق نہ آیا تو میں نے چوری چوری اپنے پیسوں سے مرغ منگوا کر ذبح کرایا اور جلدی جلدی پکوا کر اسے کھانے کے لیے برتنوں میں ڈالا ہی تھا کہ حضرتِ والاؒ اوپر آ گئے۔ میں نے عرض کیا حضور! تناول فرمائیں آپؒ نے فرمایا مخدوم صاحب! آپ نے کیوں تکلف فرمایا اگر طعام موافق نہ تھا تو آپؒ فرماتے اللہ تعالیٰ کے پاس رزق بے شمار ہے اس کے پاس مرغ بھی بہت ہیں یہ فرما کر آپؒ بیٹھ گئے اور میرا دل رکھنے کی خاطر تھوڑا سا تناول فرمایا۔ تھوڑی دیر گزری کہ ایک شخص مرغیوں سے بھرا ہوا چھکا لایا اور اس نے حضرتِ والاؒ کی خدمت میں بہ طور نذر پیش کیا۔ آپؒ نے فرمایا مخدوم صاحب! یہ مرغیاں آپ کے لیے آئی ہیں اور وہ ساری آپ نے ہمارے آدمیوں کے حوالے کر دیں۔

اتفاقاً دوسرے روز میرے دل میں خیال آیا کہ اپنے آدمیوں کو خیر پور (ڈہرکی) بھجوا کر وہاں سے دو تین خربوزے منگواؤں۔ یہ کام میں نے حضرت والاؒ سے چوری چوری کیا۔ جب خربوزے آ گئے تو میں نے چاقو نکال کر ان کی قاشیں بنائیں۔ میں ارادہ کر رہا تھا کہ ساتھیوں میں تقسیم کر کے کھانا شروع کریں کہ حضرتِ والاؒ اچانک اوپر پہنچ گئے۔ آپؒ نے فرمایا مخدوم صاحب! خربوزے منگوائے ہیں

مجھے کیوں نہ فرمایا کہ میں منگوا دیتا' آپ نے کیوں تکلیف کی۔ اللہ تعالیٰ کے پاس خربوزے بے شمار ہیں وہ خود ہی ہمیں عنایت کرتا میں نے عرض کیا قبلہ میری غلطی ہے مجھے معاف فرمائیں۔ میں نے کٹے ہوئے سارے خربوزے حضرت والاؒ کے سامنے پیش کر دیے۔ اور عرض کیا حضور! انہیں جماعت میں تقسیم فرمائیں۔ آپؒ نے دستِ مبارک سے جماعت میں تقسیم فرمائے۔ اتفاق سے اسی روز ایک شخص خربوزوں سے بھری ہوئی بوری بیل پر لاد کر لے آیا اور حضرت والاؒ کے سامنے پیش کیے۔ آپؒ نے فرمایا مخدوم صاحب! یہ آپ کے لیے آئے ہیں اگر آپ فرمائیں تو یہ شخص ہر روز خربوزے لایا کرے۔ میں نے جواب میں کچھ نہ کہا مگر جب تک میں وہاں رہا وہ شخص ہر روز خربوزے لاتا رہا۔

سبحان اللہ! اس قسم کی کرامات حضرتِ والاؒ سے اکثر مشاہدے میں آتی رہتی تھیں۔ بعد میں جب میں نے تیاری کی اور اجازت طلب کی تو آپ نے بھی مع جماعت کسی دعوت کے سلسلے میں تیاری فرمائی اور اکٹھے چل پڑے۔ اس دعوت کے بعد ایک کے بعد دوسرا حضرت والاؒ کو دعوت کرتے گئے یہاں تک کہ ہم لوگ دریا کے کنارے پر جا پہنچے میں نے عرض کیا حضور! اب مجھے اجازت دیجیے' آپ نے کافی تکلیف فرمائی ہے اس سفر میں جس قدر نذر نذرات ملی لانگری کو بلوا کر آپ نے اس سے لے لی اور ساری میرے حوالے کر دی۔ زیورات' نقدی' سرخ اور سفید جوڑے سب آپ نے مجھے عنایت فرما دیے۔ میں نے عرض کیا حضور! لوگوں نے آپ کی خدمت میں نذر پیش کی ہے آپ رکھیں' آپ نے فرمایا مخدوم صاحب! لوگوں نے یہ سب کچھ آپ کے لیے دیا ہے۔ سبحان اللہ! کیسے محسن اور دلربا تھے۔ اگر آج آپ کے پیر ہوتے تو دونوں ہاتھوں سے سمیٹتے' دوسرے کو کہاں کچھ دیتے۔

قبلہ کے متعلق آپ کی تحقیق:

میرے والد مولوی محمد شریف صاحب کا بیان ہے کہ حضرتِ والاؒ نے ہماری مسجد میں قدم رکھا تو تھوڑی دیر تک آپ قبلہ رُو ہو کر بیٹھے رہے پھر فرمانے لگے کہ تمہاری مسجد کا رُخ قبلہ پر صحیح نہیں ہے۔ نماز کے وقت آپ نے مصلّٰی ذرا پھیر کر نماز ادا فرمائی۔ پھر آپؒ نے فرمایا کہ جو شخص نئی مسجد بنانا چاہے اسے چاہیے کہ ابتداء میں رات کے پہلے حصے میں چاروں کونوں پر لکڑیاں گاڑ کر ان پر رسی باندھ دے۔ یہ قطب ستارے کو مدنظر رکھ کر کیا جائے۔ پھر سحری کے وقت اٹھ کر غور سے دیکھے اور اندازہ کرے کہ قطب ستارہ رات کے پہلے حصہ کی بہ نسبت کتنا اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے۔ تین راتیں متواتر یہی عمل دہرائے پھر جتنا فرق نکلے اسے نصف کرے اور اس کے مطابق مسجد کی بنیاد کی کھدائی شروع کرے اس وقت میاں حافظ فیض اللہ نے عرض کیا قبلہ میں نے اس بارے میں بہت کوشش کی ہے اور تجربہ کیا ہے' قطب اوّل رات سے آخر رات تک ایک بالشت ہٹتا ہے۔ پس آدھی بالشت شمار کر کے مسجد تعمیر کرنی چاہیے۔

طفلی میں بھی ہم کھیل کھیلے تو صنم کا:

مولوی منٹھار کا بیان ہے کہ میں حضرتِ والاؒ سے بیعت کا شرف حاصل کر کے گھر واپس آیا تو اتفاق سے ایک دن میاں عبدالغفور صاحب سے ملاقات ہوگئی انہوں نے پوچھا کہ کیوں مولوی صاحب؟ فلاں بزرگ (حضرت والاؒ) سے بیعت ہوئے ہو میں نے کہا ہاں۔ انہوں نے پوچھا کہ تمہیں انہوں نے کیا ورد وظیفہ بتا ہے؟ میں نے کہا ذکر لا الہ الا اللہ انہوں نے کہا اس طرح ذکر جو تم لوگ کرتے ہو بالکل غلط ہے بلکہ کفر ہے۔ میں اس وقت خاموش رہا اور کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے بعد انہوں

نے کہا جب اپنے مرشد کے پاس جاؤ تو ان سے پوچھنا کہ اس طرح ذکر جائز ہے یا نہیں؟ تمہارے مرشد جواب میں جو کچھ فرمائیں وہ ہمیں بتانا۔ اتفاق کی بات کہ تھوڑے ہی عرصے بعد میرے دل میں حضرتِ والا کی زیارت کا شوق پیدا ہوا اور میں چل پڑا' قدم بوسی حاصل کی مگر میرے ذہن سے میاں عبدالغفور صاحب والی بات بالکل اُتر چکی تھی۔ صحبت کے وقت حضرتِ والاؒ نے میری طرف رُخ کر کے فرمایا کہ مولوی تمہیں جو کچھ مولوی میاں عبدالغفور نے کہا وہ تو بیان کرو۔ حضرت کے یاد دلانے سے بات یاد آئی' میں نے پوری بات گوش گزار کی' آپؒ نے بات سن کر یہ نقل بیان فرمائی کہ:

نحوی اور محوی کا واقعہ:

ایک تھا نحوی (علم نحو کا عالم) دوسرا محوی (ذاتِ الٰہی میں محو یعنی عارف)۔ اتفاق سے دونوں آبی جہاز میں اکٹھے ہو گئے۔ دونوں کے درمیان گفتگو چل پڑی' نحوی محوی سے پوچھنے لگا کہ تم نے عربی علم بھی کچھ نہ کچھ پڑھا ہے یا نہ۔ اس نے کہا بالکل نہیں۔ اس پر نحوی کہنے لگا کہ تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے نحو جیسا ضروری علم نہیں پڑھا۔ محوی خاموش ہو گیا۔ اتفاق سے اس روز باد و باراں کا شدید طوفان آ گیا۔ محوی نے نحوی سے پوچھا کیوں بھائی! کوئی تیراکی کا علم بھی جانتے ہو یا نہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ محوی نے کہا افسوس ہے تم پر کہ تم نے تیراکی بھی نہیں سیکھی۔ بزرگ نے اپنی چادر بچھائی اور اس پر سوار ہو کر چل دیا جونہی طوفان آیا جہاز موجوں کے تھپیڑوں میں آ کر زیر وزبر ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ مولوی! محویوں کا علم اور ہے اور نحویوں کا علم اور ہے۔ بعد میں جب میں گھر واپس آیا اور ایک دفعہ مولوی میاں عبدالغفور صاحب سے ملاقات ہو گئی تو انہوں نے پوچھا کہ مولوی میری بات تم نے

اپنے مرشد سے پوچھی تھی یا نہیں۔ میں نے حضرتِ والاؒ کی بیان کردہ نقل انہیں سنائی تو مولوی میاں عبدالغفور نے ازراہِ انصاف فرمایا کہ بلاشبہ تمہارے شیخ نے سچ فرمایا ہے۔

آپؒ کا علمی مرتبہ:

مولوی میاں عبدالرحمٰن سکھر والے کے بھانجے مولوی عطاء اللہ کا بیان ہے کہ حضرت سجادہ نشین صاحب (ہادی سائیںؒ) نے فرمایا کہ حضرتِ والاؒ نے اپنے وصال کے وقت فرمایا کہ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ معراج کی رات عالم بالا پر پہنچے اور عرش عظیم کی سیر ہوئی تو آواز آئی قف یا محمد فان اللہ یصلی یہ بیان کر کے آپؒ نے پوچھا کہ یہ آواز کس کی تھی؟ اس وقت حضرتِ والاؒ کی خدمت اقدس میں بہت سے علماء موجود تھے مگر سب خاموش رہے البتہ ان میں سے ایک مولوی صاحب نے کہا کہ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روح تھی۔ آپ نے فرمایا تم نے عقلی جواب دیا ہے نقلی نہیں اور یہاں عقل کی تو گنجائش نہیں ہے۔ مولوی عطاء اللہ حضرت سجادہ نشین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ کسی عالم نے حضرتِ والاؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور جس نے خدا کی پہچان حاصل کر لی وہ عارف ہے؟

آپ نے فرمایا! من عرف اللہ فلیس اللہ

مولوی عطاء اللہ کا بیان ہے کسی بزرگ کے رسالے میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ آنحضور ﷺ کی ذاتِ گرامی انتہائی گہرے دریا کی مانند ہے اور لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُـوْلُ اللّٰهِ اس دریا کا ایک قطرہ ہے یعنی تمام موجودات اس عظیم دریا کا ایک معمولی قطرہ ہیں۔

صورتِ شیخ کا کرشمہ:

حافظ عبدالرحمٰن دودہ فقیر کی زبانی بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت بھورل سائیںؒ (حضرت میاں محمد حسینؒ شیخ ثانی سوئی شریف) نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ میں درگاہ شریف (پیر گوٹھ) کے قصبے سے باہر نکلا تو میری نگاہ ایک نہایت حسین و جمیل ہندو عورت پر پڑی۔ میں اسے دیکھتے ہی عاشق ہوگیا۔ میں نے یہ سارا واقعہ حضرت صاحب الروضہ (قبلہ عالم سید محمد راشدؒ) کی خدمت میں بیان فرمایا۔ آپؒ نے فرمایا عشاء کی نماز کے بعد مراقبے میں اس عورت کی صورت سامنے رکھو جب تم مرنے لگو تو مجھے یاد کرنا۔ میں نے عشاء کی نماز کے بعد یہی عمل کیا تو مجھے اپنی خبر نہ رہی میں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع جنگل میں ہوں اور آہستہ آہستہ کیچڑ میں دھنستا جارہا ہوں یہاں تک کہ منہ تک کیچڑ میں دھنس گیا۔ میں نے دیکھا کہ میں ابھی غرق ہوا پس میں نے اس وقت حضرت صاحب الروضہؒ کو یاد کیا چنانچہ آہستہ آہستہ اس مصیبت سے رہائی مل گئی۔ میں نے نصیحت حاصل کی اور توبہ کی کہ آئندہ اس عورت کے قریب بھی نہ پھٹکوں گا۔

جدھر دیکھتا ہوں چلا آرہا ہے تو:

نور محمد مست کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام وحی کے سلسلے میں انتہائی مستعد اور تیار تھے کسی وقت ان سے معمولی غفلت بھی ظاہر نہ ہوئی ایک دفعہ وحی لے کر حاضر ہوئے مگر آنحضرت سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات نے پوری توجہ نہ فرمائی۔ جبرئیل علیہ السلام نے دل میں خیال کیا کہ میں حق تعالیٰ کی طرف سے پیغام لایا ہوں مگر آنحضرت ﷺ نے پیغام کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ میرے بھائی جو پیغام تم لاتے ہو بتاؤ تو

سبھی یہ کہاں سے اور کیسے لاتے ہو؟ اس نے عرض کیا حضور! عالمِ بالا میں ایک گنبد اور نورانی قبہ ہے میں وہاں پہنچتا ہوں تو اس کے باہر رک جاتا ہوں اور کان لگالیتا ہوں اندر سے آواز آتی ہے کہ جبرئیل جلدی جاکر میرے دوست کو یہ پیغام پہنچا آؤ۔ میں پیغام سن کر فوراً حاضر ہوتا ہوں اور آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اب جس وقت نورانی گنبد کے پاس پہنچو، تو دروازے کے قریب ہوکر ذرا اندر دیکھتے آنا اور مجھے بتانا۔ جبرئیل علیہ السلام اجازت لے کر روانہ ہوئے جب نورانی گنبد کے پاس پہنچے تو انتہائی خوف کے عالم میں دروازے کے اندر جھانکا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سبحان اللہ وبحمدہ کہ خود آنحضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات ﷺ نورانی تخت پر جلوہ افروز ہیں۔ جبرئیل امین آپ کے جمال جہاں آراء کی تاب نہ لاکر بے ہوش ہو گئے۔ افاقے میں آئے تو فوراً نیچے نزول فرمایا کہ کیا دیکھتے ہیں کہ آنحضور ﷺ اسی جگہ اسی ہیئت میں تشریف فرما ہیں۔ جبرئیل امین عرض کرنے لگے کہ حضور یہاں بھی آپ ہیں وہاں بھی آپ اور کوئی نہیں۔ آمر بھی اور مامور بھی آپ۔ حضور مجھے معاف فرمائیں کہ پہلے مجھے علم نہ تھا۔

تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی:

محمود فقیر جت کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے حضرتِ والاؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ حضرت! میرے ہاتھ پر برص کا سفید نقطہ نکل آیا ہے دعا فرمائیں۔ آپؒ نے فرمایا کہاں ہے؟ میں نے سامنے کیا تو آپؒ نے اپنا مبارک ہاتھ اس پر ملا اور فرمایا فکر کی بات نہیں ہے وہ دن تھا اور آج کا دن کہ وہ نشان اتنے کا اتنا ہے بڑھا بالکل نہیں۔ مجھے آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر اونٹ کی مینگنیوں کا تیل نکال کر ملا جائے تو برص کے سفید داغ مٹ جاتے ہیں۔ مزید آپ نے فرمایا کہ اگر

اونٹ کی مینگنیاں جلا کر نسوار کی طرح باریک کر کے رکھ دی جائیں اور کسی کو بچھو، سانپ یا کوئی زہر دار موذی جانور کاٹ لے تو اسے یہ نسوار دی جائے زہر اس پر ہرگز اثر انداز نہ ہوگی۔

شادی میں ڈھول باجے کے خلاف آپؒ کی کاروائی:

مولوی صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ کی خدمت میں چاند ول ہندو نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور ہندوؤں نے میرے ساتھ رشتہ داری کی ہے میں نے انہیں اپنی لڑکی کا رشتہ دیا ہے شادی کی تاریخ مقرر ہو گئی ہے اب وہ شادی کے لیے آ رہے ہیں میں نے انہیں کہلایا تھا کہ جس وقت آپ لوگ شادی کے لیے آئیں، طبلے، باجے، ڈھولک، سارنگی وغیرہ اپنے ساتھ نہ لانا کہ فقراء کی جماعت میرے قریب رہتی ہے وہ ناراض ہوں گے۔ مگر حضور! ان بے وقوفوں نے کہلا بھیجا ہے کہ یہ تمام چیزیں شادی کے لوازمات ہیں ہم ضرور لائیں گے۔ فقیر ناراض ہوتے ہیں تو ہوتے رہیں۔ آپؒ نے ارشاد فرمایا چاند ول! تمہیں آفرین ہے کہ تم نے ہمیں اطلاع دے دی آپ نے اسی وقت درویشوں کو حکم دیا کہ فوراً بیل لے کر سامنے والے میدان میں چلے جاؤ اور دو تین چھریاں بھی ساتھ لے لو۔ اگر ہندو پوچھیں کہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں تو انہیں جواب دو کہ جس طرح آپ کی شادی ہے ہماری بھی شادی ہے۔ ہندو اپنے طریقے کے مطابق پہنچے اور انہوں نے یہ صورتِ حال دیکھی تو ان کی خوشی غم میں بدل گئی فوراً بھاگ کر پولیس کے پاس فریاد کی کہ درویش شرارت کر رہے ہیں۔ چنانچہ ان کے ساتھ چند سوار موقع پر پہنچے۔ پولیس والے یوں بھی معتقد تھے ہندوؤں سے انہوں نے کہا تم لوگ اپنا کام (شادی) کرو ہم تمہاری حفاظت کے لیے کھڑے ہیں اگر ایک درویش بھی تمہاری طرف آیا تو ہم ان سے نمٹ لیں گے۔ ادھر درویش

میدان میں اپنی جگہ تیار کھڑے تھے۔ ہندوؤں نے سمجھ لیا کہ پولیس کے اہل کار بھی درویشوں کے ساتھ مل گئے ہیں کیونکہ انہوں نے نہ تو درویشوں کو اس کام سے روکا اور نہ انہیں کچھ کہا۔ اسی وقت ہندوؤں نے گلے میں کپڑے ڈال کر حضرتِ والاؒ کی خدمت میں حاضری دی اور پاؤں پر گر کر عرض کیا کہ حضور! فقراء کو واپس بلایا جائے ہماری شادی خراب نہ کریں ہم اپنے گانے بجانے کے تمام آلات بند کرتے ہیں اپنی شادی کی رسومات گانے بجانے کے بغیر پوری کر کے چلے جائیں گے۔ حضرت والاؒ نے فقراء کی جماعت سے فرمایا کہ تم لوگ آج شادی نہ کرو۔ آج ہندوؤں کو شادی کرنے دو۔ سبحان اللہ! کامل نے اپنی حکمت کا ایسا مظاہرہ فرمایا جہاں دوسروں کی عقلیں عاجز ہو جاتی ہیں۔

آپ کا روحانی مرتبہ:

فقیر عبدالرحیم کا بیان ہے کہ خان صاحب (غالباً نواب صادق محمد خان صاحب عباسی والی بہاول پور) کے اکثر اہل کار حضرتِ والاؒ کے حلقہ بیعت میں داخل ہو گئے تو بے سہارا اور غریب لوگوں کو امید پیدا ہو گئی کہ اب ان لوگوں کے ذریعے ہمارے کام جلدی ہو جائیں گے۔ چنانچہ اپنی حق رسی یا دوسرے امور کی خاطر خط وغیرہ لینے کے لیے حضرتِ والاؒ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ اتفاق سے ایک روز نواب صاحب کے آدمیوں نے آ کر عرض کیا کہ حضور نواب صاحب کی دعوت قبول فرمائیں۔ جب ان لوگوں نے کافی اصرار اور التجا کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں نے دعوت قبول کر لی تو کئی لوگوں کی روزی بند ہو جائے گی۔ اس وقت آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔

ھنج نہ ھیٹي ذات جو جلڑ ۾ چھنپ ھٹي

میں شاہوں کی شوکت کو بس ہیچ سمجھا:

فقیر (جامع اوراق) عرض کرتا ہے کہ ایک روز جماعت فقراء میں یہ خبر پہنچی کہ نواب بہاول پور حضرتِ والاؒ کی زیارت کی خاطر بہاول پور سے سوار ہو کر خانپور تک پہنچ گیا ہے۔ نواب صاحب کے اہل کاروں نے حضرت والاؒ کے اوصافِ جمیلہ اور آپ کی نادر الوجود شخصیت کا اس سے تعارف کرایا تھا یہ فقیر اس وقت حضرتِ ولاؒ کی خدمت میں موجود تھا۔ آپؒ اس وقت نماز عصر سے فارغ ہو کر مسجد ہی میں تشریف فرما تھے کہ یہ خبر آپ کے کانوں تک پہنچی۔ آپ نے فوراً دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا الٰہی! مجھے اس شخص کا منہ نہ دکھانا۔ آپ سے صرف یہی بات سنی گئی دو تین روز کے بعد پتہ چلا کہ نواب صاحب کو اچانک ایک ضروری کام پڑ گیا اور وہ فوراً وہاں سے واپس ہو گئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور بدوی:

مخدوم دین محمد کا بیان ہے کہ ایک روز آپؒ نے یہ نقل بیان فرمائی کہ ایک بدوی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نزدیک نماز شروع کی' آپؓ اسے دیکھتے رہے' اس نے نماز ایسی عجلت میں پڑھی گویا مرغ دانے چُگ رہا ہے۔ وہ نماز سے فارغ ہوا تو آپؓ نے اسے فرمایا تمہاری نماز جائز ہے اور نہ وضو اس لیے کہ تم نے نماز ایسے ادا کی ہے جیسے مرغ جلدی جلدی دانے چگتا ہے' نماز میں اس قدر عجلت ظاہر کرتی ہے کہ تم نے وضو بھی ایسے ہی کیا ہوگا۔ اس نے عرض کیا حضور! آپؓ مجھے نماز اور اس کی صحیح ترکیب سکھلائیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسے اس طرح وضو کرایا کہ ہر عضو دھوتے وقت اسے مسنون دعائیں' پھر اسے نہایت خشوع خضوع کی حالت میں اپنے ساتھ دو رکعت نماز نفل پڑھائی۔ یہ پورے تعدیل اور اطمینان کے ساتھ ادا کی

گئیں۔ نماز کے بعد آپؒ نے بدوی سے فرمایا کہ آئندہ اسی طرح نماز پڑھا کرو جیسے میں نے تمہیں سکھلائی ہے۔ بدوی اٹھا اور اس نے انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ بعینہٖ اسی طرح نماز ادا کی جیسے اسے بتائی گئی تھی۔ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہنے لگا کہ حضور! جو نماز میں نے اب پڑھی ہے وہ نہیں ہوئی۔ نماز وہی پہلے والی درست ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کیا وجہ؟ اس نے کہا قبلہ مجھے نماز کے دوران برابر آپ کا خوف رہا کہ خدا جانے میری یہ نماز پسند کرتے ہیں یا پھر پڑھنے کا حکم دیتے ہیں' اس کے علاوہ مجھے کوئی اور خیال نہ تھا۔ آپؒ نے فرمایا میں نے بلا وجہ محنت کی اور وقت ضائع کیا آئندہ تم اپنی عادت کے مطابق نماز پڑھا کرو۔

مباش در پے آزار:

کریم بخش خان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت والاؒ اُبھے (مشرق) کے سفر میں ایک جنگل عبور کر رہے تھے۔ اچانک آپؒ نے نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ بہت ساری جماعت ابھی پیچھے رہ گئی ہے۔ آپؒ ضعیف العمر اور پیدل فقراء کی رعایت کی خاطر سواری سے اُترے اور ایک خاردار (کنڈے) درخت کے سایے میں بیٹھ گئے۔ جماعت کے فقراء بھی حلقہ بنا کر بیٹھ گئے۔ اتفاق سے مجھے درخت کے سایے میں جگہ نہ ملی تو میں ذرا دور دھوپ میں بیٹھ گیا۔ دن بہت گرم تھا آپؒ کی نگاہ پڑی تو ایک فقیر کو حکم فرمایا کہ خان (مجھے) کو ادھر لے آؤ۔ میں فقیر کے کہنے پر نہ گیا تو آپؒ نے ہاتھ کے اشارے سے قریب آنے کو فرمایا۔ میں نے عرض کیا حضرت میں یہاں بہتر ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں میرے قریب آ کر بیٹھو' میں قریب گیا تو آپؒ نے اپنے پاس بٹھا دیا۔ ایک درویش نے کہا تمہیں اتنی دفعہ حضرت والاؒ نے بلایا تو تم نہ آئے۔ میں نے اسے کوئی جواب نہ دیا' چپ رہا۔ حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا لوگوں

کو ایذا پہنچاتا؟ چاہیے تو ایسے۔ (یعنی آدمیوں کے سروں پر گزر کر انسان نہ آئے)۔

ایک عالم کا بحث ومباحثہ:

فقیر عبدالرحیم کا بیان ہے کہ ایک بڑا عالم (احتیاطی ظہر بعداز جمعہ) ظہر کے بارے میں بحث ومناظرے کی خاطر حضرتِ والاؒ کی خدمت میں آیا اس نے طویل گفتگو کی اور اپنی بات کو دلائل وبراہین سے ثابت کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ آپؒ نے جواب میں کچھ نہ کہا اور خاموش ہو کر سب کچھ سنتے رہے۔ جب مولوی صاحب کثرتِ گفتگو سے تھک گیا تو آپؒ نے فرمایا مولوی صاحب لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْن (آپ کا اپنا طریقہ ہے ہمارا اپنا) مولوی صاحب اجازت لے کر چل دیا۔

مولوی عثمان کی علمی بحث:

فقیر عبدالرحیم کا بیان ہے کہ ایک دفعہ مولوی محمد عثمان راجن پوری نے جمعہ کے (بستیوں میں) جائز نہ ہونے کے متعلق حضرتِ والاؒ سے گفتگو شروع کر دی اور کہنے لگا حضور!

''یہاں جمعہ کے جائز ہونے کی شرائط نہیں پائی جاتیں اور جہاں شرائط نہ پائی جائیں وہاں مشروط خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا آپؒ کا جمعہ جائز نہیں ہے۔ آپؒ نے فرمایا مولوی صاحب جمعہ میرا اور آپ دونوں کا نہیں ہوتا اس لیے کہ گاؤں آپ کا بھی فقہی شہر کی تعریف میں نہیں آتا۔ اب ہم اتفاق کر لیں آپ جمعہ کی نماز اوباڑو شہر میں پڑھا کریں کہ آپ کے قریب بڑا شہر وہی ہے اور ہم خیر پور (ڈہر کی) جا کر پڑھیں گے۔ مولوی صاحب آپ نے اچھا مشورہ دیا ہے مجھے منظور ہے۔ مولوی غریب لاجواب ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا اس لیے کہ مولوی صاحب کو جمعہ کے لیے اوباوڑو جانا مشکل نظر آنے لگا۔ پھر آپؒ نے فرمایا کہ مولوی صاحب

گویا آپ کی رائے میں شہر وہ ہے جہاں ہندو بہت رہتے ہوں (کہ خرید و فروخت کا بڑا مرکز ہو) اور جمعہ وہاں ادا کرنا چاہیے۔

مخدوم دین محمد کی بحث اور اعترافِ شکست:

مخدوم میاں دین محمد کا بیان ہے کہ پہلی بار میں حضرتِ والاؒ کی خدمت میں آیا تو جوانی کا نشہ اور علم کا غرور مجھ پر سوار تھا۔ میں نے آتے ہی حضرتِ والاؒ کے ساتھ جمعہ کے بعد احتیاطی ظہر کی بحث شروع کر دی۔ میں نے کہا جمعہ اور آخر ظہر دونوں پڑھی جائیں تاکہ یقین کی کیفیت حاصل ہو اس لیے کہ تمام علماء و فضلاء اور فقہ کی کتابیں اس پر متفق ہیں کہ جب شرط ہو جائے تو مشروط خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ کافی بحث مباحثے کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ مخدوم صاحب آپ اپنی ضد چھوڑیں گے یا نہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ میں نے فوراً مخدوم محمد ہاشم، مخدوم عبدالواحد سیوستانی اور مخدوم عبدالخالق رحمہم اللہ کی اس بارے میں تمام تحریریں جو میرے پا موجود تھیں کھول کر حضرتِ والاؒ کے سامنے پیش کیں اور عرض کیا قبلہ دیکھیے یہ تمام علماء ایک ہی بات پر متفق ہیں۔ آپؒ نے دوسری دفعہ فرمایا مخدوم صاحب آپ اپنی یہ بات چھوڑیں گے یا نہ؟ میں نے کہا نہیں اس لیے کہ میرے آباؤ اجداد کا اس پر اتفاق رہا ہے اور وہ دونوں (جمعہ اور ظہر) پڑھتے رہے ہیں میرے بڑوں کی چودہ پشتیں گزر گئی ہیں اور میں پندرھویں پشت میں ہوں میں اپنے تمام اجداد کا طریقہ کیسے چھوڑوں؟

آپؒ نے تیسری دفعہ فرمایا مخدوم صاحب اپنی بات نہیں چھوڑو گے؟ میں نے کہا قبلہ ہرگز نہیں۔ آپؒ نے اسی وقت شفیع محمد کو فرمایا کہ کتابوں کے قبے (کتب خانے) سے فلاں بستہ اٹھا کر لے آؤ۔ شفیع محمد ڈھونڈھ کر لے آیا آپؒ نے اس بستے سے تین کتابیں نکالیں یہ تینوں کتابیں چھوٹی اور عربی رسم الخط میں تھیں جو مکہ معظمہ

سے کسی نے حضرتِ والاؒ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھجوائی تھیں۔ تینوں کتابوں کے متعلقہ مقامات نکال کر آپ نے میرے ہاتھ میں دے دیے اور فرمایا مخدوم صاحب دیکھیے، دو صحیح حدیثیں اور ایک مشائخ کرام کی نقل میری نظر سے گزری میں نے غور سے دیکھیں اور سر اُٹھا کر عرض کیا حضور میں توبہ کرتا ہوں میں پھر آخر ظہر نہیں پڑھوں گا۔

آخر ظہر کا اجراء:

مخدوم صاحب موصوف کا بیان ہے کہ بعد میں ایک جگہ میں نے آنحضور ﷺ کی یہ مشہور حدیث دیکھی ''کہ نماز جمعہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگی''۔ آخر ظہر نہ آنحضرت ﷺ نے پڑھی نہ خلفائے راشدین نے پڑھی نہ بارہ اماموں نے پڑھی نہ چار مشہور مسالک کے ائمہ نے پڑھی۔ آخر ظہر حجاج بن یوسف کے زمانے میں جاری ہوئی وجہ یہ تھی کہ حدود، قصاص اور دیگر اسلامی احکام آہستہ آہستہ بند ہونے لگے تھے چنانچہ حجاج کی رائے کے مطابق اکثر علماء نے اس پر اتفاق کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ ''بڑے شہر کے بغیر نہ جمعہ جائز ہے نہ عیدین نہ تشریق'' اس ''خبر'' کو ترجیح دیتے ہوئے ان علماء نے فرمایا کہ نماز جمعہ اور آخر ظہر دونوں پڑھی جائیں تاکہ یقین کی کیفیت حاصل ہو۔

وہ دیتے ہیں سب کچھ:

مخدوم دین محمد صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے عرض کیا کہ حضور حجِ بیت اللہ کا ارادہ ہے میرے لیے دعا فرمائیں ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار۔ آپؒ نے فرمایا مخدوم صاحب خرچ کے لیے کیا کچھ موجود ہے میں نے عرض کیا حضور گیارہ روپے آپؒ نے پوچھا آپ کے ساتھ رفیق کتنے ہیں؟

میں نے کہا اٹھارہ۔

فرمایا دو ہزار روپے میں دوں گا! پھر فرمایا مخدوم صاحب وہاں ایک باغ ہے اسے ضرور دیکھنا۔ آیئے تا کہ میں اپنے باغ میں چل کر اس باغ کی نشانیاں آپ کو بتلاؤں۔ چنانچہ اپنے باغ میں لے گئے دوسرے لوگوں کو اندر آنے سے منع کر دیا۔ آپؒ باغ میں کھجور کے اس درخت کے نیچے پہنچے جہاں ہمیشہ بیٹھا کرتے تھے۔ درخت کے نیچے ریت پر گھاس کا فرش بچھا ہوا تھا' آپؒ اس پر بیٹھ گئے۔ میں حضرت والاؒ کے سامنے دو زانو ہو کر اپنے زانو آپؒ کے زانو سے اس طرح ملا کر بیٹھ گیا جیسے بیعت وارشاد کے وقت بیٹھا جاتا ہے۔ میں انتہائی مؤدب بیٹھا تھا آپؒ نے فرمایا مخدوم صاحب! خدا سے خدا کو طلب کرنا چاہیے کوئی اور چیز ہرگز نہیں مانگنی چاہیے۔ میرے حواس بند ہو گئے پھر آپ اُٹھ کر باہر تشریف لائے اور حکم دیا کہ اونٹ تیار کیے جائیں۔ اونٹ تیار کیے گئے تو آپؒ نے آگے مجھے پہلے خانے میں بٹھایا۔ میں نے عرض کیا حضور آگے آپ بیٹھیں۔ آپؒ نے فرمایا آپ علماء کے سردار ہیں۔ الغرض میں بیٹھا' آپ پیچھے بیٹھے اور راوتی (ایک قصبہ) کی طرف رُخ کر کے ساری جماعت چلنے لگی۔ آہستہ آہستہ چلتے چلتے کافی فاصلہ طے ہو گیا تو ایک جگہ آپ نے فرمایا مخدوم صاحب اگر آپ چاہیں تو دو ہزار روپیہ یکمشت کسی سے قرضِ حسنہ لے کر آپ کو دے دوں اور اگر چاہیں تو آپ کو راستے میں تھوڑا تھوڑا کر کے دلواتا جاؤں۔ میں نے کہا قبلہ! آپ یکجا دیں گے تو دل پر بوجھ ہوگا روپے کے ضائع ہونے یا چوری ہو جانے کا خطرہ رہے گا۔ مجھے آہستہ آہستہ عنایت فرمائیں۔ آپؒ نے فرمایا مخدوم صاحب! یٰسٓ وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ صرف یہی الفاظ گیارہ دفعہ پڑھ لیا کریں۔

یہاں سے آپؒ نے مجھے رخصت عنایت فرمائی اور خود واپس ہو گئے میں سفر کرتا ہوا رات کے وقت سید میاں شہباز علی کے پاس پہنچا۔ شاہ صاحب ایک خدمت گزار شخص تھے۔ مقررہ وقت پر حسبِ ارشاد میں وظیفہ پڑھ کر سو گیا۔ دن نکلا تو میں نے تیاری کی۔ قدرت الٰہی شاہ صاحب نے دو سو روپیہ نقد گن کر مجھے دیا میں نے کہا شاہ صاحب! ہمیشہ سے آپ کی عادت ہے کہ آپ دس روپے بطور خیرات فی سبیل اللہ دیا کرتے ہیں اس دفعہ آپ نے کیوں دو سو روپیہ دیا ہے۔ شاہ صاحب فرمانے لگے چھوڑو! کیا کرو گے پوچھ کر میں نے کہا نہیں مجھے ضرور بتاؤ۔ انہوں نے فرمایا گزشتہ رات مجھے ایک دراز قد' سفید ریش اور صاحبِ شوکت وہیبت بزرگ نے فرمایا ہے کہ دو سو روپیہ مخدوم صاحب کو دے دو میں نے مجبوراً لا کر یہ رقم آپ کو دی ہے مجھے یقین ہو گیا کہ حضرتِ والاؒ اسے حکم دے گئے ہیں۔ اس کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر میں میر واحد بخش دڑی والے کے پاس مہمان ہوا وہاں بھی وظیفہ پڑھا۔ رخصت کے وقت اس نے تین سو روپے نقد لا کر سامنے رکھے اس سے پہلے وہ ہمیشہ بیس روپے نذر دیا کرتے تھا اس دفعہ اس زیادتی کا سبب میں نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں خواب میں دیکھا ہے کہ سید محسن شاہ صاحب گھوٹکی والے اور حافظ صاحبؒ بھرچونڈی والے اکٹھے بیٹھے ہیں' حضرت صاحب' محسن شاہ صاحب سے فرما رہے ہیں کہ میں نے آپ کے مرید واحد بخش پر تین سو روپے مقرر کیے ہیں یہ آپ لے کر مخدوم صاحب کو دے دیں۔

محسن شاہ صاحب نے مجھے حکم فرمایا کہ جلدی یہ روپے گن کر مخدوم صاحب کے حوالے کرو میں مجبوراً یہ رقم لایا ہوں۔ اپنی رضا و رغبت سے تو نہیں لایا۔ الغرض جو مجھے دس روپے دیا کرتا تھا اس نے دو سو دینے شروع کیے اور جو بیس دیتا تھا وہ تین

سوچار سود دینے لگا۔ بہر حال گھر پہنچتے پہنچتے حضرت والاؒ کے ارشاد کردہ دو ہزار روپے پورے ہو گئے میں نے گھر سے حضرتِ والاؒ کی خدمت میں آدمی بھجوا کر پوچھا کہ حضور! دو ہزار تو پورے ہو گئے ہیں' وظیفہ جاری رکھوں یا بند کر دوں۔ آپؒ نے جواب میں لکھوا کر ارشاد فرمایا کہ مخدوم صاحب! بس کرو کہ آپؒ سے وعدہ اتنے کا تھا۔ میں اسی وقت حج کی تیاری کر کے کراچی کے لیے روانہ ہو گیا وہاں سے ٹکٹ لے کر جدہ روانہ ہو گیا۔ بمبئی نہ گیا کہ وہاں جانے سے آپ نے منع کر دیا تھا۔ مکہ مکرمہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً کی زیارت کر کے مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ وہاں تمام زیارتوں کا شرف حاصل ہوا اور پھر مکہ واپس آیا۔ زادِ راہ سارا ختم ہو گیا کچھ بھی نہ بچا' پریشانی ہوئی' دل میں خیال آیا کہ میزابِ رحمت کے نیچے نفل پڑھوں اور دعا مانگوں۔ لوگوں کے اژدھام کی وجہ سے دن کو مجھے موقع نہ ملا' میں رات کے وقت اسی نیت سے گیا۔ اتفاقاً اشرافِ مکہ کی عورتیں اس رات وہاں آئیں اور نوافل ادا کرنے لگیں۔ دوسری عورتیں ایک طرف تھیں البتہ ایک عورت میزابِ رحمت کے عین نیچے نوافل پڑھ رہی تھی جونہی وہ ہٹی میں جلدی وہاں کپڑا بچھا کر نماز شروع کر دی' فاتحہ کے بعد میں نے سورہ یٰسین شروع کی جب حضرت والاؒ کے اجازت شدہ الفاظ تک پہنچا تو آگے میری زبان بند ہو گئی۔ ابتداء سے شروع کی مگر وہاں آیا تو آگے نہ چل سکا۔ الغرض دو تین دفعہ سورۃ یٰسین پڑھنا شروع کیا مگر وہاں آتا تو زبان رُک جاتی آگے ایک حرف بھی نہ آتا میں سخت متحیر ہوا اسی حالت میں مجھ پر خواب کی حالت طاری ہو گئی میں نے دیکھا کہ بھر چونڈی شریف میں حضرتِ والاؒ کی خدمت میں حاضر ہوں آپ پوچھتے ہیں کہ مخدوم صاحب خیر و خوشی سے تو پہنچے ہو نا؟ میں نے عرض کیا حضور! پہنچ تو سلامتی سے گیا ہوں مگر سامانِ سفر بالکل ختم ہو گیا ہے ابھی تک مکہ معظّمہ میں بیٹھا ہوں۔ زادِ راہ

کے بغیر آؤں گا کیسے؟ آپؒ نے فرمایا مخدوم صاحب! میں آپ کو لینے کے لیے آیا ہوں تسلی رکھیں اسی وقت بیدا ہو گیا نفل پورے کر کے قیام گاہ پر واپس آیا اور اپنے رفقاء کو تسلی دی۔ اسی وقت ایک مومن شخص آیا اور مجھے کہنے لگا حضرت آپ کی دعوت ہے چلیے میرے ساتھ۔ میں آپ کو لینے آیا ہوں۔ بمبئی کی طرف سے چلنا ہو گا میں نے کہا میرے ساتھ تو کافی سنگت ہے اس نے کہا سب کی دعوت ہے۔ میں نے پوچھا آخر یہ دعوت کس سلسلے میں ہے کچھ بتاؤ تو سہی۔

اس نے کہا اس سے تمہیں کیا؟ بس میرے ساتھ چلو میں نے کہا میں بمبئی نہیں چلوں گا کہ مجھے میرے شیخ نے وہاں جانے سے منع فرمایا ہے اس لیے کہ اس طرف زیادہ تر تماش بین لوگ جاتے ہیں۔ اس نے کہا اس سے تمہیں کیا؟ خدا کے بندے میں تو تمہیں مفت سوا کراؤں گا میں نے کہا مگر میں اس طرف ہرگز نہ چلوں گا۔ پھر اس نے اپنے ایک کے ساتھی سے کہا کہ حضرت کے ساتھ چلے جاؤ آپ جہاں بھی جائیں اور خود جا کر اپنے ایک ملازم کے ہاتھ میرے لیے کراچی کا ٹکٹ بھجوایا چنانچہ میں کراچی پہنچ گیا اور گھر جانے کی بجائے پہلے سیدھا حضرتِ والا کی خدمت میں حاضری کے لیے چل پڑا۔ خیر پور (ڈہرکی) کے اسٹیشن پر اُترا تو میں نے دیکھا حضرت والاؒ کی جماعت کے درویش سواری کے جانور لیے منتظر کھڑے ہیں۔ قریب آ کر میں نے ان سے پوچھا بھائی آپ لوگ کس کی انتظار کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا آپ کی۔ میں نے پوچھا آپ لوگوں کو کس وقت حضرتِ والاؒ نے میرے استقبال کے لیے آنے کا حکم فرمایا۔ انہوں نے کہا ہمیں حضرتِ والاؒ نے عشاء کی نماز کے بعد فرمایا تھا کہ میرا دوست آ رہا ہے آپ لوگ صبح صبح اسٹیشن پر اونٹ لے جائیں۔ میں سوار ہوا کچھ راستہ طے ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرتِ والاؒ بنفس نفیس اپنی جماعت

مکرمہ کے ساتھ میرے استقبال کی خاطر آرہے ہیں اس لیے میں فوراً اتر پڑا دوڑ کر قدم بوس ہوا اور پھر پا پیادہ حضرتِ والاؒ کے ساتھ مسجد کے دروازے تک پہنچا آپ مجھے لے کر مسجد میں تشریف لے آئے' اور حد سے زیادہ اعزاز و اکرام فرمایا۔ میں نے سارا حال بیان کیا آپؒ بہت خوش ہوئے اور کئی روز یہ پُر لطف محفلیں جاری رہیں۔

ہارون الرشید کے تین عقدے:

مخدوم میاں دین محمد کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ نے یہ نقل بیان فرمائی کہ بادشاہ ہارون الرشید کے دل میں تین باتوں کے بارے میں شدید الجھن پیدا ہو گئی۔ پہلی یہ تمام اشیا کونیہ کی تخلیق اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوئی اللہ تعالیٰ سے پہلے کیا تھا؟ دوسری اللہ تعالیٰ کا رُخ کیسا اور کس طرح ہے؟ تیسیر اللہ تعالیٰ کس بات پر راضی ہے؟ ہارون الرشید نے اپنے وقت کے تمام بڑے بڑے علماء و فضلاء جمع کیے اور ان سے کہا کہ میرے دل میں یہ تین عقدے پڑ گئے ہیں آپ حضرات ان تینوں سوالات کے جوابات اس طرح کھول کر اور مثالوں سے واضح کر کے بیان کریں کہ میری سمجھ میں آ جائیں ۔ تمام علماء و فضلاء نے تقریریں کیں کہ زمین و آسمان اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اسی طرح زندگی و موت اور بہشت و دوزخ کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے پہلے کچھ نہ تھا اور اللہ تعالیٰ چہرے سے پاک ہے اس کی مثال کسی چیز سے نہیں دی جاسکتی۔ اسی طرح وہ نیک اعمال سے راضی ہوتا ہے اور برے اعمال سے ناراض۔ بادشاہ نے کہا تنی باتیں تو میں بھی جانتا ہوں مجھے کسی ظاہر مثال سے سمجھاؤ تا کہ آسانی سے میری سمجھ میں آسکے ورنہ کہیں میرے ایمان میں نقص نہ واقع ہو جائے ۔تمام علماء و فضلاء کوئی مثال پیش نہ کر سکے اور چپ ہو رہے۔ بادشاہ نے کہا آج رات آپ حضرات کو مہلت دی جاتی ہے اگر کل آپ نے ساری بات مجھے

مثالوں کے ساتھ نہ سمجھائی تو میں آپ تمام لوگوں کو قید خانے بھیج دوں گا۔ تمام علماء نے ایک جگہ اکٹھے بیٹھ کر باہم مشورہ کیا تو ان کے درمیان طے پایا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں چل کر یہ مسئلہ ان سے حل کرایا جائے۔ الغرض رات کے وقت تمام علماء حضرت امام جعفر صاداق علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور سارا واقعہ عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس میں کیا مشکل ہے یہ تو سیدھی اور صاف بات ہے۔ آپ لوگ امام ابوحنیفہ کو کمسن اور خود کو بڑے عالم سمجھتے ہیں' آپ کو اس مسئلے کا جواب امام ابوحنیفہ دیں گے۔ آپ ان کے پاس جائیں یہ لوگ امام ابوحنیفہ کی خدمت میں پہنچے اور سارا حال بیان کیا۔ امام صاحب نے فرمایا آپ لوگ اپنے زمانے کے بڑے علماء اور میرے اساتذہ ہیں مجھے آپ حضرات کی موجودگی میں جواب دینا خلافِ ادب معلوم ہوتا ہے' سب نے کہا اجازت ہے اس لیے کہ ہم سب مصیبت کے اس گرداب میں پھنس گئے ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ ان علماء کی معیت میں ہارون الرشید کے دربار میں پہنچے۔ اس وقت ہارون الرشید تخت شاہی پر بیٹھا تھا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہی اس نے پوچھا کہ میرے سوالات کے جوابات لائے ہیں کہ نہیں؟ امام صاحب نے فرمایا بادشاہ! شرعی مسئلہ پوچھنے کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ سائل اوپر تخت پر بیٹھا ہو اور جس سے مسئلہ پوچھا جا رہا ہو وہ نیچے کھڑا ہو۔ اس کا طریقہ اور ادب کا تقاضا یہ ہے کہ سوال پوچھنے والا نیچے اور جس سے پوچھا جا رہا ہو وہ اس سے بلند جگہ پر ہو۔ ہارون الرشید فوراً تخت سے نیچے اتر آیا اور ادب سے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ امام صاحب تخت پر جا کر بیٹھ گئے اور فرمایا ہارون! اب بتاؤ تمہارا مسئلہ کیا ہے؟ ہارون الرشید نے کہا کہ یہ تمام اشیاء کو نیہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے عالمِ وجود میں آئیں۔ اللہ تعالیٰ سے پہلے کیا تھا؟ حضرت امام نے فرمایا آپ کو

حساب کرنا تو آتا ہے۔ بادشاہ نے کہا ہاں! آپؒ نے فرمایا ذرا گنو، ہارون الرشید گننے لگا ایک دو تین چار پانچ۔ حضرت امام نے فرمایا بادشاہ یہ تمام ہندسے ہندسہ ایک کے وجود میں آنے کے بعد ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ اس ایک سے پہلے کیا ہے؟ انہوں نے کہا اس سے پہلے کچھ نہیں۔ حضرت امام فرمانے لگے جس طرح ہندسوں میں ایک سے پہلے کچھ نہیں اسی طرح خدا بھی ایک ہے اس سے پہلے کچھ نہیں تھا۔ ہارون الرشید نے کہا آپ نے واضح مثال سے سمجھا کر میرا ایمان بچا لیا ہے۔ اب دوسرے سوال کا جواب ارشاد فرمائیے۔ حضرت امامؒ نے فرمایا کہ ایک بڑی شمع روشن کی جائے، شمع آ گئی تو آپؒ نے پوچھا بادشاہ! شمع کا منہ کس طرف ہے۔ ذرا بتائیں۔ ہارون الرشید کوئی جواب نہ دے سکا تو آپ نے فرمایا جس طرح شمع کا رُخ ہر طرف کا احاطہ کیے ہوئے ہے اسی طرح رُخ (وجہ) خداوندی بھی ہر چیز کو محیط ہے۔ چنانچہ وھو بکل شیی محیط اس کی دلیل ہے۔ تیسرے مسئلے کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے راضی ہے کو تو جاہل تھا تجھے اس تخت سے اتار کر نیچے کھڑا کیا اور میں عالم تھا علم کی وجہ سے تخت پر بٹھا دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقولہ اس کی دلیل ہے:

رضینا قسمۃ الجبار فینا لنا علم وللجهال مال۔

صحابہ کرام کا اندازِ حکومت:

مخدوم میاں دین محمد کا بیان ہے کہ ایک روز یہ بات چل پڑی کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب کی حکومت (مثالی) کرامت کے ذریعے تھی۔ حضرتِ والاؒ نے یہ نقل بیان فرمائی کہ صدرِ اول کے تمام حکام آنحضور ﷺ کے قدم بقدم چل رہے تھے اور اس میں کوئی ذرہ بھر تبدیلی نہ آئی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد ہوئی تو آپ نے حضرت سلمان فارسی کو خراسان کا حاکم

مقرر کر کے روانہ فرمایا اور انہیں فرامایا کہ خراسان کے پہلے حاکم حارث صحابی کو میرے حکم سے معزول کر دو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فارسی گدھے پر سوار کمبل اوڑھے ہاتھ میں گھاس کھودنے کا رنبہ لیے روانہ ہو گئے۔ ان کے پاس اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ سفر طے کر کے دارالحکومت کے قریب پہنچے تو شہر سے باہر بیٹھ گئے اور اپنے گدھے کے لیے گھاس کھودنے لگے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جونہی یہاں پہنچے حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے تمام فوج کو بلا کر بتادیا کہ میری حکومت اب ختم ہے کیونکہ تمہارا دوسرا حاکم یہاں پہنچ گیا ہے آپ لوگ اب اس کی تابع داری کریں۔ انہوں نے پوچھا وہ ہے کہاں؟ انہوں ل ے کہا وہ شہر کے باہر پہنچ گیا ہے۔

لوگ سفید شکر اور قند سرخ بہ طور نذرانہ لے کر کشاں کشاں شہر کے باہر جانے لگے انہوں نے سوچا کہ دنیوی رسم کے مطابق حاکم شہر اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ آرہا ہوگا۔ جب یہ لوگ شہر سے باہر پہنچے تو وہاں ایسی کوئی بات نہ تھی۔ شہر کے اردگرد پھرے مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ انہوں نے سوچا شاید حاکم ابھی تک پہنچا ہی نہیں۔ البتہ ایک درویش انہیں نظر آیا کہ اس کا گدھا بندھا ہوا ہے اور وہ خود اس کے لیے گھاس کھود رہا ہے۔ یہ لوگ مایوس ہو کر پھر حضرت حارث کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے حضور! حاکم کا تو کہیں نام ونشان نہیں ہے خدا کے لیے آپ ہی حکومت سنبھالیے ورنہ ملک برباد ہو جائے گا۔ حضرت حارث نے پوچھا کہ اس شکل و شباہت کا کوئی درویش آپ لوگوں نے دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں وہ تو موجود ہے۔ انہوں نے فرمایا وہی تو تمہارے علاقے کا حاکم ہے۔ آپ لوگوں پر اس کی اطاعت فرض ہے۔

یہ لوگ واپس ہوئے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ ہمارے حاکم نے ہمیں بتایا ہے کہ اس کی حکومت ختم ہو گئی ہے اب اس علاقے کے

حاکم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے ہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابھی اس کی حکومت کے آٹھ دن باقی ہیں تاکہ میں اس سے تمام حساب و کتاب لے سکوں۔ لوگوں نے کہا حضور! آپ چل کر سرکاری رہائش گاہ میں تو بیٹھیے اس لیے کہ سابقہ حاکم تو اسے چھوڑ چکا ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج رات مجھے یہاں رہنے دو کل میں آ جاؤں گا۔ لوگوں نے کہا حضرت' یہ چوروں اور بدمعاشوں کا علاقہ ہے یہ لوگ ایک ہی رات میں سارے شہر کا صفایا کر دیں گے اس لیے کہ اس بات کا ہر شخص کو پتہ چل گیا ہے کہ پہلا حاکم موقوف ہو گیا ہے اور دوسرے نے ابھی چارج نہیں لیا' چور اُچکّے آپس میں متفق ہو کر وارداتیں کریں گے جب تک دوسرا حاکم پہلے کی جگہ لے یہ موقع ان کے لیے سنہری ثابت ہو گا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا قلم دوات لاؤ کہ میں تمہیں اس خطرے سے بچاؤ کی خاطر کچھ لکھ دوں۔ انہوں نے کہا رات کا وقت ہے اس وقت شہر سے قلم دوات لانا مشکل ہے۔ انہوں نے فرمایا کوئی بات نہیں کہیں سے کسی چیز کا پرانا ٹکڑا اور کوئلہ لے لو۔ لوگ لے آئے آپ نے اس پر کچھ لکھا اور فرمایا کہ جاؤ قلعے کے دروازے پر پہلے پہل جو چیز تمہیں ملے یہ رقعہ اسے دے دو۔

لوگوں نے دل میں خیال کیا کہ اس قسم کا آدمی علاقے پر کیا حکمرانی کرے گا۔ بہرحال لوگ چل پڑے راستہ میں بھی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے رویے پر ہنسی مذاق کرتے گئے۔ اتفاق سے قلعے کے دروازے پر انہیں ایک بیمار کمزور اور زخمی کتا ملا۔ جس کے زخموں میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ آپس میں کہنے لگے یہ خط اسی کے حوالے کرنا چاہیے کہ پہلے پہل ہمیں یہی ملا ہے۔ پرانے کپڑے میں انہوں نے تعویز کی طرح یہ رقعہ لپیٹا اور کتے کے گلے میں باندھ دیا۔ قدرتِ الٰہی سے کُتا اسی وقت

تندرست ہو گیا۔ اس کی بیماری زائل ہو گئی اور وہ ایک طرف کو چل دیا۔ لوگ ہنسی مذاق کے طور پر آپس میں کہنے لگے کہ یہ شخص اسی طرح حکومت کرے گا۔ شہر میں پہنچے تو تمام چوروں، بدمعاشوں کو اعلان دے دیا کہ اپنے تمام ساتھیوں کو چاہے وہ قلعہ میں ہوں یا قلعہ سے باہر اطلاع کرادو کہ آج رات کوئی اس شہر کا حاکم نہیں ہے آپ لوگوں کو عام اجازت ہے کہ لوٹو کھاؤ ہم تمام دکان اور مکان کھلے چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ تمام تاجروں، بزازوں اور دوسرے دکان داروں نے اپنی اپنی دکانیں کھلی چھوڑ دیں بلکہ تمام سامان نظروں کے سامنے رکھ دیا اور بلا خوف سو گئے۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ شہر کی بدنامی ہو اور پھر وہی حاکم بحال رہے اور اسے ہی دوبارہ مقرر کیا جائے۔

ادھر جس کتے کی گردن میں انہوں نے خط ڈالا تھا وہ فوراً قلعہ کے نزدیک واقع ایک بلند پہاڑ پر چڑھ کر بلند آواز سے چیخنے لگا اس کی فریاد سن کر شہر اور گردونواح کے سارے کتے وہاں جمع ہو گئے اس نے ان تمام کتوں سے کہا خبردار اگر آج رات کوئی چیز گم ہوئی یا کسی کی کوئی چیز کوئی شخص لے گیا تو صبح کے ہمارا بادشاہ ہم سب کو ہلاک کرادے گا۔ تمام کتوں نے اسے کہا تم ہمارے حاکم ہو جو حکم دو ہم اس کی تابع داری کے لیے حاضر ہیں۔ اس نے کہا فوری طور پر شہر کے تمام بازاروں اور دکانوں و مکانوں کے دروازوں کے سامنے کھڑے ہو جاؤ اور ہر طرف دیکھتے رہو۔ جونہی کوئی چور نظر آئے اسے فوراً چیر پھاڑ کر پھینک دو۔ ادھر چوروں کے گروہ نے آپس میں طے کیا کہ جونہی رات ڈھلے قلعے پر دھاوا بول دینا چاہیے۔ انہیں کتوں کے پروگرام کا قطعاً علم نہ تھا۔ یہ لوگ آدھی رات کے بعد اپنی اسکیم کے مطابق جونہی مختلف ٹولیوں میں شہر کے اندر داخل ہوئے۔ کتے ان پر ٹوٹ پڑے۔ یہاں تک کہ صبح تک تمام چور

ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ دن نکلا تو تاجروں اور دکان داروں نے کیا دیکھا کہ شہر کے تمام گلی کوچوں میں چوروں کے اعضا بکھرے ہوئے ہیں۔ اندازہ لگایا گیا تو پتہ چلا کہ اس رات میں تین ہزار کے قریب چور مارے گئے ہیں' شہر کے لوگوں نے یہ کیفیت دیکھی تو گلے میں کپڑے ڈال کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور معافی کے طلب گار ہوئے اور آئندہ کے لیے فرمانبردار اور تابع دار شہری کی حیثیت سے رہنے کا یقین دلایا۔ چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اس علاقے پر حکومت کرنے لگے ابھی دو ماہ گزرے تھے کہ ایک دن ایک صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور انہیں بتایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دین رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دوئی باتیں داخل کر دی ہیں۔

آپؓ نے پوچھا کون سی؟

انہوں نے کہا پہلی بات تو یہ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء ثلٰثہ چٹائی پر کچھ بچھائے بغیر سوتے تھے مگر علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اس پر چادر بچھا کر سوتے ہیں دوسری یہ کہ وہ دو طعام کھاتے ہیں حالانکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے ثلٰثہ ایک وقت میں ایک ہی طعام تناول فرماتے تھے۔ یہ حال سن کر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرمانے لگے ایسے شخص کی تابع داری کیسے کی جا سکتی ہے؟ چنانچہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حکومت چھوڑ کر اس صحابی کے ساتھ چل پڑے اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے' حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نگاہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر پڑی تو آپ کو تعجب ہوا کہ اتنی جلدی کیوں واپس آ گئے ہیں' میں نے انہیں حاکم بنا کر بھیجا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے حال پوچھا تو انہوں نے سارا واقعہ من وعن بیان کر دیا آپ نے پوچھا یہ بات کس نے بتائی ہے؟ انہوں نے عرض کیا (اس صحابی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اس شخص

نے۔ آپ نے فرمایا صحابی نے بات ٹھیک کہی ہے مگر اصل قصہ یہ ہے کہ اس روز (جب اس نے مجھے چادر نیچے بچھائے ہوئے دیکھا) مجھے بخار تھا' بے ہوشی کی حالت میں جو چادر میں نے اوپر لے رکھی تھی وہ نیچے آ گئی دوسری بات کی حقیقت یہ ہے کہ بیماری کی وجہ سے حکیم نے میرے لیے انڈے کی زردی اور سفیدی علیحدہ علیحدہ کھانے کی تجویز کی۔ اسی لیے اس روز یہ دونوں چیزیں میں الگ الگ رکھی ہوئی تھیں۔ حالانکہ انڈا ایک ہی چیز ہے صرف اس کے رنگ دو ہیں بات تو ساری اتنی ہے۔

یہ قصہ بیان کر کے حضرتِ والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ صحابہ کرام کو دین رسول اللہ ﷺ کی اس قدر غیرت تھی کہ حضرت سلمان فارسی ؓ نے حکومت چھوڑ دی اور فوراً معاملہ خود آ کر دیکھنے کو ترجیح دی تا کہ دین میں کوئی رخنہ نہ پڑے۔ پھر آپؒ نے فرمایا مخدوم صاحب! دین (دین داری یا دینی غیرت) یہ ہے۔

مولوی بن جانا اور فقیر کہلانا آسان ہے:

احقر بندہ عبیداللہ (جامع اوراق) عرض کرتا ہے کہ ایک روز حضرتِ والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ مولوی بن جانا' سید ہونا' فقیر اور مشائخ کہلانا آسان اور سہل ہے البتہ آنحضور ﷺ کے دین کی مکمل پیروی کرنا مشکل ترین کام ہے۔ اس کے بعد آپ نے بہ طور مذاق یہ مثال بیان فرمائی۔

لئیی کوں لت کنپر کوں کاسو آھیاں فقیر خاصو

مخدوم دین محمد صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت والاؒ سوئی شریف ختم کی غرض سے تشریف لے گئے اس غلام کو بھی ہم رکابی کا شرف بخشا۔ ختم پڑھ کر فارغ ہوئے تو ابھی آپ اندر تھے کہ میں پہلے باہر نکل آیا میں نے دیکھا کہ ایک ہندو اپنے طریق عبادت کے مطابق غلے کے کچھ دانے سوئی شریف کے کنوئیں میں ڈال رہا

ہے وہ دانے ڈال کر چلا گیا تو میں نے حضرتِ والاؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور! بات یہ ہے کہ اس دشمنِ اسلام ہندو نے فقراء کے کنوئیں میں پلیدی ڈال کر پانی ناپاک کر دیا ہے آپ حکم فرمائیں کہ:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ

(مشرکین کو قتل کرو جہاں پاؤ اور نہیں پکڑو اور گھیرو)۔ (التوبہ: ۵)

آپؒ نے فرمایا مخدوم صاحب! آپ کے اجداد جابر تھے وہ بات اچھی تھی یا یہ بات اچھی ہے یہ بات فرما کر آپؒ نے یہ نقل بیان فرمائی۔

حضرت امیر حمزہ کے قتل کا بدلہ:

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے تو کسی صحابی نے دوڑ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ خبر پہنچائی۔ سنتے ہی آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے کہ میں امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے بدلے میں مکہ کے بہتر کافر و مشرک قتل کراؤں گا۔ فوراً وحی آئی اذا جآ نصر اللہ یعنی فتح کا کام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے ہوگا اس میں دیر نہ کرؤ کافروں کو نہ چھوڑو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلا کر حکم فرمایا کہ صحابہ کے ہمراہ فوراً مشرکین مکہ کے خلاف تلوار اٹھاؤ صحابہ نے اسی وقت تلواریں سونت لیں، کچھ کافر قتل ہوئے کچھ بھاگ گئے اور باقی نے اطاعت اختیار کر کے اسلام قبول کر لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو جنگ بند کرنے کا حکم دیجیے۔ آپ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جا کر کہو کہ جنگ بند کریں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فوراً پیغام پہنچایا۔ انہوں نے فرمایا ٹھیک ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ پیغام دے کر پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں آن بیٹھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر مجاہدین کو حکم دیا کہ تلوار چلاؤ انہوں نے جنگ شروع کر دی۔

کفار مکہ پھر فریادی ہو کر آنحضور ﷺ کی خدمت میں آئے کہ حضور جنگ ابھی تک جاری ہے اور قتل ہو رہے ہیں۔ آپ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوئے کہ تم نے پیغام پہنچایا۔ انہوں نے کہا حضور! میں پیغام دے آیا ہوں آپ نے فرمایا جاؤ جنگ بند کراؤ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فوراً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس پہنچے اور ان سے عرض کیا۔ آنحضرت ﷺ ناراض ہو رہے ہیں آپ جنگ بند نہیں کرتے؟ انہوں نے فرمایا حضرت کی بات کے سامنے میری کیا مجال! میں جنگ بند کر رہا ہوں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ واپس ہوئے تو مکہ کے لوگ پھر فریادی ہو کر آ گئے کہ حضور جنگ تا حال جاری ہے، ہم اسلام قبول کر چکے ہیں، دائرۂ اطاعت میں آ گئے ہیں، پھر بھی قتل کیا جا رہا ہے۔ آنحضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر ناراضگی کا اظہار فرماتے۔ ارشاد فرمایا تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ جاؤ علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر لے آؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے فرمایا کیا بات ہے۔ علی رضی اللہ عنہ! تم میری بات نہیں مان رہے۔ انہوں نے عرض کیا حضور! مجھے سلمان رضی اللہ عنہ نے کوئی پیغام نہیں دیا۔ آپ نے فرمایا سلمان رضی اللہ عنہ جھوٹ بولنے والا تو نہیں ہے پھر آپ نے حضرت سلمان سے پوچھا کہ تم نے میرا پیغام نہیں پہنچایا انہوں نے کہا حضور! میں تینوں دفعہ آپ کا پیغام پہنچا چکا ہوں۔ آنحضور رضی اللہ عنہ نے تھوڑی دیر خاموشی اختیار کی اور وحی کا انتظار کرنے لگے۔ اسی وقت جبرئیل امین علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ علی رضی اللہ عنہ سچ کہتے ہیں اور سلمان علیہ السلام کی بات بھی غلط نہیں دونوں سچے ہیں بات یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان علی رضی اللہ عنہ کی صورت میں میں (جبرئیل) موجود تھا اور تینوں دفعہ میں آپ کے حکم کی تعمیل کا اقرار کرتا رہا۔ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ جب تک کفار مکہ کے بہتر قتل نہ ہو جائیں جنگ بند نہ کی جائے اب یہ تعداد پوری ہو گئی

ہے چنانچہ جنگ بھی بند ہوگئی ہے۔

لال شہباز قلندرؒ نے عالمِ دین کا استقبال کیا:

مخدوم دین محمد صاحب کا بیان ہے کہ حضرتِ والاؒ اس علاقے (بلوچستان) کے سفر پر تشریف لائے تو جیکب آباد میں میری آپ سے ملاقات ہوئی۔ میر علی مراد خان ٹالپور نے مجھے ایک گھوڑا دیا تھا جس کی زین چاندی کے پتروں سے مزین اور اس پر اطلس کا جُل پڑا تھا میں اس وقت اس گھوڑے پر سوار تھا۔ ملاقات کے وقت میں نے حضرتِ والاؒ کو اپنے گھوڑے پر سوار ہونے کی دعوت دی اور اصرار کر کے آپ کو اس پر سوار کرایا مجھے لنگر کے گھوڑے پر سوار کیا گیا۔ حضرتِ والاؒ نے فرمایا مخدوم صاحب! آپ اپنا گھوڑا آگے کریں میں آپ کے پیچھے چلوں گا۔ الامر فوق الادب کے مطابق میں آگے ہوگیا۔ اس وقت ہزاروں کی تعداد میں لوگ ہمارے آگے پیچھے چل رہے تھے اس وقت لوگوں کے منہ سے یہ بات نکلی کہ باپ باپ ہے مگر بیٹا بھی بیٹا ہے (مجھے لوگوں نے حضرت کا بیٹا سمجھا) اس وقت ابھی تک میرے چہرے پر داڑھی نہیں آئی تھی۔ شہر کے بازار سے گزر ہوا تو آپ نے رُخ مبارک ڈھانپ لیا۔ تمام مخلوق بازار کے دونوں طرف کھڑی تھی۔ ایک فقیر نے عرض کیا حضور! ہزار ہا لوگ جن میں کافر اور مسلمان شامل ہیں اپنے اپنے کاروبار چھوڑ کر آپ کی زیارت کے لیے کھڑے تھے مگر آپ نے چہرہ مبارک ڈھانپ لیا اس کی کیا وجہ؟ آپ نے فرمایا لوگ اس فقیر کو نہیں اپنی حقیقت اور اصلیّت کو دیکھ رہے تھے جو کہ وحدت ہے۔

میں نے عرض کیا کہ حضور میرے دادا صاحب تقویٰ بزرگ تھے۔ ایک دفعہ ایک ہندو عورت کے مسلماں ہو جانے پر ہندو صاحبان نے بہت واویلا کیا۔ ٹالپور میر

محمد خاں دریشوں کی جماعت اور میرے دادا کی دشمنی پر اتر آیا۔ چنانچہ میرے دادا مدد حاصل کرنے کی خاطر حضرت لال شہبازؒ کے روضہ پر حاضر ہوئے ۔ جب آپ قریب پہنچے تو روضہ میں جنبش پیدا ہوئی اور وہ ہلنے لگا۔ آپ نے ہاتھ سے اسے اشارہ کیا کہ صبر کرو چنانچہ روضہ اپنی جگہ پر ٹھہر گیا۔ آپ ختم پڑھ کے باہر نکلے تو ایک فقیر نے میرے دادا سے پوچھا کہ مخدوم صاحب روضہ کیوں ہلنے لگا تھا؟ آپ نے فرمایا حضرت لال شہباز قلندر میرے استقبال کے لیے اُٹھے تھے میں نے اشارے سے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ اپنی جگہ تشریف رکھیں میں خود حاضر ہو رہا ہوں۔ چنانچہ روضہ اپنی جگہ ٹھہر گیا۔ حضرت لال شہباز نے میرے دادا سے فرمایا اس بازار کی فلاں کنجری سے جا کر مدد حاصل کرو' مخدوم صاحب سوار ہو کر اس بازار میں پہنچے تمام بدقماش عورتیں ڈر گئیں۔ کیونکہ مخدوم صاحب' صاحبِ شریعت بزرگ تھے انہیں پریشانی ہوئی کہ خدا جانے مخدوم صاحب کیا کرتے ہیں۔ یہ عورتیں دوڑ کر قدم بوسی حاصل کرنے لگیں ان میں وہ بھی تھی جس کے بارے میں حضرت لال شہبازؒ اشارہ کر چکے تھے۔ میرے دادا مخدوم صاحب سواری سے نیچے اُترے وہیں کھڑے کھڑے آپ نے فرمایا فقراء کی جماعت اور آنحضرت ﷺ کے دین کی کامیابی کے لیے سب مل کر دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس معاملے میں اسلام کے مقدمے کو فتح نصیب کرے سب نے عرض کیا حضور آپ دعا مانگیں ہم سب آمین کہیں گی۔ چنانچہ مخدوم صاحب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور ان تمام نے آمین کہی۔ میرے دادا حضرت مخدوم صاحب وہاں سے روانہ ہوئے ابھی گھر نہ پہنچے تھے کہ نور محمد خاں ٹالپور کو سانپ نے کاٹا اسی وقت انہوں نے وہ ہندو عورت واپس کر دی جو اپنی قید میں انہوں نے رکھی ہوئی تھی اور معافی بھی طلب کی۔

اس قصے کے بعد حضرتِ والاؒ فرمایا کہ مخدوم صاحب! ایسے نہیں ہے پھر آپ نے یہ نقل بیان فرمائی۔

شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا کا واقعہ:

شیخ الاسلام بہاء الدین ملتانیؒ ہر روز ظہر کی نماز مکہ مکرمہ میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن خادم سے آپ نے فرمایا کہ پانی کا کوزہ بھرلاؤ تاکہ میں وضو کر کے نماز کے لیے جاؤں۔ اس وقت لباس وشکل سے ایک پیشہ ور نظر آنے والی عورت نے کہا حضرت ذرا ٹھہریے! کہ میں بھی وضو کرلوں پھر اکٹھے مکہ مکرمہ نماز کے لیے چلتے ہیں۔ آپ نے وضو کر کے تھوڑی دیر صبر کیا اتنے میں وہ عورت بھی وضو کر کے آ گئی۔ اور کہنے لگی حضور! جیسے آپ کی مرضی یا آپ مجھے مکہ معظّمہ لے چلیں یا میں آپ کو پہنچا دیتی ہوں۔ آپ نے فرمایا آج تمہاری باری ہے اس نے کہا حضور اپنے پاؤں میرے دونوں پاؤں پر رکھ دیجیے۔ حضرت شیخ الاسلام نے کمال تقویٰ اور پاس شریعت کی وجہ سے اپنے پاؤں پر مضبوطی سے کپڑا لپیٹا پھر اس عورت کے پاؤں پر کپڑا ڈالا اور بعد میں اپنے پیر اس کے پاؤں پر رکھے۔ اس نے کہا حضرت اپنی آنکھیں بند کیجیے۔ آپ نے آنکھیں بند کرلیں۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا اب آنکھیں کھولیے۔ آپ نے آنکھیں کھولیں تو مکہ معظّمہ میں تھے' اس وقت مکہ مکرمہ میں تکبیرِ اولیٰ ہوچکی تھی صرف اتنا وقت لگا۔

مخدوم دین محمد صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ نے اس شعر کی تشریح فرمائی ۔

سر برہنہ نیستم' دارم کلاہ چار ترک
ترکِ دنیا' ترکِ عقبیٰ' ترک مولیٰ ترکِ ترک

آپ نے فرمایا ترک دنیا آسان ہے ترکِ عقبیٰ سہل ہے ترکِ مولیٰ آسان تر ہے البتہ ترکِ تَرک مشکل ترین مسئلہ ہے۔ یہ فرما کر آپ خاموش ہو گئے۔ میں نے عرض کیا حضور کچھ مزید تشریح فرمائیں۔ اچانک آپ کا رنگ اور صورت مبارک اس طرح بدل گئی کہ مجھ سمیت ساری محفل پر ہیبت' خوف اور دہشت طاری ہو گئی اور آپ کی زبان پر ایسے اسرارِ غیبی اور انوار لاریبی کا ظہور ہونے لگا کہ میرے اور تمام حاضرین کے ظاہری و باطنی حواس بند ہو گئے اور ہم لوگ محوِ حیرت ہو گئے۔ حضرتِ والا اس وقت جو کچھ فرما رہے تھے' میری ناقص سمجھ میں ان میں سے ایک بات بھی نہ آئی اس لیے کہ اس میدان میں عقل وفہم کی رسائی تو تھی ہی نہیں۔ جب حضرت والاؒ کی یہ کیفیت ختم ہوئی اور آپ اپنی اصلی حالت میں واپس آئے تو خوف وہیبت بھی کم بھی ہوئی اور زبان کو بولنے کی طاقت بھی ملی تو میں نے حضرتِ والاؒ کے سامنے حاضرینِ مجلس سے پوچھا کہ حضرتِ والاؒ کے ارشادات میں سے آپ لوگوں کی سمجھ میں کوئی بات آئی ہے یا نہ؟ سب نے متفق ہو کر یہی بات کہی کہ ہم نے کچھ نہیں سمجھا اس کے بعد آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور یہ نورانی مجلس ختم ہو گئی۔ مخدوم صاحب کا بیان ہے کہ اس وقت حضرتِ والا نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ میں نے اس سے پہلے کبھی نہ آپ کی زبانی سنا نہ ہی اپنے زمانے کے علماء وفضلاء سے وہ نکتے سنے اور نہ یہ باتیں کتابوں میں دیکھیں۔

سبحان اللہ! وبحمدہٖ! آپ ایسے غوث اور مغیث تھے کہ ٹھاٹھیں مارنے والے سمندر کی طرح اسرارِ الٰہی کی غیر متناہی موجیں ہر طالب کو بقدر سیراب کر رہی تھیں اور ہر شخص اس میں سے اپنا اپنا حصہ لے رہا تھا۔ الحمد للہ علی کل حالٍ من الاحوال۔

مخدوم دین محمد صاحب کا واقعہ:

مخدوم دین محمد صاحب کا بیان ہے کہ میرے شیخ (حضرتِ والاؒ) کی کرامات میں سے یہ ہے کہ جب کبھی میں حضرتِ والاؒ کی زیارت کے ارادے سے روانہ ہوتا تو جونہی خیر پور (ڈہرکی) کے اسٹیشن پر اترتا کوئی نہ کوئی درویش سواری لیے ہوئے پہلے سے میرا منتظر ہوتا۔ گو میں کتنا ہی بے وقت کیوں نہ آتا، میں ہزار کوشش کرتا کہ ریلوے سٹیشن سے پا پیادہ حاضری دوں مگر ایسا نہ ہوسکتا تھا۔ ایک دفعہ دوپہر کے وقت میں گاڑی سے اترا تو میں نے حضرتِ والاؒ کی طرف سے آتے ہوئے درویش سے کہا کہ آج جمعہ کا دن ہے تھوڑی دیر انتظار کر لیتے ہیں ہم فی الحال جنگل میں بیٹھ جاتے ہیں جب حضرت والا خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھیں تو مجھے اطلاع کرنا۔ درویش نے آ کر اطلاع دی تو میں چھپتا چھپاتا مسجد کی آخری صفوں میں ایک صف میں جا کر بیٹھ گیا۔ حضرت والاؒ خطبہ پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح آپؒ کی نگاہ مجھ پر تھی۔ خطبہ سے فارغ ہو کر آپ نے اشارہ فرمایا، لوگ حیران ہو گئے اور آپ نے ایک درویش سے فرمایا کہ مخدوم صاحب آخری صفوں میں کھڑے ہیں انہیں جلدی لے آؤ میں فوراً آگے آیا تو آپ نے اپنے نزدیک جگہ دی اور پھر نماز پڑھائی۔

نماز کے بعد آپؒ نے فرمایا مخدوم صاحب اب وعظ کہنا آپ کے ذمے ہیں منبر پر بیٹھ کر وعظ کہیے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ حضرت ہزاروں علماء موجود ہیں میرے لیے وعظ کہنا مشکل ہے۔ اتفاق سے اس روز ہند و سندھ کے بے شمار علماء موجود تھے اور لوگوں کی کثرت کا تو یہ عالم تھا کہ گویا مسجد میں انسانوں کا دریا موجیں مار رہا ہے۔ آپ کی زبان مبارک سے نکلا بے دھڑک وعظ کہو اور بے فکر رہو میں نے

فوراً منبر پر بیٹھ کر وعظ شروع کر دیا اُس وقت میرے ہاتھ میں کوئی کتاب نہ تھی۔ میں نے دیکھا کہ میرے اور تمام مخلوق کے درمیان دیوار کی طرح کا پردہ حائل ہے اور حضرتِ والاؒ کے علاوہ مجھے کوئی شخص نظر نہیں آتا اور اس وقت میرے حافظے میں ہزار ہا حدیثیں موجود ہو گئیں۔ چنانچہ مجھ پر جو خوف طاری تھا وہ زائل ہو گیا اور میں نے وعظ شروع کر دیا۔ حضرت والاؒ کی جماعت میں بہت گریہ ہوا خود میرے آنسو بھی جاری تھے۔ سبحان اللہ! کیا بیان کیا جائے کہ اس وقت کی کیفیت الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔

میں مسجد سے باہر نکلا تو تمام علماء نے مجھے گھیر لیا اور پوچھنے لگے کہ مخدوم صاحب یہ احادیث آپ نے کس کتاب سے بیان فرمائی ہیں میں نے انہیں بتایا کہ مجھے کچھ علم نہیں۔ میں اس قدر جانتا ہوں کہ جونہی میں نے وعظ شروع کیا میرے سامنے ایک بڑا کاغذ آ گیا جس پر تمام احادیث لکھی ہوئی تھیں میں دیکھ کر بیان کر رہا تھا۔ علمائے کرام اس بات سے حیرت میں آ گئے اور کہنے لگے کہ آج عجیب وعظ ہوا ہے آپ نے جو احادیث بیان کی ہیں یہ ہم نے نہ کسی سے سنی ہیں اور نہ کتابوں میں دیکھی ہیں۔ مخدوم صاحب کے پہلے بیان کردہ واقعے میں یہ حصہ رہ گیا تھا۔

صفاتِ سبعہ الٰہیہ:

حضرتِ والاؒ جب ترکِ ترک کی تشریح سے اپنی اصلی حالت پر واپس آ گئے تو اللہ تعالیٰ کے چھ صفات کے بارے میں گفتگو شروع ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ان چھ صفات کا بندوں کی صفات کے ساتھ تعلق ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سمیع ہے بندہ بھی سمیع ہے کہ ہر وقت ہر آواز سنتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی صفات کا بندے کی صفات کے ساتھ یہ تعلق ایک معین مدت تک باقی رہتا ہے۔ بندے کا سمیع ہونا اس

وقت تک ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت سمع کا جب تک اسپر پرتو پڑ رہا ہے جب اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا پرتو بندے سے ختم ہوتا ہے بندے کے سمیع ہونے کی صفت بھی خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا بندے کی صفت محدود بالحد ہوئی۔ رہی صفتِ خداوندی اس کی کوئی حد نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی سمع عالم کے تمام اجزاء کو محیط ہے جب کہ بندے کی سمع عالم کو محیط نہیں بلکہ اس کے کچھ افراد کو محیط ہے۔ محیط کل اور محیط افراد میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بصیر ہے اور بندہ بھی بصیر ہے کہ ہر چیز کو اپنے اندازے اور وسعت کے مطابق دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور بندہ بھی حکیم ہے کہ کلماتِ الٰہی سے کلام کرتا ہے۔ الغرض تمام صفات کا یہی حال ہے۔

مخدوم دین محمد صاحب کا بیان ہے کہ غلام محمد راجڑی اور میرے درمیان اس مصرعہ پر اختلاف رائے پیدا ہوا کہ عمر چوں رزق مقدر است گردیدن چیست۔ غلام محمد نے کہا مخدوم صاحب! کسان اور مزارع چھ ماہ محنت و مشقت جھیلتے ہیں تب جا کر فصل سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جب رزق مقرر اور مقدر ہے تو پھر یہ کوشش و تکلیف کیوں ہے؟ میں نے جواب میں کہا کہ ہر شخص اپنی قسمت کوشش اور محنت کے بعد حاصل کرتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ غلام محمد اس کا دوسرا مصرعہ کیسے ہے؟ اس نے کہا میں نے صرف اتنا دیکھا ہے آگے مجھے کچھ علم نہیں۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا کہ مخدوم صاحب آپ کو علم ہے میں نے کہا نہیں۔ ہم آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ حضرتِ والاؒ ہماری لاعلمی میں سب کچھ سن رہے تھے۔ اچانک آپ تشریف لے آئے اور فرمانے لگے دوسرا مصرع اس طرح ہے ؏

رزاق بگرداند پرسیدن چیست

متکلمہ بالقرآن:

بندہ درگاہ عبیداللہ (جامع اوراق) عرض کرتا ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ عشاء کی نماز پڑھ کر تشریف لے گئے اور چارپائی پر دراز ہو گئے۔ میں چلتا چلتا وہاں پہنچا اور چارپائی کے پہلو میں نیچے بیٹھ گیا' آپؒ اُٹھے اور نیچے اتر کر بیٹھ گئے۔ اتفاق سے محمد ہاشم فقیر آپ کا کھانا لے آیا میں' میں اُٹھنے لگا تو آپؒ نے فرمایا مولوی کہاں جاتے ہو' آؤ اکٹھے کھانا کھائیں۔ یوں بھی حضرت والاؒ کی عادتِ کریمہ تھی کہ اس غلام کو ہمیشہ اپنے طعام میں شریک فرماتے۔ اگر کبھی میں موقع پر موجود نہ ہوتا تو میرے لیے اونٹنی کے دودھ کا حصہ ضرور بھجواتے۔ حکم کے مطابق میں کھانے میں شامل ہو گیا تو آپ نے یہ نقل بیان فرمائی۔

حضرت شیخ بہاء الدینؒ کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے معتبر سند کے ساتھ منقول ہے ایک دفعہ میں حجاز کے سفر پر جا رہا تھا کہ راستے میں مجھے کوئی آواز سنائی دی میں نے اس طرف غور کیا تو دیکھا کہ ایک عورت نے چادر لپیٹی ہوئی ہے' چہرے پر نقاب ڈالا ہوا ہے اور یہ آیت پڑھ رہی ہے۔

اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ

(بھلا کون پہنچتا ہے بیکس کی پکار کو جب اس کو پکارتا ہے)۔ (النمل: ۶۲)

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں میں آگے بڑھا اور سلام کیا اس نے جواب میں کہا:

سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ طِبۡتُمۡ فَادۡخُلُوۡھَا خٰلِدِیۡنَ ○

(سلام پہنچے تم پر تم لوگ پاکیزہ ہو سو داخل ہو جاؤ اس میں سدا رہنے کو)۔

(الزمر: ۷۳)

سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ کَتَبَ رَبُّکُمۡ عَلٰی نَفۡسِہِ الرَّحۡمَۃَ

(سلام ہے تم پر لکھ لیا ہے تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو)۔

(الانعام: ۵۴)

وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ O وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O

(اور سلام ہے رسولوں پر اور سب خوبی ہے اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا)۔

(والصّٰفّٰت: ۱۸۲-۱۸۱)

میں نے پوچھا محترمہ آپ کہاں سے آ رہی ہیں۔ اس نے کہا:

يَخْرُجُ مِنْ م بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ O

(جو نکلتا ہے پیٹھ کے بیچ سے اور چھاتی کے بیچ سے)۔ (الطارق: ۷)

میں نے پوچھا آپ کہاں جا رہی ہیں؟

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى O

(اسی زمین سے ہم نے تم کو بنایا ہے اور اسی میں تم کو پھر پہنچا دیتے ہیں اور اسی سے تم کو نکالیں گے دوسری بار)۔ (طٰہٰ: ۵۵)

میں نے کہا آپ کس شہر سے آ رہی ہیں؟ اس نے جواب دیا:

مِنَ الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِىْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ

(مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک جس کو گھیر رکھا ہے ہماری برکت نے)۔

(بنی اسرائیل: ۱)

میں نے پوچھا آپ کہاں جا رہی ہیں؟ اس نے جواب دیا:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط

(اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو شخص قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ چلنے کی)۔ (آلِ عمران: ۹۷)

پھر میں نے دریافت کیا محترمہ! آپ کا اِس سفر میں کوئی ساتھی بھی ہے؟ اس نے کہا:

وَهُوَ مَعُكم اَيْنَ مَا كُنُتُمْ ط

(اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو)۔ (الحدید:۴)

میں نے پوچھا آپ کے پاس کھانے پینے کا بھی کچھ سامان ہے؟ اس نے کہا:

وَفِي السَّمَآءِ رِزُقُكُمْ وَمَا تُوعَدُوْنَ O

(اور آسمان میں ہے روزی تمہاری اور جو تم سے وعدہ کیا گیا)۔ (الذاریات:۲۲)

میں نے پوچھا آپ کچھ کھائیں گی؟ اس نے جواب دیا:

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْ كُلُوْنَ الطَّعَامَ

(اور نہیں بنائے تھے ہم نے ان کے ایسے بدن کہ وہ نہ کھانا کھائیں)۔

(الانبیاء:۸)

میں نے سمجھا کہ بھوکی ہیں میرے پاس جو کچھ تھا میں نے پیش کیا وہ کھا رہی تھی تو میں نے پوچھا پانی لاؤں، کہنے لگی:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط

(اور بنائی ہم نے پانی میں سے ہر ایک چیز جس میں جان ہے)۔

(الانبیاء:۳۰)

میں نے پانی دیا اور اس نے پیا اب میں نے پوچھا آپ اونٹ پر سوار ہوں گی؟ کہنے لگی:

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ قف وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ط

(اگر بھلائی کی تم نے بھلا کیا اپنا اور اگر برائی کو تو اپنے لیے)۔ (بنی اسرائیل:۷)

اس نے سوار ہونے کا ارادہ کیا تو کہنے لگی :

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

(کہہ دیجیے ایمان والوں کو نیچے رکھیں ذرہ اپنی آنکھیں)۔ (النور:۳۰)
میں نے آنکھیں جھکا لیں، سوار ہوگئی تو کہنے لگی:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِیۡنَ ۝

(پاک ذات ہے وہ جس نے بس میں کر دیا ہمارے اس کو اور ہم نہ تھے اس کو قابو میں لا سکتے)۔ (الزخرف:۱۳)
میں نے جان لیا کہ سوار ہوگئی ہیں اب ہم اکٹھے چل پڑے میں نے پوچھا آپ نام کیا ہے؟ اس نے کہا:

اِرۡجِعِیۡ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً ۝

(پھر چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی)۔ (والفجر:۲۸)
میں نے سمجھ لیا اس کا نام راضیہ ہے۔ میں نے کہا مجھے اپنا بھائی سمجھو، کہنے لگی:

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَةٌ

(اور مسلمان جو ہیں سو بھائی ہیں)۔ (الحجرات:۱۰)
میں نے دریافت کیا کہ کتنے روز سے آپ سفر میں ہیں؟ اس نے کہا:

اَرۡبَعَةِ اَیَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّائِلِیۡنَ ۝

(چار دن میں پورا ہوا پوچھنے والوں کو)۔ (حٰم سجدہ:۱۰)
میں نے معلوم کر لیا کہ اسے چوتھا روز ہے۔ اب میں نے پوچھا کہ آپ کے بیٹے کتنے ہیں؟ اس نے کہا:

ثَلٰثَةٌ

(تین)۔ (الکہف:۲۲)
میں نے پوچھا ان کے نام کیا ہیں؟ کہنے لگی:

وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلًاO

وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا O

یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ ط

(اور اللہ نے بنا لیا ابراہیم کو خالص دوست)۔ (النساء:۱۲۵)

(اور باتیں کیں اللہ نے موسیٰ سے بول کر)۔ (النساء:۱۶۴)

(اے یحییٰ اٹھا لے کتاب زور سے)۔ (مریم:۱۲)

میں نے کہا، محترمہ مجھے کچھ نصیحت کیجیے، اس نے کہا:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی O

(اور جس نے منہ پھیرا میری یاد سے تو اس کو ملنی ہے گزران تنگی کی اور لائیں گے قیامت کے دن ہم اس کو اندھا)۔ (طٰہٰ:۱۲۴)

اتنے میں قافلہ نظر آیا تو کہنے لگی:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ط اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْرُ ۨ Oلا الَّذِیْ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَۃِ مِنْ فَضْلِہٖ

(شکر اللہ کا جس نے دور کیا ہم سے غم بے شک ہمارا رب بخشنے والا قدردان ہے جس نے اتارا ہم کو آباد رہنے کے گھر میں اپنے فضل سے)۔ (فاطر:۳۵)

میں نے پوچھا کہ اونٹ دائیں ہاتھ لے چلوں یا بائیں؟ اس نے کہا:

وَاَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ لا مَا اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ O

(اور داہنے والے، کیا کہنے داہنے والوں کے)۔ (الواقعہ:۲۷)

اس دوران ایک خیمہ سامنے آ گیا اور اس سے تین نوجوان باہر نکلے۔ انتہائی خندہ

روئی سے ان سے کہنے لگی:

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی

(اور زادراہ لے لیا کرو بے شک بہتر فائدہ زادہ راہ کا بچنا ہے سوال سے)۔ (البقرہ:۱۹۷)

یہ نوجوان میرے لیے کھانا لے آئے میں نے کہا مجھے ضرورت نہیں ہے، وہ کہنے لگی:

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ

(سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کو)۔ (آلِ عمران:۹۳)

میں نے کھانا کھایا اور غور کیا تو وہ خیمہ کے اندر آپس میں بھی اسی طرح گفتگو کر رہے تھے جیسے اس نے مجھ سے بات چیت کی تھی۔ میں نے اس کے لڑکوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ہماری والدہ کو چھ ماہ ہوئے ہیں کہ وہ قرآن مجید کے سوا اور کوئی بات نہیں کرتی۔ میں نے رخصت ہوتے وقت اس سے نصیحت کی درخواست کی تو کہنے لگی:

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰی بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝

(پڑھ لے کتاب اپنی، تو ہی بس ہے آج کے دن اپنا حساب لینے والا)۔

(بنی اسرائیل:۱۴)

چنانچہ میں چلا آیا اس دوران کہ ہم کھانا بھی کھا رہے تھے اور حضرتِ والاؒ یہ نقل بھی بیان فرما رہے تھے۔ ایک انتہائی کمزور، بوڑھی اور لاغر بلی قریب آ کر بیٹھ گئی اور میاؤں میاؤں کر کے روٹی طلب کرنے لگی۔ حضرتِ والاؒ نے دو روٹیوں کے چار ٹکڑے کر لیے تین ٹکڑے آپ نے میرے سامنے رکھے اور ایک اپنے آگے۔ شلغم کے ٹکڑوں کا سالن تھا۔ میں آہستہ آہستہ لقمہ اٹھاتا۔ بالخصوص حضرتِ والاؒ لقمہ توڑ کر

سالن کی طرف لاتے میں رک جاتا یعنی حضرتِ والاؒ کی رعایت کرتا۔ اسی طرح حضرتِ والاؒ اس غلام کا لحاظ فرما کر خود ٹھہر ٹھہر کر لقمہ اٹھاتے۔ الغرض حضرت والاؒ غلام کی دلجوئی اور غلام حضرتِ والاؒ کے ادب میں مشغول تھا۔ یہ بات بڑی اور دلچسپ تھی۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ نامراد بلی چپ نہیں ہوتی۔ حضرتِ والاؒ بھی اسے کچھ نہیں ڈال رہے کیوں نہ ایسے کروں کہ لقمہ سالن سے تر کر کے بلی کو ڈال دوں کہ وہ چپ ہو جائے۔ چنانچہ میں نے لقمہ سالن میں تر کر کے بلی کے آگے ڈالنے کی خاطر ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اس زور سے ایسا پنجہ مارا کہ میرے ہاتھ کی پشت کی کھال کھینچ لی۔ میں اپنی بے وقوفی پر شرمسار ہوا اور سوچا کہ حضرتِ والاؒ بلی کی اس عادت سے واقف تھے اسی وجہ سے تو یہ کامل بخشش سے محروم تھی۔ کھانا تو بجائے ماند حضرت والاؒ کی بابرکت صحبت ختم ہو گئی۔ میں نے سوچا میری اس حرکت سے حضرتِ والاؒ کی کمال توجہ میں جو خلل واقع ہوا مجھے اس کی سزا ملی۔

خلفائے اربعہ سے آپ کی محبت:

فقیر محمد ہاشم کا بیان ہے کہ حضرت والاؒ کی ہمیشہ سے عادت کریمہ تھی کہ روٹیوں کے چار چار ٹکڑے کرتے۔ ایک دن جماعت فقراء سے فرمانے لگے کہ روٹی کے چار ٹکڑے کر کے کھایا کرو اور اسے اپنی عادت بنالو کہ یہ خلفائے راشدین کی طرف اشارہ ہے۔ اگر اتفاق سے تمہارا سابقہ کسی رافضی سے پڑ جائے اور تمہیں اس کے رفض کا کسی ذریعے سے پتہ نہ چل سکے تو کھانے کے وقت اس صورت سے وہ لازماً اجتناب کرے گا اور روٹی کی طرف قطعاً ہاتھ نہ بڑھائے گا۔ اس لیے کہ رفض تو نام ہی ترکِ مؤدت کا ہے۔

ایک دفعہ حضرتِ والاؒ نے ایک شہر میں شرفِ نزول فرمایا۔ شہر کے تمام لوگ

آپ کی زیارت کے لیے اُمڈ آئے۔ قاضیٔ شہر بھی اپنے لڑکے کے ساتھ حاضر ہوا۔ اتفاق سے قاضی کے لڑکے کے ہاتھ میں چھلے پڑے تھے۔ آپ نے پوچھا قاضی صاحب! یہ آپ نے خود اپنے لڑکے کے ہاتھ میں ڈالے ہیں؟ قاضی نے کہا لڑکے کی نانی نے ڈالے ہیں۔ آپ نے فرمایا قاضی صاحب! آپ نے رسول اللہ ﷺ پر کلمہ پڑھا ہے یا اپنی ساس پر' قاضی لاجواب ہوگیا اور کہنے لگا حضور! گھر جا کر ابھی اتار پھینکوں گا اور آئندہ ایسے نہیں ہوگا۔

خلیفہ تاج محمود امروٹیؒ کا واقعہ:

خلیفہ صاحب سید تاج محمود امروٹی کا بیان ہے کہ مجھے ۱۳۰۱ھ میں پہلی بار حضرتِ والاؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تو آپ مجھے ہر وقت اپنے سامنے بٹھاتے اور چاشت کے وقت میرے حُجرے میں تشریف لاتے۔ ایک روز میرے آباؤ اجداد کے متعلق پوچھتے رہے اور یہ بھی دریافت فرمایا کہ تمہارے آباؤ اجداد کس طریقے میں بیعت تھے؟ میں نے عرض کیا حضور! سلسلہ عالیہ قادریہ میں۔ میرے اجداد میں سے ایک بزرگ حضرت غوث الثقلینؒ کے خلیفہ تھے۔ بعد میں میرے ایک دادا کو خلیفہ مخدوم صاحب سے اجازت حاصل تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس زمانے میں مَیں اپنے شیخ (حضرت جیلانیؒ) کی خدمت میں رہتا تھا اس زمانے میں ایک مجذوب فقیر بھی وہاں قیام پذیر تھا۔ حضرت شیخ اس سے پوچھا کرتے تھے کہ تمہارے آباؤ اجداد کے پیر کون ہیں وہ جواب میں کہا کرتے کہ ہمارے مریدوں میں تو امروٹی سادات بھی شامل ہیں۔ حضرت شیخ اس کی اس بات پر تبسم فرماتے۔ اس کلمے پر میرے حضرت (حضرتِ والاؒ) نے بھی تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ الحمدللہ ہمارا تعلق بھی امروٹ والوں سے نکل آیا یہ فقیر (حضرت امروٹی) حضرتِ

والاؒ کی اس کمالِ شفقت ورحمت پر دل وجان سے قربان ہوتا رہتا۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن:

خلیفہ صاحب (سید تاج محمود امروٹی) کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں خدمتِ اقدس میں حاضر تھا کہ میں نے پوچھا حضور! ترکِ دنیا کیا ہے؟ اور تارکِ دنیا کون ہے؟ اس وقت حضرتِ والاؒ اور میں اکیلے تھے۔ آپ نے فرمایا بیٹا! دو آدمیوں نے حج کا ارادہ کیا اور آپس میں اکٹھے سفر کرنے کا عزم کر کے چل پڑے۔ شہر سے باہر نکلے تو ایک دوسرے سے کہنے لگا کہ ذرا ٹھہرو کہ میں چھری اور سوئی لے آؤں۔ اس کا ساتھی کہنے لگا تم رفاقت کے لائق نہیں ہو اور نہ ہی میں تمہارے ساتھ سفر کروں گا۔ اس نے کہا کیوں؟ اس نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی راہ میں سفر سے تمہیں سوئی اور چھری کے خیال نے روک لیا ہے تو تم ابھی خام ہو۔ خام آدمی کے ساتھ رفاقت درست نہیں ہے گویا اس شخص نے چھری حج کے موقع پر قربانی اور سوئی نماز کی خاطر کپڑا سینے کے چاہی ہو تو بھی۔ طریقت میں یہ دنیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اگر قربانی کے لیے جانور بھی عطا فرمائے گا تو چُھری بھی دے گا۔ اسی طرح اگر کپڑا عنایت کرے گا تو سوئی بھی دے دے گا۔ پس ترک یہ ہے دل میں دنیا کا خیال تک نہ آئے چاہے یہ خیال کسی دینی نفع کی خاطر بھی کیوں نہ ہو؟ دل کا تعلق ہر وقت ذاتِ خداوندی سے رہے اور تارک وہ ہے جو دنیا کی کسی چیز سے نفع ونقصان کی امید نہ رکھے اور نہ ہی ایسا خیال دل میں لائے۔

تعلق الٰہی کا بلند مقام:

خلیفہ صاحب (سید تاج محمود امروٹیؒ) کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ والاؒ نے یہ نقل بیان فرمائی کہ شیخ الاسلام حضرت غوث بہاء الدین زکریا ملتانیؒ بیٹھے تھے

کہ کسی خادم نے آ کر اطلاع دی کہ حضور جس کشتی پر لنگر کا (قیمتی) سامان جا رہا تھا سامان سمیت دریا میں ڈوب گئی ہے۔ آپؒ نے فرمایا فرمایا الحمد للہ تھوڑی دیر بعد اسی مجلس میں پھر اطلاع ملی کہ پہلی خبر غلط تھی۔ کشتی صحیح سالم کنارے پر لگ گئی ہے۔ آپؒ نے فرمایا الحمد للہ۔ حاضرین مجلس نے عرض کیا حضور! یہ عجیب بات ہے کہ کشتی غرق ہونے کی اطلاع ملی تو آپ نے الحمد للہ فرمایا اور اس کے بچ جانے کی اطلاع آئی ہے تو بھی الحمد للہ فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے کشتی کے غرق ہونے پر یا سلامت رہنے پر الحمد للہ نہیں کہا بلکہ دونوں واقعات پر میں نے دل پر نگاہ کی کہ دل خدا کے ساتھ لو لگائے ہوئے ہے یا کشتی غرق ہو جانے پر پریشانی کی وجہ سے غافل ہو گیا ہے۔ میں نے دل کو اپنی حالت پر دیکھا تو الحمد للہ پڑھا پھر کشتی کے بچ جانے کی خبر ملی تو بھی میں نے دل کا جائزہ لیا تو وہ اپنی حالت پر تھا۔ چنانچہ میں نے الحمد للہ پڑھا۔ بیٹا یہ ہے تارکانِ دنیا کا عمل اور اسے کہتے ہیں ترکِ دنیا۔

پہچان یہ ہے:

فقیر محمد ابراہیم کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ حضرت والاؒ حاجی خان مہر کی دعوت پر تشریف لے گئے حاجی خان نے سواری کے لیے اونٹ پیش کیے تا کہ حضرتِ والاؒ روہڑی میں آنحضرت ﷺ کے بال مبارک کی زیارت کریں۔ حضرتِ والاؒ کے ہمراہ آٹھ آدمی تھے میں بھی ان میں شامل تھا ہم لوگ سوار ہو کر درگاہ موئے مبارک (روہڑی) پہنچے۔ درگاہ میں ایک نابینا شخص بیٹھا ہوا تھا اس نے پوچھا آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں۔ حضرت والاؒ نے جواب دیا خیر پور ڈہرکی سے۔ نابینا کہنے لگا کہ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا رہا ہوں کہ مجھے سرورِ کائنات ﷺ کی زیارت نصیب ہو۔ الحمد للہ مجھے زیارت نصیب ہوئی۔ اب میں اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ سے رات دن

یہ سوال کررہا تھا کہ بھرچونڈی شریف والے حافظ صاحب کی زیارت نصیب ہوئی خدا نے میری یہ دعا بھی قبول فرمائی کہ وہ آپ ہیں۔ آپ اسے پکڑ کر بغل گیر ہوئے اور ہمیں فرمانے لگے پہچان اسے کہتے ہیں۔

غیر شرعی رسومات سے نفرت:

خلیفہ صاحب (سید تاج محمود امروٹیؒ) کا بیان ہے کہ ایک روز حضرتِ والاؒ فقیر عبدالرحیم مہر کے بارے میں فرمانے لگے کہ ابتداء میں ایک روز عبدالرحیم اونٹ خرید لایا۔ مجھے اطلاع ملی تو میں نے اسے بلا کر سخت زدوکوب کیا اور کہا بے شرم! بلا وجہ مسکینوں کا مال ضائع کر آئے ہو کچھ تو لحاظ کیا ہوتا۔ مارنے پیٹنے اور تنبیہ کرنے کے بعد میں نے اس سے پوچھا کہ آخر یہ اونٹ تم کس لیے خرید لائے ہو؟ اس نے کہا حضور! دعوتوں کے موقع پر ضعیف العمر اور نابینا حضرات کو تکلیف ہوتی ہے انہیں سوار کریا جائے گا۔ بعد میں اُس نے اونٹوں کی سواری کے لیے ضرور سامان مثلاً پا کھڑے وغیرہ خریدے۔ اتفاق سے ایک روز یہ سامان مولوی صاحب راجن پوری نے منگوایا اور کہلا بھیجا کہ ہمیں ایک ضروری کام کی خاطر کہیں جانا ہے مہربانی فرما کر یہ سامان بھجوایا جائے۔ چنانچہ دونوں پا کھڑے انہیں دے دیے گئے اور مولوی صاحبان اہل وعیال کے ساتھ ان پر سوار ہو کر شیخ موسیٰ نواب کے میلے پر گئے۔ یہ لوگ واپس ہوئے تو انہوں نے سامان بھجوایا۔ فقیر عبدالرحیم یہ سامان جنگل میں لے گیا اور ان پر خشک لکڑیاں ڈال کر آگ لگادی۔ جب سارا سامان جل کر خاکستر ہو گیا تو یہ واپس آ گیا۔ مجھے اطلاع ملی کہ فقیر عبدالرحیم نے اونٹوں کا سامان جلادیا ہے۔ میں نے اسے بلا کر پھر زدوکوب کیا کہ پہلے تم نے اس سامان پر رقم خرچ کی پھر بلا وجہ اسے جلا دیا۔ پھر میں نے اس جلانے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ اس سامان پر خدا

کو یاد کرنے والے سوار ہوتے رہے ہیں جب یہ سامان غیر اللہ کی راہ میں استعمال ہوا تو میں نے اسے جلا دینا مناسب سمجھا تاکہ پھر اس پر اہلِ حق اور خدا پرست سوار نہ ہوں اس لیے کہ یہ غیر اللہ کی راہ میں کام آئے ہیں۔ اب اللہ والوں کے کام کے نہیں رہے۔ عبدالرحیم کی غرض اور تھی ورنہ لکڑی (پاکھڑوں) نے کوئی چوری نہ کی تھی۔

حوالہ جات

ا ذکرِ کرام: محمد حفیظ الرحمٰن حفیظ، بہاول پوری، ص: ۹۳
۲ ملفوظاتِ حضرت حافظ الملّت:
۳ کابل میں سات سال، مولانا سندھی: ۹۶
۴ عباد الرحمٰن: ۴۱، ۴۲
۵ افادات و ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی، مرتبہ پروفیسر محمد سرور: ۳۷۸
۶ رسالہ ''القاسم'' ۱۳۲۸ھ، مطبوعہ دار العلوم دیوبند۔
۷ ماہنامہ ''دار العلوم'' جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ احاطۂ دار العلوم میں بیتے ہوئے دن''
مولانا مناظر احسن گیلانی، قسط: ا
۸ ایضاً
۹ تحریک شیخ الہند انگریزی سرکار کی زبان میں: ۲۰۸
۱۰ ید بیضا
۱۱ پرانے چراغ: ۱۴۸
۱۲ روزنامہ نوائے وقت، ۲۰ جون ۱۹۶۸ء ''وادیٔ مہران کے صوفی بزرگ'' (قادری)
۱۳ یدِ بیضا، از حامی عبیدی دین پوری: ۴۹، ۵۰
۱۴ عباد الرحمٰن: صفحہ ۶۷، ۶۸، ۶۹

۱۵ ایضاً

۱۶ پرانے چراغ : ۱۴۸

۱۷ شریف التواریخ، صفحہ ۷۴ جلد ۱ مطبوعہ لاہور۔

کشف المحجوب، صفحہ ۱۶۲، ۱۸۶

تذکرہ مشائخ قادریہ، مؤلفہ میاں محمد دین کلیم، صفحہ ۷۷، ۸۷، مکتبہ نبویہ لاہور۔

مقدمہ فتوح الغیب، صفحہ ۸، مطبوعہ المعارف لاہور۔

سلسلہ قادریہ صدیقیہ، صفحہ ۱۱، مطبوعہ خانقاہ عالیہ بھرچونڈی شریف۔

مقدمہ ملفوظات شریف حضرت پیر سائیں روضہ دھنی پیر پاگارا، ۳۴، ۳۵، مطبوعہ درگاہ عالیہ پیر گوٹھ۔

۱۸ یہ بغداد کے محلّہ مخرم کی طرف اشارہ ہے جہاں یزید بن مخرم کی اولاد میں سے کچھ لوگ آباد ہو گئے تھے اسے مخزومی پڑھنا غلط ہے۔

۱۹ افادات و ملفوظات مولانا عبیداللہ سندھی: صفحہ ۳۴۹، مطبوعہ سندھ ساگر اکیڈمی

۲۰ حکایات اولیاء: صفحہ ۹۱، ۹۲۔ مطبوعہ ایم ثناء اللہ خان ریلوے روڈ لاہور

۲۱ مولانا کی کہانی ان کی زبانی: صفحہ ۹۷، مطبوعہ چٹان پریس لاہور

۲۲ ملفوظات

۲۳ ملفوظات

۲۴ حضرت کے خلیفہ مجاز

۲۵ ملفوظات

۲۶ ملفوظات

۲۷ ملفوظات

۲۸ ملفوظات

۲۹ ملفوظات

۳۰ ملفوظات

۳۱ ملفوظات

۳۲ ملفوظات

۳۳ یدِ بیضا: ۴۶

۳۴ جامع ملفوظات نے ہر جگہ صورت پرستی کا لفظ استعمال کیا ہے اس سے ان کی مراد تصوّر ہے۔ صورت پرستی کے عام معنی مراد نہیں ہیں۔

۳۵ یہاں قبروں کو مستقل بالذات حاجت روا سمجھنے کے شرکیہ عقیدے کی تردید ہے، جہاں تک فیوض و برکات حاصل کرنے اور روحانی استفادہ کرنے کا تعلق ہے تو حضرت حافظ الملّت عمر بھر اپنے مشائخ کے مزارات پر حاضری دیتے رہے جیسا کہ زیرِ نظر ملفوظات خود اس کی شہادت فراہم کر رہے ہیں۔

۳۶ گھر کے استعمال کے ضروری برتنوں وغیرہ کے علاوہ اگر کسی شخص کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا یا ان کی قیمت کے برابر نقد رقم موجود ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

۳۷ حضرت والاؒ کے فرمان کا مقصد یہ ہے کہ جب ظاہری طور پر اس کی ہستی کمال کو پہنچ جاتی ہے تو اس وقت وہ اپنے جیسا کسی کو نہیں سمجھتا اور نہ کسی کو خاطر میں لاتا ہے یہی عجب و غرور بالآخر اسے لے ڈوبتا ہے۔

۳۸ اس نقل پر سید العارفینؒ کے خلیفہ حضرت سید تاج محمود امروٹیؒ نے یہ حاشیہ دیا ہے۔ اس نقل سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ کامل کی صحبت بعینہٖ سید الثقلین نبی الکونین ﷺ کی صحبت ہے اسی طرح شیخ کامل کی زیارت عین نبیٔ رحمت ﷺ کی زیارت ہے۔

۳۹ سید العارفین، جنیدِ وقت حضرت حافظ محمد صدیقؒ ساری زندگی مجرد رہے۔ آپ نے

شادی نہیں کی۔ نکاح کی یہ نسبت صرف یمن و برکت کی خاطر ہوگی۔ یوں بھی چار سے زیادہ شادیوں کی اسلام میں اجازت نہیں ہے۔ایک ایسی شخصیت جس کا پیکر شریعت وسنت میں ڈھلا ہوا تھا' ایسی خلافِ شرع امر کا ارتکاب کیسے کرسکتی تھی۔

۴۰ غالباً اس سے مراد حضرت قبلہ خواجہ گل محمد صاحب کوریجہ" جو حضرتِ والاؒ کے ہم عصر تھے اور انہوں نے دو تین دفعہ حضرت والاؒ کی دعوت بھی کی۔ راقم السطور کا خیال ہے کہ یہ واقعہ خود حضرت خواجہ گل محمد صاحبؒ کے ساتھ پیش آیا۔ حضرتِ والاؒ جامع مسجد گڑھی اختیار خان دیکھنے کی خاطر گڑھی تشریف لائے اور پھر آپ نے بھر چونڈی شریف کی مسجد بالکل اسی نمونے پر تیار کرائی۔

۴۱ شیخ ثانی حضرت حافظ محمد عبداللہ"

۴۲ اس سے مراد نہ حلول ہے نہ اتحاد اور آنحضور ﷺ کی تشریف آوری! بلکہ آنحضور ﷺ کی برکت کے طفیل آپ کے پیغام کا مکمل اور ہر پہلو سے احیاء مراد ہے حضرت صاحب الروضہ کے نزدیک یہ احیاء یا نشاۃ ثانیہ حضرت غوث الاعظم اور پھر خود ان کے اپنے ہاتھوں سے ہوئی۔

۴۳ اس سے مراد مثنوی اور رسالہ شاہ عبداللطیف بھٹائی کی عظمت اور قرآنی کی فکری بہترین تشریح ہونا ہے۔ اس عبارت سے یہ دھوکا نہ ہو کہ معاذ اللہ یہ کتابیں بھی قرآن مجید کی طرح بذریعہ وحی نازل ہوئیں۔ ان کتابوں کی اسلامی و دینی حیثیت مسلم مگر قرآن مجید کا مقابلہ کرۂ ارض کی کون سی کتاب کرسکتی۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

۴۴ دیہی معاشرے میں یہ ایک رسم ہے لوگ شرعاً غیر محرم عورتوں کو منہ بولی بہنیں بنالیتے ہیں اس سے فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوتا ہے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب انگریز حکومت نے قائداعظم کے سامنے یہ شرط رکھی تھی کہ وہ ہندوستان کے کسی بھی مسلم اکثریت والے صوبے کی اسمبلی سے اپنی اکثریت اور مسلم لیگ سے ہمدردی کا ثبوت دیں۔ انگریز حکومت کے اس چیلنج پر بھرچونڈی شریف (سندھ) کے روحانی پیشوا پیر عبدالرحمان صاحب نے سندھ اسمبلی کے مسلمان اراکین سے ملاقاتیں کیں اور ان پر زور دیا کہ وہ اسمبلی کے اجلاس میں پاکستان کی تائید میں ووٹ دیں۔ ۳ مارچ ۱۹۴۳ کو سندھ اسمبلی کا اجلاس ہوا جس میں جی۔ ایم سید نے پاکستان کے قیام کے لئے قرارداد پیش کی۔ سید صاحب نے قرارداد میں کہا کہ ہندوستان کے مسلمان الگ قوم ہیں، اور ایک الگ قوم کی حیثیت میں الگ وطن کا مطالبہ کرتے ہیں: سندھ اسمبلی کے اس اجلاس میں ۲۷ اراکین موجود تھے جن میں سے ۲۴ اراکین نے قرارداد کی حمایت کی۔

پاکستان کی تحریک میں سندھ کا حصہ

ڈاکٹر غلام علی الانا

سابق وائس چانسلر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
سابق پروفیسر انچارج انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی، جام شورو

کتاب محل
دربار مارکیٹ لاہور 0321-8836932
kitaabmahal786@gmail.com
kitabmahal 03004827500